

ریاض القُدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوينی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سہیلی مرحوم

پیش کش

سید محمد شہید عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جہنگ

FROM PAGE 374
To PAGE 800

jabir.abbas@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ از مولف -	۲۱	۱	جنگ پھنانا اور حضرت کرنا	۳۷
۲	مجلس در مقدمہ شہادت جوانان محمدی و مرتضوی اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا -	۲۳	۲	اس باسے میں کہ حضرت علی اکبر پہلے شہید ہیں -	۳۷
۳	روز عاشورا اور جوانان ہاشمی میں اول شہید کا اذن جہاد طلب کرنا -	۲۶	۳	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی اکبر کی صوری و معنوی مشابہت -	۴۱
۴	شہداء کربلا میں اول شہید علی اکبر اور زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام -	۳۷	۴	حضرت علی اکبر کی جنگ او شبااعت -	۴۲
۵	حضرت علی اکبر کا اذن جہاد طلب کرنا اور امام حسین کا لباس	۳۸	۵	محمد حنفیہ جنگ صفین میں او معرکہ کربلا میں علی اکبر -	۴۵
			۶	دنیا میں نعمت ہار بستی کے نمونے او توصیف شامل و فضائل پیغمبر خدا -	۴۷

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس ام السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیتے پیتے رنگین ہو جاتے تھے اور جس کی غاموش آہوں سے آج بھی عرش الہی رز رز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

○

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۵	حضرت امام حسین علیہ السلام اور محبت قاسم ابن حسن۔	۳۳	۲۷	جنات سے جنگ کرنا۔	۹۸
۱۱۷	حضرت قاسم کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمانی قاسم کی تحقیق۔	۳۴	۲۸	حضرت قاسم کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمہ عروس و قاسم	۱۰۲
۱۲۲	شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن علیہ السلام۔	۳۵	۲۹	میدان قتال میں جمال قاسم نوشاہ کے نفاکے۔	۱۰۵
۱۲۴	شہادت احمد بن الحسن ابو کربن الحسن۔	۳۶	۳۰	حضرت قاسم کا لشکر کو ذرا شام کو موغظہ و نصیحت کرنا۔	۱۰۷
۱۲۵	احوال حسن ثقفی بن الحسن علیہ السلام۔	۳۷	۳۱	حضرت قاسم کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا۔	۱۰۹
۱۳۱	فرزندان حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی جنگ اور علیہ السلام۔	۳۸	۳۲	حضرت قاسم کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا۔	۱۱۱
۱۳۴	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	۳۹			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	مجلس دربارہ معرفت علی اکبر اور تعریف شکل و شمائل۔	۵۰	۱۶	عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور شخصیت کا اس پر سوار ہونا۔	۶۹
۱۲	بر شان حیدری لشکر باطل پر حضرت علی اکبر کے جلے۔	۵۱	۲۰	شہادت برادر نور ذریعہ لاش حضرت علی اکبر علیہ السلام۔	۷۳
۱۳	برداشت شیخ طریقی حضرت علی اکبر کا میدان کارزار میں جانا۔	۵۴	۲۱	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام۔	۷۵
۱۴	نسب حضرت علی اکبر علیہ السلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت۔	۵۶	۲۲	شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیل۔	۷۷
۱۵	ثواب عبادت۔	۵۹	۲۳	روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب عقیل۔	۸۰
۱۶	حضرت علی اکبر کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسین کا پہنچنا۔	۶۰	۲۴	روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن ابی طالب۔	۸۳
۱۷	حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسین کا لاش پس پر پہنچنا۔	۶۳	۲۵	عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام۔	۸۶
۱۸	لاش علی اکبر پر امام حسین کی پریشانی کی حالت۔	۶۶	۲۶	حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا قصر الذبیب میں	۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۵	شہادت - عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۹۹	۶۲	کاترہارہ جلا اور غلام میدان قتال ہونا۔	۲۲۲
۵۶	اور شہادت ابو العرفاء علی - عبداللہ بن یزید بن زکریا	۲۰۱	۶۳	حضرت امام حسین کا حضرت سیدہ سحاح سے رخصت ہونا	۲۲۶
۵۷	کاجنگ صفین میں عبداللہ ہونا اور شہادت -	۲۰۴	۶۴	احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام -	۲۳۱
۵۸	جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت -	۲۰۶	۶۵	مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام -	۲۳۲
۵۹	حکایت غلام امیر المومنین علیہ السلام -	۲۰۹	۶۶	محبت اولاد -	۲۳۷
۶۰	واقعہ صفین اور گفتگوئے امیر المومنین علیہ السلام بعد ازاں	۲۱۱	۶۷	قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاء کا نصرت امام حسین کے لیے آئے -	۲۴۰
۶۱	اور غلام حریت کا قتل ہونا - دریاء تجاجہ بن یوسف ثقفی میں قنبرہ کا حضرت علی کی شجہ کرنا اور شہادت قنبرہ -	۲۱۵	۶۸	واقعہ بیضر ذات العلم - روز عاشورا زعفر جن کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے پہنچنا -	۲۴۲
۶۲	روز عاشورا حضرت امام حسین کی شہادت -	۲۲۰	۶۹	ثواب گریہ اور عزاداری -	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۰	آغاز داستان شیریں حضرت عباس علیہ السلام -	۱۳۵	۶۹	عبداللہ بن عباس علیہ السلام بروز قیامت -	۱۳۸
۶۱	شہادت عون بن علی علیہ السلام شہادت محمد بن عباس بن علی علیہ السلام -	۱۳۹	۷۰	حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت اور شہادت اور شہادت -	۱۴۰
۶۲	ہزبان جناب عقیل توصیف اُمّ البنین مادر حضرت عباس -	۱۴۲	۷۱	بروایت سحر و ابن شہر آشوب شہادت حضرت عباس علیہ السلام -	۱۴۵
۶۳	فضائل و مناقب حضرت عباس علیہ السلام -	۱۴۸	۷۲	حضرت عباس علیہ السلام کا شکر کوفہ کو وعظ و نصیحت کرنا بروایت شیخ طریقی -	۱۸۱
۶۴	بروایت مرحوم در بندہ حضرت عباس کی جنگ اور شہادت -	۱۵۱	۷۳	حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت بروایت شیخ طریقی -	۱۸۷
۶۵	مناصب امیر المومنین بعد ازاں رسول خدا اور مناصب عباس -	۱۹۰	۷۴	حضرت عباس کی شہادت بروایت ابی مخنف -	۱۹۰
۶۶	بطلان شہادت علیہ السلام قیامت میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس کے منصب -	۱۹۳	۷۵	ہاشم بن عتبہ عبداللہ حضرت امیر المومنین کی جنگ صفین میں	۱۹۴
۶۷	تحریر لواء الحمد و مال علم اور	۱۹۶			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۰	امام حسین علیہ السلام - روز عاشورا ایک سیاح دیوش کا وارڈ کر لیا ہونا -	۲۶۱	۷۶	شکوہ و ملال امیر المومنین بوقت ساری اور روز عاشورا -	۲۸۵
۷۱	جناب فاطمہ مغیریہ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسین کو نامہ بھیجنا -	۲۶۶	۷۷	غربت حضرت امام حسین بوقع سواری -	۲۸۷
۷۲	حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہل حرم سے دوم تہہ رخصت ہونا -	۲۷۰	۷۸	حضرت امام حسین کا جنگ میں میں زہر قاتل کے مقابلہ کے لیے جانا -	۲۸۷
۷۳	احوال جناب شہر یازد خستہ یزد و جرد بادشاہ عجم -	۲۷۷	۷۹	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اشتیاق جہاد اور اتمام حجت کرنا -	۲۹۱
۷۴	روز عاشورا محرم حضرت امام حسین علیہ السلام کا جناب زینب خاتون کو وصیتیں کرنا -	۲۷۹	۸۰	حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان اعداء میں جانا اور اتمام حجت کرنا -	۲۹۷
۷۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کا مازم میدان کارزار بنو امیہ حضرت زینب خاتون کا حکام -	۲۸۴	۸۱	میدان کارزار میں حضرت امام حسین کا اتمام حجت فرمانا -	۳۰۰
			۸۲	روز عاشورا حضرت امام حسین کی مبارزہ ملی و جہر خوانی -	۳۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۲	روز عاشورا جنگ و قتال امام حسین اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم -	۳۱۱	۹۰	گھوڑے سے زمین پر گرنے روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرنے -	۳۵۵
۸۳	تحقیق شجاعت و شجاعت -	۳۲۰	۹۱	زخموں کی وجہ سے معنف اور امام حسین علیہ السلام کا جہا سے باختر و کنا -	۳۲۰
۸۴	زخموں کی وجہ سے معنف اور امام حسین علیہ السلام کا جہا سے باختر و کنا -	۳۲۴	۹۲	روز عاشورا حکام عصر ذوالحجہ کا امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرنا -	۳۲۴
۸۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہل حرم سے رخصت آخر -	۳۲۷	۹۳	مقتل سے ذوالحجہ کا در خیمہ طبیعت پر پہنچنا -	۳۴۲
۸۶	حضرت امام حسین علیہ السلام کا امام زین العابدین سے رخصت ہونا -	۳۳۰	۹۴	حضرت سید الشہداء علیہ السلام خاک پر گرنا اور زخموں سے پھوڑا ہونا -	۳۴۸
۸۷	معرکہ قتال میں حضرت امام حسین کا دوبارہ آنا -	۳۳۵	۹۵	روز عاشورا شہادت عبد اللہ بن الحسین علیہ السلام -	۳۷۲
۸۸	بوقع جنگ معین امام حسین نہر فرات پر تصرف -	۳۴۴	۹۶	حضرت امام حسین کا گھوڑے سے زمین پر گرنا اور لشکر اعداء کا بصورت تماشا فی جمع ہونا -	۳۷۵
۸۹	کسی ضربت سے امام حسین کا بصورت تماشا فی جمع ہونا -	۳۵۰			

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۴۹	ابن زیاد کو پیش کرنا۔	۱۲۰	۴۲۲	تحقیقات اہل قواہج و شعرا	۱۱۰
۴۴۹	شکر عمر ابن سعد کی کربلا سے	۱۲۰	۴۲۲	دربارہ پانمانی لاش ہار شہداد	۱۱۱
۴۵۱	کوفہ روانگی اور تقسیم	۱۲۱	۴۲۸	بکو تروں کا خیر شہادت نامہ	۱۱۲
۴۵۱	سر ہار شہداد۔	۱۲۱	۴۲۹	علیہ السلام منتشر کرنا۔	۱۱۳
۴۵۱	عمر ابن سعد ملعون اور شکر	۱۲۱	۴۲۹	خون امام حسین کے قطرے	۱۱۴
۴۵۱	بیدین کی کربلا سے روانگی	۱۲۱	۴۳۱	سے یہودی لڑکی کا بیٹا ہونا۔	۱۱۵
۴۵۱	اور امیری الہرم۔	۱۲۱	۴۳۱	مخمر کی گیارہویں شب کے	۱۱۶
۴۵۱	اسیر ہو کر الہرم کا قتل شہداد	۱۲۲	۴۳۲	حالات۔	۱۱۷
۴۵۱	سے گزرتے ہوئے گئے دروازے	۱۲۲	۴۳۲	حکایت جمال ملعون۔	۱۱۸
۴۵۱	کرنا۔	۱۲۲	۴۳۴	آنحضرت اور انبیاء و مرسلین	۱۱۹
۴۵۱	جبریل امین کا صیغہ سہاوہ	۱۲۳	۴۳۸	کا قتل گاہ میں وارد ہونا۔	۱۲۰
۴۵۱	لے کر خدمت رسول خدا میں	۱۲۳	۴۳۸	خواب جناب المؤمنین ام سلمہ	۱۲۱
۴۵۱	حاضر ہونا۔	۱۲۳	۴۴۰	فرزندان جعفر طیار کا لشکر عمر	۱۲۲
۴۵۱	عزالت نشینی امر مستحسن	۱۲۴	۴۴۰	سعد سے فرار کر جانا۔	۱۲۳
۴۵۱	ہے۔	۱۲۴	۴۴۱	شمر و الاحرام یا خولی ملعون کا	۱۲۴
۴۵۱	اہلبیت کا کربلا سے کوچ کرتے	۱۲۴	۴۴۱	سر امام حسین کو فریاد کرنا۔	۱۲۵
۴۵۱	ہوئے قتل شہداد سے گزرنے۔	۱۲۴	۴۴۱	خولی اصبی ملعون کا سر امام حسین	۱۲۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۷۷	شرح احوال جوان نصرانی۔	۱۰۳	۳۸۵	قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام	۹۶
۳۸۵	پر لشکر اعداد کا ہجوم۔	۱۰۳	۳۸۵	پر لشکر اعداد کا ہجوم۔	۹۷
۳۸۷	جنگ خندق میں ثقات بن	۱۰۴	۳۸۷	جنگ خندق میں ثقات بن	۹۸
۳۸۷	جبریل کی بیہوشی اور قتل گاہ	۱۰۴	۳۸۷	جبریل کی بیہوشی اور قتل گاہ	۹۹
۳۸۷	میں حضرت امام حسین علیہ السلام	۱۰۴	۳۸۷	میں حضرت امام حسین علیہ السلام	۱۰۰
۳۸۷	کی بیہوشی۔	۱۰۴	۳۸۷	کی بیہوشی۔	۱۰۱
۳۹۱	اختلاف اقوال دربارہ قتل	۱۰۴	۳۹۱	اختلاف اقوال دربارہ قتل	۱۰۲
۳۹۱	حضرت سید الشہداد علیہ السلام۔	۱۰۴	۳۹۱	حضرت سید الشہداد علیہ السلام۔	۱۰۳
۳۹۱	روایات دربارہ قتل امام حسین	۱۰۴	۳۹۱	روایات دربارہ قتل امام حسین	۱۰۴
۳۹۱	علیہ السلام باجماع۔	۱۰۴	۳۹۱	علیہ السلام باجماع۔	۱۰۵
۳۹۵	بروایت اہلبیت کی موجودگی	۱۰۴	۳۹۵	بروایت اہلبیت کی موجودگی	۱۰۶
۳۹۵	میں سر امام حسین کا قطع ہونا۔	۱۰۴	۳۹۵	میں سر امام حسین کا قطع ہونا۔	۱۰۷
۳۹۵	تحقیقات دربارہ قطع سر مطہر	۱۰۴	۳۹۵	تحقیقات دربارہ قطع سر مطہر	۱۰۸
۳۹۵	امام حسین علیہ السلام۔	۱۰۴	۳۹۵	امام حسین علیہ السلام۔	۱۰۹
۳۹۵	قتل امام حسین علیہ السلام کی	۱۰۴	۳۹۵	قتل امام حسین علیہ السلام کی	۱۱۰
۳۹۵	خبر کا منتشر ہونا اہل کائنات	۱۰۴	۳۹۵	خبر کا منتشر ہونا اہل کائنات	۱۱۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۶	یا ابن زیاد۔	۱۲۶	۵۰۹	عبداللہ بن جعفر ثمالی کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا۔	۱۲۹
۱۲۷	عبداللہ بن جعفر ثمالی کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا۔	۱۲۹	۵۱۰	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی۔	۱۵۰
۱۲۸	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی۔	۱۵۰	۵۱۱	جناب ام المؤمنین ام سلمہ کو قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر ملنا۔	۱۵۱
۱۲۹	جناب ام المؤمنین ام سلمہ کو قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر ملنا۔	۱۵۱	۵۱۲	حکایت جناب فتنہ اور قتلے بہشتی۔	۱۵۲
۱۳۰	حکایت جناب فتنہ اور قتلے بہشتی۔	۱۵۲	۵۱۳	واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیت اطہار۔	۱۵۳
۱۳۱	واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیت اطہار۔	۱۵۳	۵۱۴	غم امام حسین علیہ السلام میں جادات و حیوانات کا آنسو بہانا۔	۱۵۴
۱۳۲	غم امام حسین علیہ السلام میں جادات و حیوانات کا آنسو بہانا۔	۱۵۴	۵۱۵	منزل نصیبین میں ملعونوں کا آل رسول کی بے احترامی کرنا۔	۱۵۵
۱۳۳	منزل نصیبین میں ملعونوں کا آل رسول کی بے احترامی کرنا۔	۱۵۵	۵۱۶	واقعہ شیرین در راہ شام اور سلام حسین کا عجاظ۔	۱۵۶
۱۳۴	واقعہ شیرین در راہ شام اور سلام حسین کا عجاظ۔	۱۵۶	۵۱۷	شام بصریہ کے لیے اسیروں کا	۱۵۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳۵	کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا۔	۱۳۵	۱۳۶	تحقیقات درباره فتنہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۱۳۶
۱۳۶	کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا۔	۱۳۵	۱۳۷	اہلبیت اطہار کا کوفہ میں داخلہ۔	۱۳۷
۱۳۷	تحقیقات درباره فتنہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۱۳۶	۱۳۸	پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم۔	۱۳۸
۱۳۸	اہلبیت اطہار کا کوفہ میں داخلہ۔	۱۳۷	۱۳۹	امام حسین علیہ السلام کے سر پر کھڑا کرنے پر عداوت۔	۱۳۹
۱۳۹	پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم۔	۱۳۸	۱۴۰	کوفہ میں اہلبیت اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات۔	۱۴۰
۱۴۰	امام حسین علیہ السلام کے سر پر کھڑا کرنے پر عداوت۔	۱۳۹	۱۴۱	شہر کوفہ میں حضرت زینب فاطمہ کا خطبہ۔	۱۴۱
۱۴۱	کوفہ میں اہلبیت اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات۔	۱۴۰	۱۴۲	روایت مسلم کچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا۔	۱۴۲
۱۴۲	شہر کوفہ میں حضرت زینب فاطمہ کا خطبہ۔	۱۴۱	۱۴۳	اسیران اہلبیت اطہار اور زندان کوفہ۔	۱۴۳
۱۴۳	روایت مسلم کچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا۔	۱۴۲	۱۴۴	اسیران اہلبیت اطہار اور زندان کوفہ۔	۱۴۳
۱۴۴	اسیران اہلبیت اطہار اور زندان کوفہ۔	۱۴۳	۱۴۵	امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر ملنا۔	۱۴۵
۱۴۵	امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر ملنا۔	۱۴۵	۱۴۶	امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر ملنا۔	۱۴۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	بنتاب شہر بانو کا اسیر ہو کر	۵۶۵	۱۶۲	بچی خرائی کی حمایت اسیران	۵۸۷
	زمانہ خلافت حضرت عمر میں			آل محمد میں شہادت اور بعض	
	مدینہ آنا۔			منازل راہ شام کے واقعات۔	
۱۵۷	حضرت شہر بانو کے حالات	۵۶۹	۱۶۳	روضہ خونی نجاس عزرا۔	۵۹۶
	اور نام کی تحقیق۔		۱۶۴	منزل عسقلان اور ضریر خرائی	۶۰۱
۱۵۸	شاہ زنان بنت یزدجرد کا	۵۷۱		کا حمایت اہلبیت اطہار میں	
	عالم خواب میں حضرت فاطمہؑ			خروج۔	
	کے ہاتھ پر اسلام لانا۔		۱۶۵	یزید ملعون کو اسیران کر بلا کے	۶۰۵
۱۵۹	دیر رابیب میں سر ہار شہداء	۵۷۵		شام پہنچنے کی قبل از داخلہ	
	کر بلا کا رکھا جانا۔ جنت سے			و مشق ملنا۔	
	سیدہ مالین کا آنا اور رابیب		۱۶۶	اسیران اہلبیت کا شام میں	۶۰۷
	نظرانی کا مسلمان ہونا۔			داخلہ اور هجوم عام شام میں	
۱۶۰	منزل قفسرین میں سیریدہ	۵۸۱	۱۶۷	ورود اہلبیت اطہار اور	۶۱۲
	امام حسینؑ کا رابیب کو دعوت			صدر دروازہ مسجد حضرت	
	اسلام دینا۔			امام زین العابدینؑ کا ایک شامی	
۱۶۱	شہر سمدین میں ورود اسیران	۵۸۶		بزرگ کے ساتھ احتجاج۔	
	اہلبیت اور وہاں کے حالات۔		۱۶۸	مقدمہ ورود اہلبیت اطہار	۶۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۸	باخراہ شام اور کوفہ مولف۔	۱۷۴	۱۷۴	جانیق نصاریٰ کا یزید کے	۶۲۱
	دربار یزید ملعون کا آراستہ	۶۲۰		ہاتھوں قتل ہونا۔	
	ہونا اسیران کر بلا اور سر ہار شہداء		۱۷۵	عبدالوہاب سفیر شاہ روم	۶۲۲
	کا داخلہ و دربار ہونا۔			اور دربار یزید۔	
۱۶۹	قصر یزید کا آراستہ ہونا اور	۶۲۳	۱۷۶	حضرت امام زین العابدینؑ	۶۲۷
	سر ہار شہداء کی طلبی۔			کے ساتھ یزید کا مکالمہ	
۱۷۰	یزید کا اپنی سلطنت خلافت	۶۲۵	۱۷۷	یزید ملعون کی مے نوشی اور	۶۵۲
	پر فخر کرنا اور سر ہار شہداء			سرام حسینؑ کے ساتھ جرات	
	کے ساتھ جرات کرنا۔		۱۷۸	کیفیت ورود اہلبیت اطہار	۶۵۶
۱۷۱	یزید کے الحرم میں سے ایک	۶۳۱		بادربار یزید اور بنتاب فاطمہؑ	
	عورت کا دربار میں خواب			جناب ام کلثومؑ کو کنیزی میں	
	بیان کرنا اور اس کا			طلب کرنا۔	
	شہادت پانا۔		۱۷۹	دربار یزید میں حضرت زینبؑ	۶۶۲
۱۷۲	راس الجالوت کا یزید کے	۶۲۵		خاتون کا خطبہ۔	
	ہاتھوں قتل ہونا۔		۱۸۰	برایت منتخب حضرت زینبؑ	۶۷۲
۱۷۳	شہر واسط میں ایک دوست اور	۶۳۷		خاتون کا دربار یزید میں احتجاج	
	کی موت۔		۱۸۱	مخاطبہ یزید باامام زین العابدینؑ	۶۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۵	یزید کا اہلبیت اطہار کو ملنا اور معذرت خواہ ہونا۔	۷۲۷	۲۰۳	تحقیقات اس باب میں کیا جابر ابن عبد اللہ انصاری روز اربعین وارد کر بلا ہوئے ہیں اور امام زین العابدین سے ملاقات کی ہے۔	۷۵۶
۱۶۶	یزید کا اہلبیت اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا۔	۷۳۱	۲۰۴	جابر ابن عبد اللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کر بلا ہونا اور اہلبیت اطہار کا ملنا۔	۷۶۰
۱۶۷	اہلبیت اطہار کی شام سے مدینہ منورہ واپسی۔	۷۳۲	۲۰۵	جابر ابن عبد اللہ انصاری اور زیارت اربعین۔	۷۶۳
۱۶۸	اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا۔	۷۳۷	۲۰۶	روایت دیگر روز اربعین جابر ابن عبد اللہ انصاری کے وارد کر بلا ہونے پر۔	۷۶۵
۱۶۹	حضرت زینب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبہ احتجاج۔	۷۳۸	۲۰۷	ثواب زیارت اربعین۔	۷۶۷
۱۷۰	جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب کرنا۔	۷۴۳	۲۰۸	حکایت ابراہیم دیرج۔	۷۷۰
۱۷۱	حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۹	۲۰۹	یزید مجنون اور پہلو کا بڑے زیارت قبلام حسین کر بلا جانا۔	۷۷۴
۱۷۲	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۵۲			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۲	دربار یزید میں اموی کا خطبہ اور حضرت امام زین العابدین کا احتجاج۔	۶۸۰	۱۸۹	حضرت امام حسین کی ایک کہیں بیٹی کی زندان شام میں وفات۔	۷۴۴
۱۸۳	حضرت سکینہ فاطمہ کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔	۶۸۲	۱۹۰	حضرت امام زین العابدین کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا۔	۷۴۵
۱۸۴	دربار یزید سے اسیران اہلبیت اطہار کا زندان شام میں داخلہ۔	۶۸۶	۱۹۱	حضرت امام زین العابدین کے ساتھ منہال کوئی کی گھٹو۔	۷۴۷
۱۸۵	زندان شام میں اسیران اہلبیت اطہار کی پریشانی اور توجہ خانی۔	۶۹۰	۱۹۲	واقعہ ہندہ زوجہ یزید۔	۷۴۹
۱۸۶	امام حسین و اصحاب کے سردار کا مسجد جامع دمشق میں ہلکایا جانا۔	۶۹۵	۱۹۳	شام میں تعین مکان برائے آقامہ عزراء امام حسین علیہ السلام۔	۷۵۲
۱۸۷	سفیر روم کا دبیر یزید میں حکایت کینسہ حافریاں کرنا اور شہید ہونا۔	۶۹۸	۱۹۴	یزید کا شنگاران کوفہ و شام قتل امام حسین کے بارے میں استفسار کرنا۔	۷۵۵
۱۸۸	بروایت لہوف زندان شام۔	۷۰۱			

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اجد عشقش چه بیا سوختم
 خوش دلی هر چه مراد پاک
 حاصل عمرم سخن پیش نیست
 سوختم، سوختم، سوختم
 پیرهن محنت و غم دوختم
 در ره اندر دیش بغروختم
 سوختم، سوختم، سوختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کالباس محنت و غم و اندوہ ہے میں

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷۹۲	حضرت سید سجادؑ سے محمد حنفیہ	۲۱۴	۷۷۸	اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت۔	۲۱۱
۷۹۳	حضرت امام زین العابدینؑ	۲۱۵	۷۸۱	بسال سخن در فتح مکہ	۲۱۱
۷۹۵	کا نعمان قافلہ سالار کو خدمت کرنا	۲۱۶	۷۸۶	۲۱۲ حضرت کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (دکن) تشریف لانا	۲۱۲
۷۹۷	مدینہ میں صف عمر امام حسینؑ علیہ السلام۔	۲۱۷	۷۸۷	۲۱۳ اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد مدینہ پہنچنا۔	۲۱۳
۷۹۸	تحقیق و دیار و دفن سر پریدہ امام حسینؑ علیہ السلام۔	۲۱۸			



خوش نصیب ہوں کہ امام حسین کا غم میرا سایہ دل پہ ہے اور میں نے اس راہ محبت حسین سید الشہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا حاصل یہ ہے کہ روانہ دار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خاص اکل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمایا ادب تک چالیں کتب دینیہ و علمیہ پر یہ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حقائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ کمال وقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کس معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن محمد اشرف اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی آتابک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے حدیث یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام کو کار ہمیشہ زندہ رہتا ہے
سعدیا مراد کو نام نمیرد ہرگز نہ!
مردہ آنست کہ نامش بکوی بزد

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس اکل عبا امام حسین علیہ السلام کے حالات میں سے تین امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشوراء ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علی و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اول قاتل شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔

جلسہ مقدمہ شہادت جوانان محمدی و مرتضوی اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ لما هبت الرياح خريف الحتوف من مهب الرماح والقبال والسيوف على حداثق الاصحاب والانصار وذهبت بعافيهما من الخضارة والنضارة والماء والاوراق والانهار۔

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بد مذہب مسلمانوں نے چین فاطمیہ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبوی مرہا گیا۔ اور اوراق کتاب ناطق پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجار چین نبوی و فاطمہ قطع کر دیے گئے چین کی حفاظت کرنے والی بارہریختہ ریختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ

برآمدگی مرمراز دشت کین بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزاں آمد بوستان از دشت دل آتش تشنگی سر دشت
یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آندھی چلی جس سے بہت نخل (اشجار) باغ مصطفوی مرہاں مرہاں گر پڑے۔ چین فاطمی میں خزاں چھا گئی۔ بوستان مرتضوی زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا۔

وما قنعت بنشر اوراق موار دات الخدود
بل قمعت اصول نخيل موزونات القدود
بے رحم کوفیوں نے دین نبوی اور بوستان مرتضوی کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا۔

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا داحسرت اس وقت امام حسینؑ پر کس قدر عہدہ جاگاہ گزرا ہوگا۔
وقت ذبح شہید محصوم امام حسینؑ کے اس قدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا
خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے
والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خاک پر کرنا لشکر اعداء کا بھوت

تماشا ئی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے
زمین پر گرے۔ مضطر بافی الد ما در مقابل طرفہ الی السماء ناجیا للرب راجیا للعیاء
یعنی کہ مائے مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں
میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اوراق قرآن
زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دور دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ
آتے تھے اور حالت براحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے
امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔
خداوند قاتلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور وصیۃ الشہداء میں
ہے اور اس روایت کو اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوند
شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ
کے نزدیک پہنچا۔ حضرت نے ایک آہ سر دی بھری۔ اور فرمایا انصراف لست
انت تقتلنی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

سلسلے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک
ظالم آیا اور اس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ دجل
من بنی اسد فذبہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے
اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز
میں قتال کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔

سپاروشن بخت بدست مادر او	مکن خیال کہ گرفت و برد در خیمہ
کہ ترکندی کی قطرہ آب خنجر او	مکن خیال کہ بردش کنار نہر فرات
غبار غم مزداید ز روئے اور او	مکن خیال کہ موج است از راہ احسان
بلند کرد و بخاک او فلکند پیکر او	فغان و آہ کہ بگرفتہ پیش از دو گام
کشید خنجر و کرد از بدن سر او	بسوز شیعہ از این غم کہ پیش چشم پد

بزیر تیغ جو اکفل دست پیاد منیر

بدی نگاہ پدر سوئے نقش اطہر او

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبداللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو
اس لیے نہیں کہ اسے درخیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اس کی ماں کی سپرد کر دے۔
اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے
جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو
کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم و الم کی گرد پڑی
اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغان سنی گئی
کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبداللہ تڑپا تو امام حسینؑ

کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علیؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر ابن سعد تو خود کیوں قتل نہیں کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اس خون ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر ابن سعد ملعون خنجر بکف امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ جب امام حسینؑ نے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت جنت بقتلی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوال جوان نصرانی

کتاب ریاض المؤمنین میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصرانی نے خواب میں چار مرتبہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ شخص شہر ریم کا رہنے والا تھا۔ طالبان حق اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت بیاضت و عبادت میں گزارتا تھا۔

فطرتش از نور عقل پاکتر چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰ آئین حبان نورانی او صد چو عیسیٰ لیک نصرانی او

یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی گم وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا تلاشی

گرفتار رہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبر خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلا ہونا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ اے چہ کردہ است دگنا ہش چہ این ہرمہ لشکر
یکی گرفتہ بکف تیغ و اندک خنجر
چہ کردہ است کہ از وی تو منع آب کنی

چہ کردہ است کہ برکش تش شباب کنی
یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاف شدہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیرو تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادہ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاف شدہ) کیا ہے کہ تو نے اس پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیائے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔ اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گر گیا۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی طرف رخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے آپ کی محبت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے جائیں۔ حضرت نے فرمایا طلب نفسا فانی شیع لك عند الله خاطر جمع رکھ مطمئن رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعوں آج امام حسین علیہ السلام کی غوغاری کرو عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السلام تمہاری شفاعت کریں اور تمہیں گہنی محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

ہے تو راہ سفر شام اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے نصرانی اب ملک شام سے کوئہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوئہ پہنچا کچھ دنوں کوئہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوئہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوئہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کے لیے روانہ کے لیے تھے لاقعد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں تو شام نصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین زمین یونس بن مثنیٰ اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشی منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰ تشریف فرما ہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت تام کمان بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے اس نصرانی سے گریہ کمان حالت میں فرمایا کہ لے جوان اٹھاؤ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبیین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محترم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کر لے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ رؤساء کوئہ میں سے ایک مہتر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ تجرح کو لاؤ۔ نصرانی تجرح کو لایا اور اس نے مرہم پٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار نگہ و پریشانی دیکھے اور اس کو ترسان و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کاہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علی پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسین گھوڑے سے زمین پر تشریف لاپکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا نالہ و شیون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسین تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کلاس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا ہے

کائی نصرانی چون تو عیسیٰ ملتے نیست با اسلام ہیچست نسبتی
ان شہی کامیال بخاک افتادہ است در یقین پیمیر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب است دشمن دشمن بہر ملت رواست

گر کشی اور اندانی چون شود

نزد عیسیٰ بہر تبتت انزول میشود

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ نصرانی تو ملت و دین عیسیٰ پر ہے نہ کہ مسلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے یقیناً بنی زاوہ ہے تو اسے رسول خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

ہر نفس جو آتا جاتا تھا۔ کشمکش کے عالم میں تھا۔ بزیان حال یہ کہہ رہا تھا اے خداوند! تجھے جاہ جلال عیسیٰ دین عیسیٰ، عبادت برہمن، اور آتش پرستوں کی پاکدامنی، کلیسائی اعظم، اور مریم کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ۔ مجھ پر واضح کر دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جا رہا ہوں کہیں منصوص بارگاہِ بزدلی تو نہیں ہے کبھی اس کا قتل کرنا کہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزان ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں۔ میں تجھ پر ہی تو قتل رکھتا ہوں۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو جویانی حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ

آنجان حق پرست پاک جان داشت با حق گفتگو با مرد نہاں
بارہا خیر آور پیش من تابنا شد این جوان ہم کس من
بر من اسے ہادی تو ہمارا راست کن شناسائی دیم گزراویلا راست

در تکلم بود جانش با آکہ
ہم چنین تا آمد اندر قتل گاہ

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے اور اے ہادی مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے کا کیا مقصد ہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف رن جان باقی تھی۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام پہنچا۔

کہ دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا روا ہے اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسیٰ کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی اس خیال سے کہ یہ لشکر اسلام ہے مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی سے عمر بن سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمد کو قتل کر دوں وہ خنجر کھف قتل گاہ میں پہنچا۔ لیکن بہت متفکر تھا

نصرانی مستند دل ریش ہر گام کہ می نہاد در پیش
گامش چو نفس شمرہ میرفت پی بر مطلب بزد میرفت
میرفت وز غبار میرفت ہر دم بزیان مال میگفت
یارب بجلال وحبہ عیسیٰ یارب برداج دین ترسا
یارب بعبادت برہمن یارب بمغان پاکدامن
یارب بکلیسائی اعظم یارب بطواف گاہ مریم
یارب بجوای باد مجری کاین شخص بناسد از نصائی
گر کشتن او ثواب بودی کی از وی اجتناب بودی
لشکر ہمہ اشک واہ دارند اندیشہ ازیں گناہ دارند
گویا عسکارتین بد بخت یوں من دگری نیافت دل سخت
گر خار در این رہبت گر گل
دست من و دامن تو گل

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ نصرانی غمگین اور پریشان دل تھا۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

جمال شاہ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو عیسیٰ دوران میں یہ تو اپنے وقت کے
نوح و سلیمان ہیں یہ خود یحییٰ ہیں یہ زکریا ہیں۔ ہنگام بلا ہی یوسف زندان بلا
ہیں میری غلیل خدا میں یہی اسمعیل ہیں میری فزیح الشہ ہیں۔ اس وقت وہ بہت
سخت پریشان ہوا ہے

چون دید حالت زار شش جوان نصرانی

بگر گفت امان است از این مسلمانی

کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند

کہ بیچ گبر بعالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امام مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور
اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر بیکی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر
رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسول
خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس
نصرانی نے امام حسین کی طرف رخ کیا اور کہا اے فخر اولاد آدم اے سید و سردار
بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ
نبی یا امام، آپ تو مقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

ۛ

در بحر خون چو باہی بسمل شناری
گو نید کو فیان تو زاد لاد احمدی

حیدر کلام سرد احمد کہ ام شاہ

خود کیستی وہ بہر چہ صد بار پیکری

یعنی کہ نصرانی نے امام عالی مقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو
اپنے خون میں شل ماہی بسمل شیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے۔ کوئی لوگ
تجھے بغیر زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدر اود احمد
کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسین علیہ السلام
نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشہ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ
طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔
اس نے امام عالی مقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام
عالی مقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں
اور بائیں جانب نگاہ کی شہداد کہ بلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہار شہداد
ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے
امام عالی مقام کو شہداد کہ بلا کی قسم دی کہ ۛ

بحق قوم الشہداء و عطشاننا
و ترکوا مجرد اعدیاننا
بحق هذا الشاب العباس
والرجل المذکور و هذا الناس
بحق هذا الجسد المنور
شاب یسعی بعلی، الا کبر

یعنی اے مقرب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہداد کی جو پیا سے شہید ہوئے ہیں او
ان کی لاشیں عریاں پڑی ہیں۔ اے مولیٰ آپ کو قسم ہے عباس علیہ ارکی۔ اور اس
جسد منور کی قسم ہے جو علی اکبر کے نام سے موسوم ہے۔ غرض کہ جوان نصرانی نے
حضرت امام حسین کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثناء میں اس
نے دیکھا کہ خیام امام حسین سے ایک بی بی بار بار نکلتی ہیں اور مقتل میں کبھی جوان
علی اکبر کی لاش پر روتی ہیں اور حسین کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آ جاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظّمہ سیدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تدک
المرآة المخصدة تعرف فيها القوم بہ بنت حیدر یعنی کہ آپ کو قسم ہے
اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرائے پس جیسے ہی امام مظلوم نے
اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ہے

منم فرزندان شاہی کہ جبرئیل بود و بیان

بمکتب خانہ اوانبیاء المفضلین ابجد خوان

اگر توریۃ میدانی دگر انجیل میخوانی!

شناستم جد و بایم کیستہ امیر و نصرانی

مخبطار نہ باشد نام جد و شتلیا باہم

بود حاسن حسن بن قتل زاد و تشنہ آبم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربار میں جبرئیلؑ
انجیل میں اور اس شاہ زمین کے مکتب میں انبیاء و مرسلین ان بیچوں کی مانند ہیں کہ جو
ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر تو رات پر ہے اور اگر تیری نظر
انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے آب و جد کا نام موجود ہے۔ حاسن۔

میرے بھائی حسنؑ کا نام ہے اور میں حسینؑ ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی
اس نصرانی نے سنا کہ جس نے لگائیں آپ پر قربان آپ حسینؑ ابن قاطلہ ہیں آپ
سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علی مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ شکر بے دین آپ کا دشمن
ہے۔ اور اے نصرانی تو نے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس
نے عرض کیا اے مولیٰ آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالی مقام نے فرمایا کہ
شب گزشتہ تو نے میرے جد نامہ رسولؐ اختیار کر خواب میں دیکھا کہ تم

انبیاءؑ ان کی خدمت میں ماتم کمان بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ نے تجھ
سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبر اسلامؐ سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پسر
مصطفیٰؐ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب بر سنا۔

فوراً اس نے کلمہ اسلام پڑھا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ
پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند
افراد کو داخل جہنم کیا۔ اس شکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے
میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان
نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشہ چشم سے امام حسینؑ کی طرف
دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ - الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین -

قتل گاہ میں امام حسینؑ علیہ السلام پر شکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا شیعة الال وارباب الوجد والملا استشعروا
اشعار الاحزان وافیضوا الدموع المقرحة للاجفان فانھا فی
المعیبة الکبری والوقعة الختمیة العظمی وعدو یتکم المصلی
واما مکمل الوصی المرثی وسید تکم الزہراء بعدہ الوریۃ
التي بکی الملا تکه السماء واهزلة العرش الملک الاعلی
قائلین یا سیدنا وسید الانبیاء هذا سبطک مبنو ذبالعراء
هذا سبطک محرد ذالرأسی من القفاء هذا اجزاءک
یا رسول اللہ اجروک فی الرسالۃ۔

اما بعد!

قطع کیا۔ اور عمرو بن عقیلہ جعفری نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے درپے حملے کئے۔ آپ وامحمد اہل علیاہ واطہمتاہ کی صدا دے رہے تھے اللعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدک العفایا ابا عبد اللہ

جنگ خندق میں خوات بن جحیر کی یہوشی اور قتل گاہ

میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی یہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفار جمے ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسول کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے آنحضرتؐ بایں وجہ متفکر و پریشان تھے جناب سلمانؓ فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دور دور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضورؐ اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا ماہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولد الحرام اس وقت امام حسینؑ کے غیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت فجر میں صدمے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ شعیب ابن ربیع اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اسے بد بخت ان بیس ویسے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو غیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک فحش ہو گیا۔

صحابیان مقابل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہونے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولد الحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابوالخنف ملعون نے امام مظلوم کی پیشانی مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابوالیوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانہ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اس قدر تیر و تیر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوت امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح۔ جنت اعلیٰ کو پہنچ کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ امر ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعمہ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

لشکر کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اسے موالیان امام حسین۔
حضرت سید الشہداء نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ
خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق
کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ مشہور ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر
باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے
ہیں جنگ اعراب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ
شوال ۶ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خواتین بھی شامل
تھیں۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا
کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ
ماہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی روزہ افطار موم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا
کہ خواتین بھی تیند سو رہا ہے جھگڑنے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار روزہ
نہ کھا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ
خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا اور رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے
اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا بعد روزہ پر روزہ رکھ لیا
جب سپیدی سحر نمودار ہوئی اٹھا دو گانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا
اور مشغول کام ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر قبضہ کیا کہ وہ غش
کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپؐ بہ نفس نفیس
اس کے سر پرانے تشریف لائے اس کا سراپے زانو سے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی
کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے روزہ افطار نہیں کیا
تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

غداً جبریل امین خدمت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم
کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَقًّا يَكُونُ لَكُمْ الْخَبَرُ
الَّذِي مِمَّنِ الْخَبَرِ إِلَّا سَوْدٌ مِّنَ الْفَجْرِ۔ من
(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی
دھاری آسمان پر نہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ خواتین کی بیہوشی خدا اور رسولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں
مرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعد منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو
گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ماہ رمضان المبارک
میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعد خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو
منسوخ کر دیا اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے
باس میں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے
یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے
مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں
روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقع خواتین بن جبریلؑ کی غشی
بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت
کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رفاہ خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی
بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرمایا۔ جس سے ساری ملت
اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا حضرت غامس آل عباؑ بطور رسول الثقلین امام
حسین علیہ السلام جی گھوڑے سے زمین کو بلایا پر گرنے کے بعد زخمی

قطع کیا۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے درپے حملے کئے۔ آپ و امحمد لا و علیا و افاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے اللعنة الله على القوم الظالمین۔
على الدنيا بعدك العفايا ابا عبد الله

جنگ خندق میں خوات بن جحیر کی بیہوشی اور قتل گاہ

میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسول کی نسبت بدگائیاں کرنے لگے آنحضرتؐ بایں وجہ متفکر و پریشان تھے جناب سلمان فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دور دور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضورؐ اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرتؐ ملی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو-دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر و لدا الحرام اس وقت امام حسینؑ کے غیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت حجر میں صدمے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ شیبث ابن ربیع اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اسے بد بخت ان بیس و بے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو غیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خوش ہو گیا۔

صاحبانِ مقاتل کہتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر و لدا الحرام نے آپؑ کو دشنام دیں۔ ابوالجوق ملعون نے امام مظلوم کی پیشانی مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارا۔ اور حصین بن نمیر نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابوالیوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانہ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الیاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اس قدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوتِ امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپؑ پر تیر مارا تو آپ کی روح۔ جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت غنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر و لدا الحرام نے آپؑ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعمہ بن شریک نے آپؑ کا دست مبارک

لشکر کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اے موالیان امام حسین۔
حضرت سید الشہداء نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ
خیام کے گرد خندق کھودی جائے پناہ صحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق
کھودی۔ اور امام حسین کے خیام ایک قلعہ مشغور ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر
باطل اور لشکر حق کے درمیان مد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے
ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ
شوال ۶ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبرئیل شامل
تھیں۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا
کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ
رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی روزہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا
کہ خوات گہری نیند سو رہی تھیں جھگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار روزہ
نے کہا بیدار کیوں نہیں جوتا یہ وقت افطار ہے سلمان افطار موجود ہے وہ
خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا و رسول سے غذا نہیں کھائی ہے
اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا البتہ روزہ پر روزہ رکھ لیا
جب سپیدی سحر نمودار ہوئی اٹھا دو گانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا
اور مشغول کام ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش
کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرت کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفس نفیس
اس کے سر پرانے تشریف لائے اس کا سراپے زانو سے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی
کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ افطار نہیں کیا
تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرت اُس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فورا جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم
کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكَلُوا وَالشَّيْءُ بَوَاحَقَّ يَكْبَتِينَ لَكُمْ الْخَيْطُ
الَّذِي مِمَّنِ الْخَيْطُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْفَجْرِ۔ ص
رسوۃ البقرات ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی
دھاری آسمان پر نہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ خوات کی بیہوشی خدا و رسول کی خوشنودی میں تھی۔ عادت میں
وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں
حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعد منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو
گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب یا رمضان المبارک
میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعد خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو
منسوخ کر دیا اور رسوۃ البقرات آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے
لباس میں اور مردان کا لباس میں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے
یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں انزاع سے
مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں
روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقع خوات بن جبرئیل غشی
بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت
کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رنار خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی
بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت
اسلام کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا حضرت فاطمہ آل عبا بطور رسول الثقلین امام
حسین علیہ السلام علیہ السلام بھی گھوڑے سے زمین کر بلبلہ پر گرنے کے بعد زخمی

حالت میں بیہوش ہوئے ہیں۔ امام عالی مقام کی بیہوشی بھی عجیب مرتبہ رکھتی ہے امام حسین علیہ السلام کی یہ بیہوشی نہ صرف ملت اسلامیہ کے لیے بشارات ہے بلکہ اس بیہوشی میں حیات اسلام مضرب ہے۔

اسلام زندہ ہو گیا پس کربلا کے بعد

امام حسین نے اسلام کو زندہ جاوید بنادیا۔ اور اس بیہوش کا عوض بارگاہ خداوندی سے یہ عطا ہوا ہے کہ آپ کی شفاعت عند اللہ مقبول ہے۔ آپ کی بیہوشی کے متعلق۔

ابی مخنف اپنے مقتل میں لکھتا ہے کہ وخر صریحا مغشیا علیہ وبقی

مکبونا علی وجہ ثلاث ساعتا۔ کہ امام حسین علیہ السلام تین ساعست تک بیہوش رہے۔ اس بیہوشی میں نہ اپنی فکر نہ اپنے دل و عیال کی فکر۔ صرف تو میرا اللہ تھی مرحوم علامہ اپنی کتاب الزیاض میں فرماتے ہیں کہ حالت غشی میں انسان اپنی ذات اور غیر چیزوں سے غافل ہوتا ہے لیکن اس حالت غشی میں امام عالی مقام غافل نہ تھے بلکہ مثل مغشی علیہ یعنی کہ جن پر حالت غش حاوی ہو) اپنا چہرہ مبارک خاک پر رکھے ہوئے تھے اور گوشہ چشم سے بسوی آسمان دیکھ رہے تھے۔

اور راز و نیاز کے طریقہ پر فرما رہے تھے کہ میں خدا یا میں نے تیری بلاؤں پر صبر کیا ہے اور تیری قضا و قدر یعنی تیرے احکام پر راضی ہوں (قضا اس حکم کو کہتے ہیں کہ جو مخلوق میں دفعتاً جاری ہو) اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تو فرما کر نے والوں کا مددگار ہے و احسنا اس وقت رسول خدا کہاں تھے کہ امام حسین علیہ السلام بیہوشی کی حالت میں خاک و خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑے تھے کہ شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کیا۔ لا لعنة الله

علی القوم الظالمین۔

اختلاف اقوال در بارہ قتل حضرت سید الشہداء

علیہ السلام

روز عاشورا سلطان دین و دنیا حضرت خاس آل عبا امام حسین علیہ السلام خاک کربلا پر بیہوش پڑے ہوئے تھے تو بروایت لہوف۔ عمرو بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ایک سردار کی طرف رخ کیا اور کہا۔ و یحک انزل الی الحسین و ارحته۔ کہ وائے ہو تجھ پر اپنے گھوڑے سے نیچے اتر۔ اور حسین کو ان زخموں سے راحت دے یعنی قتل کر۔ وہ شخص گھوڑے سے اتر آیا یعنی پیادہ ہوا خولی بد سخت ملعون نے پیش دستی کی کہ امام حسین کو قتل کرے کہ اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسین نے گوشہ چشم سے خولی کی طرف دیکھا۔ اور اس کے جسم ناپاک میں لرزہ پیدا ہو گیا اور وہ آپ کو قتل نہ کر سکا۔ اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔ کتاب تیر المذاب میں ہے کہ خولی کے جسم نجس میں جب لرزہ پیدا ہو گیا اور وہ واپس چلا گیا تو شمر ولد الحرام نے اس کو دیکھا تو کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو لرزہ بردار نام ہے اور قتل کرنے سے باز رہا۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ اس وقت کہ جب امام حسین علیہ السلام غشی کی حالت میں تھے روح پرواز کر گئی تھی بعد چالیس سوار امام مظلوم کے قتل کے ارادے سے لشکر عمر بن سعد سے نکلے اور ہر ایک نے چاہا کہ سر مبارک امام حسین قطع کرے۔ ان لوگوں میں شید بن ربعی ملعون بھی تھا جب کہ وہ نزدیک پہنچا تو

حضرت میں ابھی رتق جان باقی تھی آپ نے گوشہ چشم سے اس کی طرف دیکھا۔ اور وہ کانپ گیا اور قتل سے باز رہا اور لشکر میں واپس چلا گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ سنان بن انس نے قتل کرنے کی طرف رجوع کیا۔ اور شیدت بن ربیع سے کہا کہ میں نہ سہمہ سکا کہ تو نے حسین کو کیوں قتل نہ کیا اور تو نے اپنی قوم کو بد نہاد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے تلوار دے میں ذبح کروں گا۔ شیدت بن ربیع اور سنان بن انس ملعون دونوں قتل گاہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے کہ امام حسینؑ نے آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ اور شیدت بن ربیع کے جسم نجس میں لرزہ پیدا کیا اور وہ وہاں سے واپس آگیا۔ اس وقت سنان بن انس نے واپس پہنچ کر عمر بن سعد ملعون سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا اسے عمر تو چاہتا ہے کہ روضہ محشر میرا گریبان ہو اور پیغمبر خدا کا دست مبارک ہو لیکن سید مہموم کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کہ وہ حضرت کے سامنے آیا کہ تلوار آپ کے گلوے مبارک پر پھیرے اور ذبح کرے۔ کہنے لگا کہ میں تمہارا سر قطع کر دوں گا حالانکہ جانتا ہوں کہ تم فرزند رسول خدا ہو بعض اہل سیر و تواریخ لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ علیہ السلام کے سر مبارک کو نظر بن خیر شہ ملعون نے کاٹا ہے۔ لیکن یہ سارے اختلافات ایک طرف فی الواقع امام حسینؑ کا قاتل شمر ولد الحارث ہے کہ جس نے امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مبارک جدا کیا ہے۔ حضرت نے اس وقت پانی مانگا مگر اس ملعون نے پانی نہ دیا۔ کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساتی کو تیرے ساتھ تمہیں سیراب کریں گے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور فضا و کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں متادی نے پکارا قتل حسینؑ بکربلا و بیح الحسین بکربلا۔ لا لعنة الله على القوم الظالمين۔

روایات درباره قتل امام حسین علیہ السلام باجماع

کتاب نواد میں علی ابن اسباط روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کان ابی مریضاً یوم قتل ابیہ و کان فی الخیمۃ یعنی کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے میں جہانم دار امام زین العابدینؑ بیمار تھے اور غیمہ میں تھے۔ میرے پردہ بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کنت اسی مولینا کیف یختلفون مع الحسین و یسفونہ و یلثموا میں دیکھتا ہوں کہ شیطان و غلامان کو لے کر بددم امام حسینؑ پانی لینے کے لیے گئے۔ چنانچہ پانی کی خاطر جانے آئے میں لشکر عمر بن سعد ملعون حاضر ہوا اور انجام کار شہادت ہوا۔ ولقد قتلوه نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان یقتل بها الکلاب۔ اور اس طرح گھیر کر قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے حالانکہ مسلمانوں نے تو اسے رسول خدا کو اسی طرح شہید کیا۔ بعد فرمایا لقد قتل ابی السیف والسنات والنجار و عو الخشب والعصا ولقد اوطوه الخیل بعنہ ذلک۔ کہ ہمارے پدر مظلوم کو تلوار سنان۔ تیر۔ پتھر۔ لکڑیاں وغیرہ سب کچھ مارے گئے اور بعد لاش مظہر پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے یعنی کہ لاش پائمال ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کو لشکر اعدائے گرفتار کر لیا اور شہید کر دیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام کے خطبات سے کہ جو آپ نے کوفہ میں دیئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کو مبرکے ساتھ قتل کیا ہے یعنی کہ گھیرا ڈال کر شہید کیا۔ اُم کلثوم فرماتی ہیں اے اہل کوفہ قتلہم اخی صبراً یعنی اے اہل کوفہ تم نے میرے بھائی کو گھیر کر قتل کیا ہے کتاب ریاض میں علامہ فرماتے ہیں

کہ معنی قتل صبراً ای حساً و قال لا تقتلوا الحيوان بالصبور۔
 کتاب مجمع البحرین میں ہے کہ نفعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ عن قتل
 شیء من الدواب صبراً۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے
 صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اس زمانہ میں ایسا ہوتا
 تھا کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ
 نیم مردہ ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا
 ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم کو سفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو نحرو تو پہلے اس کو
 پانی پلاؤ پھر اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو اور پھر امام فرماتے ہیں
 کہ میرے پدر بزرگوار کو گھیر کر قتل کیا۔ (رازمزجم حضرت سید الشہداء امام حسین
 علیہ السلام کا شہید ہونے سے قبل چلے کرنا تو اترات میں سے ہے زخمی حالت
 میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور تاملان امام حسینؑ میں کئی اشخاص کے نام بھی
 وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شرف ملا حرام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور
 سر مبارک جدا کیا ہے پس جناب سید سجاد علیہ السلام اور جناب ام کلثوم سلام اللہ
 علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے تو چہ یہ ہے کہ عمر ابن سعد
 ملعون کا تمام شکر ہی قتل امام حسینؑ کے لیے کر بلا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید
 ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہوا)

مرحوم سید بن طاووس کتاب لوف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کہتا
 ہے کہ ا فی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صاخر مادر البشاشا
 الامیر فہذا اشم قد قتل الحسين ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں شکر عمر بن سعد
 میں کھڑا تھا۔ کہ میں نے شور و غل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اسے امیر

تھے مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا
 مفلوں کو چیتا ہوا قتل گاہ امام حسینؑ تک پہنچا۔ اور حضرت کے سر ہاتے کھڑا ہو
 گیا۔ لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ
 نے خود جان دی ہے ایسا نورانی چہرہ جب کہ وقت جان کنہی حسینؑ کا چہرہ تھا
 کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نور جلال سے سارا مقتل منور تھا۔ اور اس وقت
 امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے۔ مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے
 پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاذ اللہ تم آب گرم پیو گے۔ جس پر امام حسینؑ علیہ السلام
 نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولؐ اُفدا اور اپنے بابا علی مرتضیٰ سے آب کو تیر پیوں گا
 شکر بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آ گئے۔
 ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابن علیؑ پر لوٹ
 پڑے فغضبوا باجمعہم کان اللہ لم یجعل فی قلب احد منهم من
 اللہ شیشا۔ میں نے اس وقت اس قوم پر نہاد کی ہرجی پر سخت تعجب
 کیا۔ اور میں نے مہتمم ارادہ کر لیا کہ اب اس قوم بجا کار میں نہیں ٹھہروں گا۔

بروایت اہل بیت کی موجودگی میں مبارک

امام حسینؑ کا قطع ہونا

جب امام حسینؑ علیہ السلام ملا عین کے جوہر ستم سے بحالت زخمی گھوڑے
 پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرار لیا۔ سر مبارک خاک پر تھا اور لبوں پر مناجات تھی۔
 فدو الجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور دشمنوں کو درگزر کر رہا تھا۔ کبھی حضرت

کے نزدیک آتا اور قدموں کو چومتا۔ کبھی صیغہ کرتا۔ کبھی آپ کے سر ہاتھ کھڑا ہو جاتا۔ اور بزبان حال کہتا تھا ہے

زجائی خیز کر زخم منت فزوانست
برہنہ جسم تو در آفتاب سوزانست
زجائی خیز بریم سوئے خیمہ بیکر تو
کماستار تو دار و سیکندہ دختر تو
زجائی بر خیز کر ترسم مقابل زینت
بحسیم زار تو تارندہ کو فیماں مرکب
زجائی خیز زرخ از خون دیدہ ہمارکن
کفن بکشتہ زار علی اکبر کن
زجادیان ہم خدمت کمر آبرودام
رحضرت تو ہمیں من یک آرزو دام
کمراد و گم از ہر غمگار شوی
زجائی خیز زور پشت من سوار شوی

علامہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بزبان حال امام مظلوم سے خطاب کیا اسے مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھئے کہ آپ کے جسم مبارک پر کثرت سے زخم ہیں۔ اور آپ کا جسم مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھئے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لجاؤں کہ آپ کی پیاری بیٹی سیکندہ آپ کے انتظار میں ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ اٹھئے مجھے خوف ہے کہ زینت خاتون کے سامنے کوئیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کر دیں۔ اسے مولیٰ اٹھئے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تیر کیجئے اور علی اکبر کے کفن کا انتظام کیجئے۔ ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ ایک ترہ بھر غمگار کو موقعہ عطا کیجئے اور میری پشت پر سوار ہو بیٹے۔

ذوالجناح جب بالوں ہو گیا کہ اب حسین مظلوم خیمہ تنگ نہیں جا سکتے۔ تو خود درخیمہ پر پہنچا اور صیغہ کیا الحرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب درخیمہ

پر جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ علی ذوالجناح ہے اس کٹھنم فریاد کرتے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا۔ اور پھر تمام الحرم نے سولے سید سجاد، ذوالجناح کے ساتھ قتل کا رخ کیا۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں واسمہ فرسک۔ شیخ غلیبی کہتے ہیں کہ وقت فزع امام مظلوم تمام مخدرات اہلبیت موجود تھیں۔ اور جناب زینت خاتون نے جب بھائی کے لاش پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست و پا گھوڑوں کے سموں سے پائمال ہو گئے ہیں دل سے آہ کھینچی اور امام مظلوم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

اخى هل للسبا یا من ولى

اخى هل للیتامی من کفیل

یعنی اے بھائی اب ہم اسیروں اور یتیموں گلگوں ولی و کفیل ہے۔ اور یہ کہہ کر بھائی کی لاش پر گرا دیا روئیں فریاد کی۔ نو صر پڑھا پھر بھائی کے خون میں انگلی تر کر کے کہلائے

الایا امر قومی واسعدیخی

علی نکبات دھری و اندی بی

یعنی اے مادر گرامی قدر ذرا قبر سے باہر نکلے کر بلا آئیے اور یہ روز بد دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاش برادر پر توڑ کر رہی ہے صاحب مفتاح البکا لکھتے ہیں کہ شرمelon نے آپ کو اپنی ٹھوکر مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلوم فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائی کے بدلے مجھے قتل کر دے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ الحرم کو تازیانہ مار کر لاش امام حسین علیہ السلام سے دور کیا۔

الشیخ الذکر کی فرماتے ہیں

فأقبلت زينب تقول له يا شمر يا شمر خذ سيدنا
يا شمر نقد یہ بالنفوس خان قتلته فال مصاب يقتلنا

یعنی دختر امیر عرب نے باپ شمر گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسین کو موت قتل کر لے
حسین کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسین کے ساتھ رہوں لیکن شمر
ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینب اور اہل بیت کو لاش مظلوم سے جدا کیا۔

حضرت میر سید شریف کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

فرزت من خذل السنور لنادیا

یہ سین من نجل علی استحبیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا اور خیمہ اہلسیت پر پہنچا تو تمام مختصات خیموں سے باہر
نکل آئیں۔ اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا۔ اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدا را
قتل کرنے میں جلدی نہ کر اے شمر یہ فرزند رسول خدا ہے فرزند علی مرتضیٰ ہے یہ
خالہ زہرا کا نور نظر ہے۔ اے شمر اس کے عوین ہمیں قتل کر دے۔ اے ظالم
شاید کہ حسینؑ حالت غشی سے ہوش میں آجائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات
اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ اہل بیت دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور
شمر ولد الحرام امام مظلوم کو ذبح کرتا رہا زیارت ناحیہ مقدسہ میں ہے کہ والشمس
جالس علی صدارك مولع سیفہ علی غدرك قابض علی
شیبتك بیدہ ذابح لك بمہندہ وقد سکت حواسك و
خفیت انفسك ورفع علی القنار اسك وسبی اهلك
کالعبیدہ وصفا وا فی الحدید فوق اکتاب المطیات

تلفح وجوہہم حوالہا جوات یساقون فی البراری والغلات
اید یہم مغلولۃ الی الاعناق یطاف بہم فی الاسواق فالویل
للعصاة الفساق۔

بقول جہور اہل خبر و سیر ایسا ہے کہ اس وقت اہل بیت کو واپس پلے گئے تھے۔
کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ
جب اہل بیت قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر آپ کی حیات سے
ہو گئے تو خیمے میں واپس آ گئے۔ لیکن شمر ولد الحرام نے تازیانوں کے ذریعہ اہل بیت
اور عورتوں کو مقتل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر شمر ولد الحرام امام حسینؑ کو ذبح
کرنے کے لیے آیا اور آپ کے سینہ اقدس پر موزہ پہنے ہو قدم رکھا۔ آپ نے
اُس سے فرمایا کہ تو میرے خون ناسخ میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے اس نے کہا کہ یہ زید
انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے انعام دینوی بہتر ہے یا شفاعت آخرت
اس بد نہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے
تو پہلے مجھے پانی پیلا دے اور پھر ذبح کرنا۔ لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پیلا۔
پھر امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا لے کہ
میرے نانا نے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل میرا ہوگا اس نے چہرہ اپنا کھولا
آپ نے دیکھا تو وہ مبروص تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتبے
سے ملتا جلتا تھا۔ اور اس کے بال خنجر برد (سور) کی مانند ہوں گے جب شمر نے
سنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو۔ لا ذبحنا
من القنار۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پس گردن سے ذبح کروں گا
پس اس نے امام مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیعوں! امام حسینؑ میں ماتم کرو۔ گریہ کرو

نومبر پر صوفے

العزیزان در غم سبط نبی افغان کنید

سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید

از پی آن تشنہ لب بر خاک میزید اشک چشم

در میان گریہ یاد آنگل غنہ دل کنید

یعنی کماے شیعوں غم سبط نبی میں گریہ و اناری کرو۔ اپنے سینوں کو سوز فراق شاہ شہداء میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے انگ بھاؤ اور دُر و کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امام مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعوں تم جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

تحقیقات در بارہ قطع سر مطہر امام حسین علیہ السلام

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ انہ لما کان صلوات اللہ علیہ عہد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرة من دم حلقۃ الارض ان يتجاو عن سیئات شیعتہ و محبہ و اشہد بذلک رسول اللہ و جبرئیل الخ حضرت امام حسین علیہ السلام کا عالم ذر ہی میں روز ازل رب الارباب غلے تلے تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہان شیعہ اور مجتہد کی خطاؤں کو معاف کر دے خداوند عالم چونکہ کریم مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخشے گا۔ اور اس عہد و میثاق پر رسول خدا بہ نفس نفیس اور جبرئیل امین گواہ

ہوئے ہیں اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام نے آپ کے سینہ چاک چاک پرندہ رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا۔

اس وقت آپ کی توجہ حضرت ابنہ کی طرف ہوئی۔ ادب ارگاہ، خدا میں عرض کیا۔ اللہم

انی قد وفیت بعہدی و انت قد عہدت لی ذلک فان انت

اولی بالوفا بما عہدت لی۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا اے خدائے حسین کہ میں

نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخش دے۔

فاذا هتف هاتفت ونادی یا حسین طب نفساً فانا ایضاً قد

وفیتا بما عہدنا وتجاو عن سیتنا اشیا علیک لاجلک حتی ترضی۔

اس وقت ہاتھ تپیں نے تادی کہ اے حسین، اے سر بلند صدق و صفا حسین، اے

بیکر و قاسم حسین، اے شہید کرب و بلا حسین، خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کر دوں

گا۔ اور تیرے شیعوں اور مجتہد کے گناہ معاف کر دوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو

مجھ سے راضی ہے اس وقت شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا

یہ ہے کہ شمر ملعون نے غنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا۔ روایات

میں ہے کہ شمر نے امام حسین کو اس طرح ذبح کیا جیسے گو سفند کو ذبح کرتے ہیں

اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمد

امام مہدی علیہ السلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد

ہوئے ہیں کہ والشمر یجتلس علی صدرک ومولم سیفہ علی نحرک

قابق علی شیبک بیڈہ ذابح ذلک بمہندہ۔ یعنی کہ شمر ملعون

حضرت امام حسین کے سینہ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا

دوسری روایت امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے یہاں نصیب

سے فرمایا کہ اسے بیان تو حسین مظلوم پر گریہ کر فائدہ نہ کماؤ۔ یہ الکبش کہ ہمارے جدِ غرگوار حسین مظلوم مثل گو سفند ذبح کیا ہے۔

اور پس گردن سے ذبح کرنے کے سلسلہ میں روایت ہے کہ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور لوط بن یحییٰ نے اپنے مقتل میں اور صاحب تبر منڈاب نے اپنی کتاب میں اور بھی بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ خاکبہ علی وجہہ وقطع س ۱ سہ۔ کہ شمر ولد الحرام نے حضرت کو اس طرح لٹایا کہ جیسے سجدہ کی حالت میں کوئی انسان ہوتا ہے اور پھر آپ کا سر مبارک قطع کیا اور خصوصاً حضرت زینب خاتون کا دینہ پہنچ کر جدا مگر رسول خدا کی قبر مبارک پر یہ فرمایا کہ یا جدا ہذا حسینک مجروحاً الرأس من القفا۔ یعنی کاسے نانا یہ حسین ہیں کہ جنہیں پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ اور سید سجاد علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ہانا ابن المجزوء الرأس من القفا۔ یعنی کہ اس کا فرزند ہوں جو پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ پس امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ صاحب کتاب ریاض لکھتے ہیں کہ شمر لعین آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھا اور سر مبارک قطع کرنا شروع اور جب گردن سے سر جدا ہو گیا تو پھر باقی رگوں کو پس گردن سے کاٹا اور سر مبارک جدا کیا۔ اس وقت ندامت غلبی آئی۔ یَا بَتُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِنْ جِئِیْ اِلَیْ سَرِیْتُ كَ سَرَا ضِیَّةٍ مَرَضِیَّةٍ (سورۃ الفجر آیت ۷) یعنی لے لیمنان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے خوش آؤ وہ تجھ سے راضی۔ شمر نے سر مبارک قطع کرنے کے بعد نیزہ پر سر بلند کیا اس وقت اس لشکرِ بیدین نے نعرہ اُٹھا کر بلند کیا۔

سید ریحی فرماتے ہیں کہ اس وقت قضا کر بلا میں سیاہ آنندھیاں ملنے لگیں۔

اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب عذاب نازل ہوگا۔ حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ لشکرِ عراقین سعد میں سے ایک شخص شور مچانے لگا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے شور مچانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے پچھم خود ابھی ابھی دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ایک نگاہِ بھر لشکرِ پر ڈالی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ راوی نے حضرت صادق آل محمدؑ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ صحیح کرنے والا اور نالہ کرنے والا کون تھا آپ نے فرمایا کہ وہ حیر بنیل امین تھے کہ جو حسین مظلوم پر گریہ کناں تھے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات

پر اثر

جو کچھ کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے تو ہاتھ غیبی نے ندا دی قتلِ حسین بکر بلا۔ ذبحِ الحسین بکر بلا مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں وجائت جاریۃ من ناحیۃ خیمۃ الحسین فقال رجل یا امۃ اللہ سید تلک قد قتل۔ کہ ایک کنیز خیمہ سے نکلی تو اس سے ایک شخص نے کہا اے کنیز خدا تمہارے سید قتل ہو گئے۔ اس کنیز کو بلہرم کی محذرات نے بغرض آگہی مالالت سید الشہداء باہر بھیجا تھا کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے اس نے کہا کہ

خبر امام حسینؑ کی خاطر قتل جاری ہوں تو اس نے کہا کہ اے کبیر حسینؑ قتل ہو گئے۔ جب اس کبیر نے نیمہ میں خبر دی تو سب سے پہلے حضرت زینبؑ نیمہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ ذوالجناح در نیمہ پر کھڑا ہے زین خالی ہے باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ الجحرم نے ذوالجناح کے گرد جمع ہو کر نوحہ و زاری کی اور تمام کائنات عالم سین کے غم میں غلگلا تھی تمطر السماء دما و دما ۱۔ اس وقت آسمان فوں اور راکھ برسے سورج مثل خون سرخ ہو رہا تھا جب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا سر مبارک قطع ہو گیا۔ اود نیزہ پر بلند کیا گیا اس وقت ایک ساعت تک لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ موت کے موہنہ میں ہیں اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ تھا فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں دریائے فرات میں تلاطم تھا۔

میں تم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ روز عاشورا محرم مہم نے آسمان سے خون برستا دیکھا بعد معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت حسینؑ سید الشہداء قتل ہوئے تھے۔ شیخ بھائی نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار کو مسجد کوفہ میں ایک عقیق ملا جو خون کی طرح سرخ تھا۔ اور اس پر تحریر تھا کہ میں ایک موتی تھا کہ جو روز ترویج علی المرتضیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نثار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب روز عاشورا خون حلق امام حسینؑ زمین پر گر ا رنگ مثل خون سرخ ہو گیا۔ اسی شب جناب ام المومنین ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں اور پریشان ہیں اور گرد کپڑا پر پڑی ہے۔ اور وہ مٹی جو رسولؐ خدا نے ہمیں دی تھی جب اسے دیکھا تو اس میں خون تازہ ہوش زن تھا۔ اس وقت زبان ہاشمیہ اور مدینہ کی عورات جمع ہوئیں اور ماتم سید الشہداء کی نوحہ و بکا اور گریہ زاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ او

پھر قبر رسولؐ خدا پر ماتم کیا۔

روح حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا عرش خدا کی

طرف عروج

جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مطہر تن سے جدا ہو گیا اور امام مظلوم کو دیئے گئے۔ تو فرشتے آپ کی روح مطہر کو آسمانوں پر لے گئے بلکہ آپ کا جسد چاک چاک بھی فرشتے آسمان پر لے گئے ہیں فلما عرج بروح صلوات اللہ علیہ انقلب الحال علی اهلها کہ جب آپ کی روح پرفوتوح آسمانوں پر پہنچی تو ہر ایک آسمان کے فرشتے گریہ و زاری کرنے لگے۔ اور نالہ و زاری کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک آسمان پر ستر ہزار فرشتوں نے استقبال کیا اور گریہ و زاری کی۔ اور روز قیامت تک یہ فرشتے حضرت امام حسینؑ پر گریہ و زاری کریں گے فلما بلغ الی العرش المجید اخذت قوامہ فی الرخاء۱۰ التشنید یدہ۔ جب کہ روح مطہر امام حسینؑ عرش خدا پر پہنچی ستونہائے عرش خدا متزلزل ہو گئے۔ یعنی کہ عرش خدا نے اس طرح اظہار غم کیا۔ خداوند ذوالجلال والاکرام نے روح پرفوتوح کو مورد اللطف و عنایات بنایا۔ اور اسی طرح امام حسینؑ کے جسد پارہ پارہ کی ملائکہ نے زیارت کی اور پھر وہ جسد مبارک زمین کربلا پر واپس لایا گیا۔ اور تین دن کے بعد سپرد خاک کہا گیا کہ جہاں اب قبر مبارک امام حسینؑ واقع ہے اور مرکز زیارت اہل ایمان ہے۔ حضرت امام العصر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ملائکہ قبر رسولؐ خدا پر نازل ہو اور آپ کو ان کے فرزند حسینؑ مظلوم کا

پر سردیا۔ اور پھر یہی فرشتے قبر سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گئے اور امام حسین کیا اس طرح قبر امیر المومنین پر قائم کیا۔ پس زمین و آسمانوں میں ماتم حسین برپا ہوا۔ اسے شیعہ تو بھی غم امام حسین علیہ السلام میں گریہ و بکا کر دے۔ روز عاشورا محرم گریہ بان چاک کر دے۔ برہنہ سر ہو جاؤ۔ اور شایانہ امور ترک کر دو۔ امام حسین کی یاد میں فاقہ کرو بیاسے رہو۔ اور بعد حکام عصر۔ امام حسین کی پیاس یاد کرتے ہوئے پانی پیو۔ **لا لعنة الله على القوم الظالمين**۔

شکر عمر ابن سعد کا لباس حضرت امام حسین کو غارت کرنا

اور احوال ذوالجناح

بعد قتل امام حسین علیہ السلام گرد و غبار ختم ہوا۔ تو عمر ابن سعد ملعون کے شکریوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لباس کو لوٹنا شروع کیا۔ ہم اس مقام پر صرف یہ ایک روایت سپرد قراطس کرتے ہیں و سلبوا جميع ما كان عليه حتى سراويله۔ امدادین نے تمام لباس لوٹ لیا یہاں تک کہ پانچ جامہ بھی چاک چاک کر ڈالا۔ آپ کا جامہ ”ثوب عقیق“ کے نام سے مشہور و معروف ہے ثوب کہتے ہیں جامہ، لباس کو اور عقیق کے معنی ہیں پُرانا۔ بحیر بن عمر ملعون نے زیر جامہ آثار پابا پس جیسے ہی اس نے گستاخی کی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے یعنی خشک ہو گئے اور وہ زیر جامہ نہ اتار سکا۔ یہ کہہ لباس آنحضرتؐ نے وقت رخصت آخر چہرنا تھا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یہ لباس بہت زیادہ بوسیدہ تھا جگہ جگہ سے چاک چاک تھا۔ امام مظلوم کا عمامہ افسس بن مرثد ملعون نے لوٹا۔ (ملاحظہ

ہو کتاب لہوف) اور سحر میں ہے کہ آپ کی قبائے مبارک جو حوٹہ بن جویہ ملعون نے اتار لی۔ مالک بن شمر ملعون نے آپ کی زرہ، اسود بن خالد ملعون نے آپ کے نعلین اتار لئے۔ اسود بن حنظلہ ملعون نے آپ کی تلوار اور سحر بن کعب تمیمی ملعون نے اوپر کا لباس اتار لیا۔ بروایت مرحوم السید۔ عمر ابن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی زرہ لوگوں کو دکھائی جو طوائف تھیں یعنی سونے کی تھیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرہ میدامن تھی۔ ان غارتگروں میں آخری شخص بھدل بن سلیم ملعون تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ لشکر والے قتل گاہ کی طرف جلتے ہیں واپس آتے ہیں تو عمر بن سعد بدبہاد انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ بھدل بن سلیم بھی لالچ میں آ کر یا اس خیال سے کہ عبید اللہ ابن زیاد کی نظروں میں ممتاز ہوگا۔ یہ حرام زادہ مقتل میں پہنچا دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی لاش بے لباس پڑی ہے۔ اس کو کوئی لباس اتارنے کے لیے نہیں ملا تو مالوس ہو کر واپس ہو رہا تھا کہ اس ظالم کی نظر امام مظلوم کے دست مبارک پر پڑی آپ کی انگشت مبارک میں انگشتی تھی اس نے چاہا کہ انگشتی اتارے مگر وہ نہ اتار سکا۔

اس حرام زادہ نے تلوار سے انگشت مبارک قطع کی اور انگشتی اتار لی زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علی الاصبغ المقطوع۔ کہ سلام ہو اس پر کہ جس کی انگشت مبارک قطع کی گئی۔ وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت پر پابو گا تو جبریل ائین اپنے سر پر ایک طبق لیے ہوں گے اور اس میں امام حسین علیہ السلام کی وہ انگشت مبارک ہوگی۔

علامہ ایسی کتاب الیامین میں فرماتے ہیں کہ جب شکر عمر ابن سعد سامان لاش امام حسین علیہ السلام لوٹنے میں مشغول تھا تو اس وقت ذوالجناح۔ آپ کی لاش مبارک

سے دور کھڑا تھا۔ اور کبھی کبھی لاش کے گرد طواف کرتا تھا۔ اور لشکر کے لوگ اس کو گرفتار نہ کر سکے کیونکہ ذوالجناح آپ کی میراث میں سے ایک تھا۔ مگر کوئی میراث نبوت کو نہیں لے سکتا۔ لباس و عمامہ و تلوار، انگشتری وغیرہ جو اعداء دین نے غارت کیں از قسم میراث نہیں ہیں۔ ذوالجناح امام حسین علیہ السلام زخم خوردہ، پیاسا کھڑا تھا۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ ذوالجناح کو قرار نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اکثر ظالموں کو زخمی کیا۔ اس پر دشمنوں کی نظر تھی۔ شیخ درکمی کہتے ہیں کہ ذوالجناح کی آنکھوں سے اشک جاری تھے سے

لحق له والشمر يقطع راسه وخيواله تجرى على اغصانه
والسمه يندبه ويلحم نحره ويعود عادي السرج في بيدانه
یعنی اندوہ و افسوس ہے مجھ پر کہ شمر ملعون نے میرے سامنے میرے راکب کا سر قطع کیا اور دوسرے گھوڑوں نے میرے سوار کی لاش مطہر پر قدم رکھے۔ عمران سعد ملعون نے حکم دیا کہ ذوالجناح کو پکڑ لیا جائے کیونکہ یہ گھوڑا رسول اللہ کے گھوڑوں میں سے ایک سے جو کوئی ذوالجناح کو پکڑنے آتا تو ذوالجناح اُسے دانتوں سے کاٹتا۔ کبھی دولتی مارتا۔ پھر عمر بن سعد ملعون نے زیادہ تعداد میں لوگ بھیجے کہ ذوالجناح کو پکڑ سکیں۔ آخر کار ذوالجناح نے پھر خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور درخیمہ پر پہنچ کر صیحا کیا۔ اہلحرم درخیمہ پر جمع ہو گئے۔ سیکڑے خاتون بابا بیا کہہ کر فریاد کر رہی تھیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب امالی میں تحریر کرتے ہیں کہ کام کلثوم نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور گریہ و زاری کیا۔ ذوالجناح کے گریہ و زاری پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صیحا کرتا ہوا زمین پر گر ا اور اس نے اپنی جان دیدی۔ محمد ابن ابی طالب

کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ انہ روى بنفسه على الارض وجعل يسهل ويصعب براسه على الارض عند الخيمة حتى مات۔ کہ وہ سر پیک پیک خیمہ کے سامنے ہی مر گیا۔ بروایت روضۃ الشهداء ابوالموید خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

در بندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہر بانو دختر بزر و جزو زوجہ امام حسین علیہ السلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح اور شہر لے کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے ابی مخنف نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسین سے دور کیا۔ خیمہ الحرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور معلوم کہاں چلا گیا اس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منورہ میں مقابل مسجد نبوی لایا گیا اور خبر قتل امام حسین آنحضرت کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آل محمد امام مہدی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔

تاراجی خیام اہلبیت

صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ جب اعداء دین حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش مطہر سے لباس وغیرہ لوٹ چکے تو ان ظالموں نے خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور اٹانہ اہلبیت لوٹا۔ اس وقت اہلحرم میں ایک قیامت برپا تھی۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ قال حمید بن مسلم فرما لقد كنت ارى المرأة من نساہ و بناتہ و اهلہ تنازعن ثوبها و عن ظهرها حتى تغلب عليه فذهب به عنها۔

یعنی حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب کسی عورت یا دختر کی طرف چادریں چھیننے کے لیے ظالم ہاتھ بڑھاتے تو وہ از خود چادریں زلیور وغیرہ اتار کر زمین پر پھینک دیتی تھیں۔ تاکہ کوئی ناجحرم ہاتھ نہ لگا سکے۔ اس بے کسی میں یہ پردہ کی شان تھی۔ داحتر کوئی اس وقت ان یکس بیبیوں کا مددگار نہ تھا کہ ان ظالموں کو دوا کرے۔

زینب آنو غنا چو دید از انہ طرف
کہ از سوز دلش رو برنجف
گفت ای جلّال مشکہا عسلی
ای چسراغ جملہ دلہا عسلی
ہر کہ در تنگی علی گفت اے پردہ
دست او بگری از ہر رنجد
ماکہ در بند بلائیم یا عسلی
جملہ اولاد شمائیم یا عسلی
از نجف تا کہ بلا پردہ نیست
آمدن بہر تو نامقدور نیست

علامہ یہ ہے کہ حضرت زینب یکس نے جب یہ غارت گری دیکھی نہ کوئی مؤنس تھا نہ غنوار نہ عباسؑ نہ علیؑ اکبر نہ عون و محمد نہ اصحاب حسینؑ، ایک مرتبہ نجف کی طرف رخ کیا اور پکار کے فرمایا اے مشکل کشائے عالم علیؑ دلی (میری تصنیف مشکل کشا عالم ملاحظہ ہو) مدد کو آئیے۔ ہماری دست گیری کیجئے۔ تنگی میں مدد کیجئے آپ کی اولاد بلاؤں میں مبتلا ہے کہ بلا سے نجف دور نہیں اور آپ کے لیے یہاں پہنچنا آپ کے اختیار سے باہر نہیں ہے۔ ہائے بابا ہمارے خیموں میں آگ لگ رہی ہے۔ ہماری چادریں اتار لی ہیں شمر سنگر سکینہ کو طمانچہ مار دیا ہے۔ اس وقت اہلحرم میں شور و فغان و آہ برپا تھا کتاب لہوٹ میں ہے کہ جب اس قوم بے حیا نے خیم اہلبیت رسولؐ کو لوٹا تو ایک ظالم دوسرے پر لوٹنے میں سبقت

کر رہا تھا کوئی چادر اتار رہا تھا تو کوئی مقتنع، کوئی سکینہ کے گوشوارے اتار رہا تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب لوٹ مار زوروں پر تھی تو ایک عورت نے آل بکر بن وائل کو جو لشکر عمر ابن سعد ملعون میں تھے غیرت دلائی چنانچہ وہ لوگ حمایت اہلحرم میں تلواریں کھینچے ہوئے آئے اور شمر و لاہلحرام کو لوٹ ماسے روکا۔ اور کہنے لگے اے مسلمانوں یہ تمہارے پیغمبرؐ کی اولاد ہیں تم ان کو غارت کر رہے ہو ان کے خیموں کو تالاج کر رہے ہو۔ اس وقت اس زن نیک شو کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہہ فاخذھا زوجھا ورا دھاالی دخلہ یعنی کہ اس ضعیفہ کا شوہر آیا اور اس کو خیمہ میں لے گیا۔

محمد بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر بے دین تارا جی خیام کے لیے آیا تو شمر ملعون ان کے ساتھ تھا۔ اور ان بیروں نے شمر کے حکم پر آل رسولؐ کی چادریں گوشوارے اور زیور چھین لیے۔ خیموں میں آگ لگا دی۔ بچوں، عورتوں کو تازیانے لگائے۔

الشیخ خیر عاملی فرماتے ہیں کہ جب لشکر اعداء بقصد غارتگری خیام آیا تو حضرت زینب خاتون نے عمر ابن سعد ملعون کو یہ غلام بھیجا کہ ہمیں لوٹنے میں جلدی نہ کرو اگر مسلمان زیورات لباس وغیرہ ہی لوٹنا مد نظر ہے تو ہم تمام اسباب خود جمع کر کے دیدیں گے۔ قبل اس کے کہ ناجحرم ہمارے خیموں میں داخل ہوں اور ہمیں ہاتھ لگائیں حضرت زینب خاتون نے تمام مخدرات سے فرمایا کہ سب مسلمان جمع کر دو۔ سب نے اپنا اپنا زیور اتارا۔ چادریں جمع کیں اور حضرت زینب خاتون نے ایک خیمہ میں ان چیزوں کو جمع کر دیا اور لشکر اعداء نے لوٹنا شروع کیا جس کے ہاتھ جو چیز لگی وہ لے گیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے قال زینب بنت علی کنت فی ذلک الوقت

واقعه فی الحیمۃ اذ دخل رجل ارزق العینین فاعنهما ما کان فی الخیمۃ
حضرت علیا زینب غاتون فرماتی ہیں کہ میں خیام کے صدر دروازے پر کھڑی
تھی کہ ایک نامزد ظالم نیلی آنکھوں والا خیمہ میں آیا۔ جو کچھ خیمہ میں تھا تاراج کیا۔
اس وقت میرا برادر زادہ سید سجاد خیمہ میں بیماری کی حالت میں تھا کہ اس
ملعون نے بیمار کو بیدار کیا اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور بستر کیلینچ دیا۔ میرے سر سے
چادر اور گوشوارے چھین لیے اور وہ ملعون بچوں کو تازیانے لگا رہا تھا۔ واہ محمدؐ
کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کتب فقہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو
تازیانہ مارے تو خداوند عالم روز جزا اس کو تازیانہ آتش اس کے بدن پر مارے
گا۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم عادل ہے ایک تازیانہ لگتے ہی خدا پر انتقام لینا واجب
ہے۔ واہ مصیبتا۔ ظالموں نے اہل محرم اور بچوں کو کشتہ تازیانے لگائے ہوں
گے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں کہ وقت تاراجی خیام
ایک شخص آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایک بلند نیزہ اس کے پاس تھا۔ اور وہ
ظالم بچوں اور عورتوں کو نیزہ مارتا اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہا تھا۔ وسیعہ
الذین ظلموا آل محمد۔

خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دربارہ فضیلت جہاد

اور حالت سید سجاد وقت تاراجی خیام

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانے میں معاویہ دوستداران
علی مرتضیٰ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہا تھا انجناٹ ایک روز میرزا تشریف لے

گئے اور ترغیب و تحریریں جہاد دلائی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایہا الناس فان
الجهاد باب من ابواب الجنة فتصالحوا لخاصة اولیاء و هو لباس
التقوی و درع الله الحصینة والجنة الوثیقة فمن توكدة رغبة
عنه البسه الله ثوب الذل وشملة البلاء و دیت بالصغار والعائنة
وضرب علی قلبه بالاسهاب و اذیله الحق منه تبضع
الجهاد و سیم الخسف و منع النصف -
ماصل مضمون یہ ہے کہ لوگو جاننا چاہیے آگاہ رہو کہ جہاد سے دربارہ ہشت بندے
پر مکمل جاتے ہیں۔ جہاد لباس تقویٰ ہے جو مومن کے لیے ضروری ہے۔ جہاد
زرہ ہے جو بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے جہاد مقام محمود ہے جہاد ہشت
موجود ہے۔ جو لوگ جہاد سے قرار کرتے ہیں ان کے لیے ترک جہاد سے ذلت
کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتے ہیں۔ اور ان پر بلائیں
اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ پس حق کے لیے جہاد کرو الا وافی قد دعوتکم
الی قتال هؤلاء القوم لیلا ونهارا و قتلناکم اغزوهم
قبل ان یغزوکم فوالله ماغزی قوم قط فی الغز
دارهم الا ذلوا فتواکلتهم و تحاقلتم حتی شنت علیکم
الغارات و مملکت علیکم الا وطان۔ اے گروہ مردم میں نے چند مرتبہ تم کو آگاہ
کیا ہے کہ اس قوم سے جنگ کرو۔ رات دن کہتا ہوں کہ اس قوم سے جنگ کرو
لیکن تم غلہ پیش کرتے رہتے ہو۔ اور ذلت تم پر غالب آرہی ہے۔ جہاد میں اس قدر
کوتاہی جس کے سبب تمہاری املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ تمہارا وطن تباہ ہو رہا
ہے اور اب ایسا ہے کہ معاویہ نے کثیر لشکر بھیج دیا ہے۔ اس نے حسان بن حسان

نائب الحکومتہ کو قتل کر دیا ہے اور ہماری سرحدات پر لشکر جمع کر دیا ہے اور اب یہ خبر پہنچی ہے کہ معاویہ نے ایک زن مسلمہ کے گھر سامان جنگ جمع کیا ہے اور اس نے ایک زن یہودیہ کے جو اسلام کی پناہ میں ہے کے مکان کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے زیورات اور سامان خانہ کو لوٹ لیا ہے اور اس زن یہودیہ کو گھر سے نکال دیا ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس زن مسلمہ کے گھر کے مکان پر سامان حرب جمع کیا ہے اور زن یہودیہ کی حمایت کرتا۔ اسے کاش ٹائی زندہ نہ ہوتا کہ مجھے یہ سننا پڑا کہ میری دوست و حکومت میں ایسی بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ مولا علی سے خطاب کر دوں۔ مولا۔ ذرا کہہ لیں آئیے اور دیکھئے کہ لشکر عمر ابن سعد ملعون مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور آپ کی اولاد کے خیموں کو لوٹ رہا ہے کوئی شخص ابھرم کے سروں سے چادریں پھین رہا ہے کوئی گوشوارہ سے تار رہا ہے کوئی سید سجاد کا بستر پھینچ رہا ہے اور زینب خاتون فریاد کر رہی ہیں انسب بنات رسول اللہ و انتہ تنظرون اے مسلمانوں تم اہلبیت رسول کی یادیں پھیں رہے ہو۔ رسول زادیاں استغاثہ بلند کر رہی تھیں مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ کوئی بی بی کہہ رہی تھی سے اے علی اکبر برادر جان من در کجائی بشتوی افغان من یعنی کلاے علی اکبر برادر من کہاں ہو میری فغان و نالہ تو سنو یعنی میری مدد کو پہنچو۔ فقیر نے یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی برادر مومن کو جو فقیر و تنگ دست ہو لباس پہنائے یا تنگی میں اس کی معاشی امداد کرے۔ تو خداوند عالم سات ہزار فرشتے اس پر موکل کرتا ہے کہ جو اس کا طرف سے اس کے گناہوں کے لیے استغفار کرے

ہیں۔ لیکن و احسن تر ابن سعد کے لشکریوں نے ابھرم کا لباس لوٹ لیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حق قطعاً اذن امر کلشومر لحلقہ۔ کہ ظالم نے گوشوارہ کان سے پھینکا اور کان کی نوٹس کا فتر ہو گئی۔ و احسن تر ہا صاحب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ شمر ملعون جب غارت گری سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت سید سجاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت جناب زینب خاتون نے اس بے حیا کے پاس آکر کہا کہ اگر سجاد کو قتل کرنا ہی منظور ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے۔ شمر ولد الحرام کا ظلم دیکھ کر ابھرم میں شور فغان بلند ہوا۔ تو ناگاہ عمر بن سعد دور سے آتا ہوا نظر آیا وہ مرد و حضرت امام حسین کی زد پہنچے ہوا تھا۔ ابھرم نے دیکھا تو نالہ و لکایں شدت پیدا ہو گئی۔ عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اے ظالم آخر اولاد علی کو قتل کرنے کی کوئی مدد بھی ہے۔ اس نے لشکریوں سے کہا کہ کوئی شخص اس بیمار کو اذیت نہ پہنچائے پس شمر ولد الحرام آپ کو قتل کرنے سے بارہا۔ لیکن کہنے لگا کہ آخر کار اس کو عمر ابن سعد کیوں قتل نہیں کرتا۔ اس کو آگاہ کیا کہ اس کو دربار ابن زیاد میں زندہ پیش کرتا ہے۔ پھر شمر ملعون نے حکم دیا کہ خیام ابھرم کو آگ لگا دی جائے چنانچہ خیموں کو آگ لگا دی اور فخر جن حواسر مسلمات حافیات باکیات تمام مخدرات اور بچے سرا سیمہ حالت میں خیموں میں جاتی ہے اور کبھی خیمہ سے باہر نکل آتی ہے اور بھر جاتی ہے میں نے اس سے دریافت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خیمہ میں تمہارا کوئی سامان رہ گیا ہے فرمایا کہ خیمہ میں میرا بھائی حسین کی نشانی میرا بھتیجا سید سجاد بیماری کے حال میں بستر پڑا ہے اسے لینے جاتی ہوں غرض کہ جناب زینب خاتون سید سجاد کو لے کر باہر نکلیں۔ اللعنة الله على القوم الظالمین۔

سربا شہداء کے ساتھ ساتھ اہل محرم کا قتل سے گزرتا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے بعد تاراجی خلیام اہلیت یہ حکم دیا کہ دقت روانگی سربا شہداء علیہم السلام جب قتل سے اہل محرم گزریں تو ان کو وہاں لاشوں پر نہ جلنے دیا جائے۔ کیونکہ آہ و بکا بلند ہوگی جب زینب خاتون کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان ظالموں کو قسم دلائی اور فرمایا کہ خدا را ہمیں ہمارے عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے چلو تاکہ ہم پھر ایک بار کا دیدار کر لیں۔

ما بادل حسرت دیدار شہیدان دایم
دم آخرت موسس رو سے جو انان دایم

یعنی کہ ہمارے دلوں میں حسرت ہے کہ ہم آخری بار اپنے شہیدوں کی زیارت کر لیں۔ پس اجازت ملی اور اہل محرم لاش ہا شہداء پر پہنچے آگے آگے زینب خاتون تھیں اور اہل محرم، مخدرات بچے سب ساتھ ساتھ تھیں ماتم کرتے ہوئے لاشوں پر پہنچے۔ آنسوؤں کی صورت میں خون جگر بہاتے ہوئے قتل میں قدم رکھا ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نظر حسین کے جسد پارہ پارہ پر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ زینب خاتون نے روتے ہوئے بھائی کی لاش پر گرا دیا۔ مرموم بیند فرماتے میں آپ نے اس دقت مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا جدا یا محمد اہل صلی علیہ ملیک السماء هذا الحسین مومل بالدماء مقطوع الاعضاء۔

اسے جد نامدار سے محمد مصطفیٰ آپ پر ملا کہ سموات کے نماز پڑھی آپ کا یہ حسین خاک و خون میں غلطان پڑا ہے نہ گور و کفن ہے نہ ہی دفن کیا گیا ہے او اے مانا آپ کی نواسیاں قیدی بنائی گئی ہیں هذا الحسین بالحواء تسفی علیہ ابصا قتیل اولاد الیغاء۔ یعنی کہ یہ حسین دریا و خون میں تیر رہا ہے جنگل میں پڑا ہوا ہے یا حزن اہ یا کر یا الیوم مات جدی رسول اللہ و احسن اناہ، و امصیبتاہ آج گویا ہمارے نانار رسول خدا شہید ہو گئے پھر آپ نے از رو سے حسرت فرمایا۔ یا اصحاب محمد اہ ہولاء ذریۃ المصطفیٰ یا قون سوق المسبایا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب پیغمبر خدا کو نہیں مانتے کہ ذریت رسول خدا کو اسیروں کی طرح لیے جا رہے ہو پھر آپ نے لاش برادر کو مخاطب کر کے کہا ہائے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ زینب اس جگہ کا بوسہ لے سکے ہاں برادر تو زخموں سے پھوڑ پھوڑ رہے اور میں تجھے بے کفن پھوڑ کر جا رہی ہوں سے

برخیز ز خواب خوش برادر کایں دشت بلانہ جای خوابست
برخیز کہ شمشیر اسوی شام بر بردن کو دکان شتابست
برخیز کہ شور محشر آمد روز از شب من سید تراشد
یسی بد رخ اکبر آمد در نالہ و نوحہ بچوں ربابست
رفیق زکوے تو بصد آہ باما زہ کرم تو اسے شاہ ۳

یک چند قدم بیاہمدا
ہمراہی یکسان ثواب است

ان اشعار میں فارسی شاعر نے بزبان حال حضرت زینب خاتون کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ زینب خاتون نے لاش امام مظلوم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائی جان اس

نواب خوش سے بیدار ہو جائے اٹھئے۔ اٹھئے کہ یہ دشت بلا سونے کی جگہ نہیں ہے۔ اے برادر اٹھئے اٹھئے کہ شمر ملعون سونے شام بچوں کو بڑی تیزی سے لیجا رہا ہے۔ یعنی کہ بچے شتران بے کجاد سے گتے ہیں اور آغوش موت میں چلے جاتے ہیں۔ اے برادر اٹھئے اٹھئے کہ شور قیامت برپا ہے اور راتوں سے زیادہ دن ہم پر سخت گزر رہے ہیں۔ ام بلی علی اکبر نور نظر کی تلاش میں قتل میں آئی ہے نومہ کر رہی ہے اے برادر من ہم تیرے کو پر سے رخصت ہو رہے ہیں۔ بعد آہ و بکا جا رہے ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے جو درد بھر دیا ہے ہر صاحب دل اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ دست دشمن سب ہی زینب خاتون کا نومہ سن کر رو رہے تھے غرض کہ۔۔۔

روز شہادت شہ طہاشام شد	بر اہلبیت غمزہ صبح قیام شد
آہ زد میکہ قافلہ تشنہ حجاز	از کہ بلا روانہ سونے شہر شام شد
ناگہ گرز خیل اسیران بے پناہ	یر قندگاہ سبط رسول انام شد
از آن زمان بیکس اطفال بے پدر	بر دور نعلش پاک حسین آردھام کرد
بر سر برہنہ دخترک ماہ پارہ	در طوف جسم کشتہ عالیہ قیام شد

کاشی تشنہ لب برادر بجان برابر

بنگر بخواہرت کہ اسیر ظلام شد

غلامہ اشعار یہ ہے کہ حضرت زینب بیکس نے فرمایا کہ شاہ بطحا کی شہادت کا روز ختم ہو گیا اور اہلبیت پر صبح اسیری آگئی۔ واسر تہا کہ کوئی دم میں اب ہم کربلا سے شام روانہ ہوں گے۔ ناگاہ اہلرم کا قافلہ قتل گاہ شاہ شہیدان سے گزرا۔ اس وقت

شاہ مظلوم کی لاش کے گرد آردھام ہو گیا۔ مختدرات سر برہنہ تھیں۔ اور لاش مطہر کا طواف کر چکی تھیں زینب خاتون نے مسیحہ کیا اور چرخ گردوں سے آواز آئی کہ زمانہ کا ظلم مد کو پہنچ گیا پھر آپ نے لاش برادر سے خطاب کیا اے برادر بجان برابر۔ ذرا دیکھئے کہ تیری بہن اسیر ظلم ہو کر عار ہی ہے روایات معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام شب یازدہم محرم کو اہلبیت کربلا میں رہے اس شب کو خیام اہلبیت تاراج کئے گئے۔ اعدا دین نے آل رسول کے خیموں کو آگ لگا دی اور گیارہویں محرم کو بعد وقت ظہر اسیروں کا قافلہ کو فہ کو روانہ ہوا۔ جب قافلہ روانہ ہوا اور بیکوں نے شہیدوں کی لاشوں کو پٹا ہوا دیکھا تو بیبیوں نے اونٹوں سے گرا دیا اور گریہ فزاری کئے لگیں۔ مرحوم سینہ فرماتے ہیں اور زیارت ناسیہ میں ہے کہ اہلبیت نے شہیدوں کی لاشوں کو دوا کیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اہلرم دوم مرتبہ قندگاہ میں آئے ہیں ایک مرتبہ اس وقت کہ جب امام حسین شہید ہو چکے ہیں اور گیارہویں محرم کو بعد وقت ظہر لاشوں پر پہنچے ہیں۔۔۔

زینب چون دید سیکری اندر میان خون

چون آسمان وز خم تن از انجش فروں

یعنی اس وقت جناب زینب نے لاش برادر پر نگاہ کی دیکھا کہ لاش حسین خاک و خون میں غلطان ہے اور آپ کے جسم مبارک پر ستاروں سے زیادہ زخم ہیں ایک آہ سر دیکھنی اور بی بی نے مسیحہ کیا اور لاش امام کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا اے انت اخی کیا تو ہی میرا بھائی ہے تو ہی میری ماں کا فرزند ہے تو ہی میرے بابا کا نور نظر ہے۔ ایک ساعت پہلے تو خیمہ میں تھا اور اب خاک کربلا پر سو رہا ہے۔ پھر زینب خاتون بھائی کی لاش کے نزدیک بیٹھ گئیں۔ شیعو اس وقت زینب بیکس کی کیا حالت ہو

گی۔ اور جب تک زینب خاتون نے دوسری مخدرات کو اجازت نہ دی کوئی بی بی لاش حسین کے پاس نہیں بیٹھی۔ تمام عورات حلقہ ہتلے کھڑی رہیں۔ اس وقت زینب خاتون نے تیروں پتھروں سے لاش مطہر کو علیحدہ کیا۔ اور لگوے بریدہ کے بوسہ لیے۔ اور فرمایا اے بھائی مجھ پر سخت گراں ہے کہ تیری لاش زمین پر پڑی ہے اور تیرا سر نیزہ پر بلند ہے۔ ہا حسین کہہ کر لاش سے اٹھیں۔ اور فرما رہی تھیں۔ لیکن کنت قبل هذا الیم عمیا۔ اے کاش میری آج کے دن آنکھیں نہ ہوتیں اور میں اپنے مانجائے کو خاک پر سوتا دیکھتی۔

صاحب فواد حسینہ لکھتے ہیں کہ جب مخدرات۔ حضرت زینب کے فرماے پر متفرق ہو گئیں۔ جدا جدا ہو گئیں تو ہر ایک بی بی اپنے جوان کی لاش پر پہنچی جناب سکینہ خاتون لاش پدر سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں ہر ایک بی بی اپنے اپنے وارث کی لاش پر رو رہی تھی کہ شمر ولد الحرام نے ان کو تانیانہ مار مار کر لاشوں سے جدا کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش مطہر کی نگہبانی کے

لیے شیر کا انا

بعد شہادت امام حسین علیہ السلام یہ شور و غل برپا ہوا کہ عمر ابن سعد کا حکم ہے کہ لاش امام حسین علیہ السلام پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اور لاش مبارک پائمال کر دی جائے۔ اس آواز کو سن کر ابو جحوم میں برپا ہو گئی۔ علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں۔ عن ادریس بن عبد اللہ قال لما قتل الحسين ارادوا القوم ان يوطشوه الخيل۔ یعنی ادریس بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے

گئے۔ لشکر عمر ابن سعد نے چاہا کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپال کریں۔ اس وقت جناب فقہ کبیر جناب فاطمہ زہرا نے زینب خاتون سے عرض کیا کہ اے مخدرکہ حضرت رسول خدا نے جب سفینہ غلام آزاد کیا تو اس وقت ان کی کشتی دریا میں تھی اور ایک جزیرہ میں ٹھہری۔ اس جزیرہ میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ سفینہ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اس شیر کو مخاطب کہہ کے کہا یا ابا االحارث انامولی رسول اللہ کہ لے شیر میں آزاد کردہ رسول خدا ہوں مجھے اذیت نہ دے۔ فہمہد بین یدیدہ حتی اوقعہ بین الطريق جیسے ہی شیر نے نام مبارک رسول خدا سنا فوراً راستہ سے ہٹ اور ہلاک کرنے سے باز رہا۔ اور ہمہ کر کے اشارہ کیا اور راستہ تک پہنچا دیا پھر فقہ نے کہا کہ اے زینب خاتون میں نے سنا ہے کہ حوالی کر بلا میں ایک شیر رہتا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں جا کر شیر کو آواز دوں۔ اور اس جلدوز واقعہ کی اطلاع دوں۔ شاید کہ شیر حفاظت لاش امام مظلوم کر سکے۔ جناب زینب خاتون نے فقہ کو اجازت دی اور فقہ نے مصر کا رخ کیا اور مظلوم کس قدر مسافت طے کیا اور کس طرف گئیں ہر حال شیر تک پہنچیں۔ شیر نے دیکھ کر چھنگاڑ ماری مگر فقہ نے آواز بلند فرمایا کہ ابا االحارث اتدري ما يريدون ان يعملوا غذا بابی عبد اللہ اسے شیر کیا سمجھے معلوم ہے کہ یہ لشکر عدو سلطان دین و دنیا۔ بسط رسول خدا حسین ابن فاطمہ کی لاش کو پائمال کرنا چاہتا ہے جیسے شیر نے فقہ سے یہ سنا قتلگاہ کی طرف چلا۔ لاش امام مظلوم کے نزدیک پہنچا اور بحسرت نظر ڈالی۔ حتی ومنع ید علی جد المحبین کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لاش مطہر کو لے لیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وجہ یدیر غ وجہ یدم الحسين ویبکی علی الصباح۔ کہ اس میوان نے خون امام حسین سے پیشانی رنگیں کی اور روتا رہا کہ واقبلت الخیل فلما نظروا الیہ قال لم عربین سعد فقہر لا

یعنی کہ جب کوئی لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر لاشیں امام حسین علیہ السلام کو پائمال کرنے آئے دیکھا کہ شیر موجود ہے گھوڑے وہاں نہ ٹھہر سکے اور بے قابو ہو کر بھاگ نکلے سواروں نے بھی ہلٹ کر نہیں دیکھا۔ جب اس واقعہ کی عمر بن سعد ملعون کو خبر ہوئی تو کہنے لگا کہ اس کو کس پر ظاہر نہ کیا جائے یہ ایک فتنہ ہے۔ فتنہ نے شیر کے آنے کی خبر جناب زینب کو سنائی اور اس طرح لاش مطہر پائمال ہونے سے محفوظ رہی۔

”تعرف محمد و آل محمد زنده باد“

تحقیقات اہل تواریخ و شعراء در بارہ پائمالی لاش

ہاء شہداء

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ مجلسی قدس سرہ نے جو حدیث ازادریس نقل کی ہے خود ان کو اس پر اعتماد نہیں ہے خصوصاً اس بات پر کہ گھوڑے جس امام پر نہیں دوڑ سکتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپان ہوئی ہے (از مترجم) اس روایت میں چونکہ شیر کا آنا مسلم امر ہے اور کوئی حیوان یا انسان شیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس اس موقع پر پائمالی لاش مطہر کا نہ ہونا یقینی امر ہے۔ لیکن اس چیز کا سہارا لے کر کہ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑ سکتے ہیں اور مافوق العادت ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہے کیونکہ لاش امام حسین کا پائمال ہونا انتہائی ہتھک کا باعث ہے جو تقدیس امامت کے خلاف ہے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ پائمالی لاش امام حسین علیہ السلام پر بیکثرت روایات پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

قتل جدی بالسيف والسنان وبالحجارة والخشب والعصا ولقد اوطشوه الخيل۔ یعنی کہ ہمارے جدا مجر حسین مظلوم تلوار، سنان، پتھر، عصا سے قتل ہوئے اور بعدہ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑائے گئے۔

علی ابن اسباط کتاب نوادر میں حضرت صادق علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں لقد قتلوه فتلته نھی رسول اللہ اور اسی میں فرمایا کہ ولقد اوطشوه الخيل بعد ذلك۔ کہ آپ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت امام العصر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قتل الخيل بحوا ذرها وتعلوه الطغاة ببوا ذرها۔ ان ارتدادات معصومین سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاش مطہر پائمال نیم اسپان ہوئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا و کافی باوصاف تقطعه عسلان الفلوات۔ یعنی کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے اعصاب و جوارح کو شری گھوڑے پار دیا رہے ہیں۔

اس حدیث میں لفظ علان وارد ہوا ہے فیروز آبادی کتاب قاموس میں لفظ علان کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عسل الذئب او العزس یعنی کہ علان سے مراد بھیڑیے یا گھوڑے ہیں۔ اور عسل اس گھوڑے کو کہتے ہیں کہ جو اپنا سر ہلاتا رہے۔ ہاتھوں کو بلند کر لے اور سوار کو اچھی طرح نہ بیٹھنے دے۔ پس یہ بھی دلیل ہے کہ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں (از مترجم)۔ اگر بغاؤ دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ بھیڑے وغیرہ یعنی درندے لاش امام کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ ہی کوئی رویت ایسی پائی جاتی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ درندے لاش امام حسین پر معاذ اللہ اپنی طبعی ہوس پورا کرنے آئے ہوں۔ بلکہ آئمہ معصومین کی

حیات میں اکثر واقعات ایسے ملتے ہیں کہ دردوں نے اطاعت امام کرتے ہوئے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں اور کسی قسم کی گزند نہیں پہنچا سکتے ہیں لہذا بعد شہادت گھوڑوں کا لاش مطہر پر دوڑنا غور طلب ہے اس کی یہ ایک توجیح ہو سکتی ہے کہ گرگ یعنی بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے افواج کو فر و شام مراد ہو۔ اور چونکہ کو فیوں اور شایوں نے امام حسینؑ اور آپ کے یار و انصار اقرار کیا کہ شہید کیا ہے پس اس صفت دردنگی کے اعتبار سے بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے قاتلان امام حسینؑ مراد ہیں۔

جناب فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام کہ جن کا عقد کربلا میں حضرت قاسم بن حسن کے ساتھ ہوا ہے فرماتی ہیں کہ میں روز عاشورا ہنگام عصر خیام کے صدر دروازہ پر کھڑی تھی مقتل کی طرف رخ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے بابا کی لاش دوسرے شہداء کے ساتھ مقتل میں اس طرح پڑی ہے جیسے قربانی کے گو سفند ہوں۔ والخیول علی اجسادہم بحول۔ گھوڑے لاش ہمارے شہداء پر دوڑائے جا رہے ہیں۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ثعنا دای عمر بن سعد فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطوا الخیل ظہرہ فانتدب منهم عشرة فذاسو الحسین بحوافر خیلہم حتی رضوا صدرا و ظہرہ۔ اور شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ ثعان عمر بن سعد نادای باصحابہ من ینتدب الحسین فیوطی ظہرہ و صدرا بفروہ فانتدب من القوم عشرة منهم اسحق جبوتہ الحضرمی۔ اور

محمد بن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں کہ فانتدب عشرة فوطوا بنحویہ۔ شیخ مفید علی المرتضیٰ کتاب الاشارة میں فرماتے ہیں کہ بعد سلب الجرم

ونادی فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطی و صدرا بفروہ فانتدب عشرة فذاسو الحسین حتی رضوا ظہرہ و صدرا۔ ان سب علماء کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ میں گھوڑے سوار آئے اور لاش مطہر امام پر گھوڑے دوڑائے جس سے آپ کا سینہ مبارک پھوڑ پھوڑا۔ مزید لکھتے ہیں کہ پائمالی لاش ہمارے شہداء کا ابن زیاد ملعون عمر بن سعد کو حکم دیا تھا کہ قتل حسینؑ کے بعد لاش ہمارے شہداء پائمال کر دی جائیں۔

علاوہ ازیں۔ قصائے عرب اور شعراء حضرت نے اپنے اپنے منظوم کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ان شعراء کرام کے اسماء مبارک یہ ہیں۔ ابن ابی الحدید، شیخ راشد حریری، شیخ ابن قتادہ، شیخ فلیحی، شیخ محمد بن السنین، شیخ محمد بن النبیح، شیخ مفاس، شیخ صالح بن عبدالوہاب، شیخ نعان، شیخ محمد سلیمی، شیخ محمود بن طریح، شیخ سیف بن عمیر، اور بھی اکثر شعراء کرام ہیں کہ جنہوں نے حال پائمال لاش ہمارے شہداء لکھا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مرحوم نے کتاب ریاض الاثران میں دونوں نظریوں یعنی گھوڑے دوڑائے اور گھوڑے نہ دوڑانے کو جمع کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ روز عاشورا بعد عصر شیر کی آمد کی وجہ سے لاش مبارک پائمال سے محفوظ رہی ہو اور گیارہویں محرم کو بعد ظہر جب عمر بن سعد کے لشکر نے اپنے کشتوں کو دفن کیا تو حکم دیا کہ لاش ہمارے شہداء مع لاش امام حسینؑ سپرد اسم اسحاق کو دی جائے گی۔ گیارہویں محرم کو یہ واقعہ اس لیے بھی تبرین عقل ہے کہ

فقر جب شیر کو بلانے لگی ہیں تو کہا تھا یہ یوں خدا ان یعملوا۔ کہ لشکر اعداد کا ارادہ ہے کہ کل (داعلم کو) لاش ہمارے شہداء پائمال کریں۔ شیر روز عاشورا و محرم بعد عصر آیا اور شب بھر لاشیں امام حسینؑ پر پہرہ دیا۔ اور پائمالی سے بچایا۔

رازمترجم۔ جناب فقہ کا شیر کو حراست کے لیے بلانا ثابت ہے اس لیے نہیں ہے کہ شیر آئے اور چلا جائے تقاضے واقعہ یہ ہے کہ جب تک خطرہ برقرار ہے حفاظت لازمی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک لاش شہداء دفن نہیں ہوئے ہیں شیر کی موجودگی یقینی ہے)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب عمار یا سر صحابی رسولؐ خدا نقل کرتے ہیں کہ میں ایک ہزار غلاموں کے ہمراہ خدمت حضرت امیر المومنین میں حاضر تھا۔ اس وقت ہم صغیق روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے آٹناے سفر میں عجیب و غریب خوارق عادات یعنی معجزات مشاہدہ کئے۔ میں نے دیکھا کہ ہم ایک جزیرہ پر پہنچے اور اسے عبور کیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ مقدمہ لشکر امیر المومنین یعنی دستہ ہر اول درہم برہم ہو گیا اور ایک شور و غوغا بلند ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنینؑ یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا ہے وہ لشکر کی طرف آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے چینی پھیل گئی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو راہ دیدو تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس غرض سے آ رہا ہے۔ اصحاب نے اس کو راستہ دے دیا جب وہ شیر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے دلال کے قدموں پر اس نے اپنی پیشانی مٹی اور اس قدر گریہ کیا کہ اس کی آنکھوں سے

سیل اشک روان ہو گیا۔ اور پھر اس نے حضرت سے اپنا حال بیان کیا۔ چونکہ امام کی شان یہ ہے کہ حیوانات کی زبان بھی جانتا ہو۔ امیر المومنین اس کی باتیں سماعت فرماتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ پھر وہ شیر چلا گیا۔ اور جزیرہ میں جا کر ٹھہر گیا۔ اصحاب نے سوال کیا یا امیر المومنینؑ یہ شیر کس لیے آیا تھا کیا عرن کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیر مدنی ہے کہ اب اس کچھار میں رہتا ہے۔ اس نے خدا سے درخواست کی تھی کہ مجھے زیارت امیر المومنین نصیب ہو۔ ہاتھی غبی نے اس کو خبر دی کہ اسے شیر دلی کر دگا اس قدر کہ اس جزیرہ کی طرف آ رہے ہیں تو جا اور ان سے مشرف ہو۔ ادا آپ نے فرمایا کہ اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ اب زندگانی دنیا سے سیر ہو چکا ہے اسے جلد موت آ جائے آپ نے فرمایا کہ اب اس کی موت نزدیک ہے۔ پھر آپ نے جویرہ بن حیدادوی کو جو آپ کے موذن تھے حکم دیا کہ میری طرف سے نیابت کرو اس نے سوال کیا مولیٰ کس امر میں نیابت کا حکم ہے فرمایا کہ اس شیر کے عقب میں جاؤ اور دیکھو اور اس کے ہاتھ پاؤں رو بقلہ کرو۔ اور اس کو قبر میں دفن کرو۔ جوہر کہتے ہیں کہ میں بحکم جناب امیر المومنین شیر کے عقب میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ شیر تل سے نکلا اور رو بقلہ ہاتھ پاؤں دراز کئے۔ اور جان دیدی۔ میں نے شیر کے لیے قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔ اس وقت ایک آواز غبی آئی کہ جویرہ اپنے سرانے کی طرف دیکھو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام موجود ہیں۔ ادا آپ نے شیر کی قبر پر مٹی ڈالی اور زار زار گریہ فرمایا۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ اس حیوان کے لیے گریہ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اسے جویرہ علیؑ کی غیرت نے گواہا نہیں کیا کہ شیر جو تمام درندوں کا سردار ہے برہنہ پڑا رہے۔ میں نے تجھے اس کو سپرد خاک کرنے کا حکم

دیا اور میں بھی یہاں آگیا۔ لیکن اسے جویرہ بنی امیہ کے لوگ حسین کو قتل کریں گے اور میں دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی۔ ملقات اندلا بلا غسل ولا کفن۔

کبوتروں کا خیر شہادت امام حسین علیہ السلام منتشر کرنا

مرغان کربلا زغم نام حسین

خون بر لب فرات ز مقدار یختند

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تو کائنات میں غم کی گھاٹھا چھا گئی۔ اس وقت کبوتران سفید ہوا میں نمودار ہوئے اور انہوں نے خون امام حسین سے اپنے پرؤں کو رنگین کیا۔ اور ہوا میں پرواز کیا۔ ان کبوتروں میں سے ایک کی نگاہ دوسرے کبوتروں کے گروہ پر پڑی جو کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اس کبوتر نے نوحہ پڑھا ویکم اتسنتلون بالعلای و ذکر الدنیا و الدنایا و الحسین فی ارض کربلا فی هذا الحرم ملقی علی الدمضات مذبوح و دمه مسفوح۔ یعنی کہ وہی جو تم پر کہ تم آب و دانہ میں مشغول ہو۔ حالانکہ حسینؑ فرزند رسول خدا تین دن کا نیمو کا یہاں خاک و خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑا ہے۔ اور میں اس کے خون میں اپنے بال و پر رنگیں کئے ہوں یہ سن کر ایک مرتبہ تمام پرندوں نے آہ و فغان بلند کی۔ اور وہ سب پرندے پرواز کرتے ہوئے کربلا پہنچے جیسے کھار قتلگاہ پہنچے حسینؑ مظلوم کے جمد مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا۔ وہ وجہ

بلا راس لا غسل ولا کفن علیہ قد سفت السواء فی مروض قد شمت الخیل بحوا فرها۔ بھدبے سر، غریبان رسیہ شکستہ حالت میں پڑا ہے لیکن ایک نور آپ کے جمد مبارک سے ظاہر ہو رہا ہے جس سے سارا متقل منور ہے۔ کبوتروں نے بال و پر رنگیں بخون حسینؑ کئے اور اطراف کربلا ارگئے۔ ایک کبوتر مدینہ منورہ پہنچا اور رسول خدا کے روضہ پر پہنچ کر بلند آواز کے ساتھ فریاد کی کہ یا رسول اللہ قتل الحسین بکربلا۔ اس کبوتر کی آواز سن کر اور کبوتر جمع ہو گئے۔ اور پھر وہ کبوتر بتاب فاطمہ مغری کی پشت بام پر بیٹھا۔ اور میٹھ کیا۔ جب فاطمہ مغری نے آواز سنی تو آپ حجر سے باہر نکلیں دیکھا کہ کبوتر کے پرؤں سے خون ٹپک رہا ہے فرمایا کہ آتے میں بردیسیوں کی خیر ہو۔ اس کبوتر نے فریاد کی اور کہا قتل الحسین بکربلا۔

خون امام حسین کے قطرہ سے یہودی لڑکی

کا پلٹنا ہونا

کتاب کنز الغرائب، روضۃ الشہداء اور دوسری بعض کتب میں ہے (کان فی المدینۃ رجل یہودی لہ بنت ذمنا عییا طرشا مشلولۃ والجذم قد احاط ببدنہا۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو آنکھوں سے اندھی یعنی کوہشیم، اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے۔ برس و جزام میں مبتلا تھی و مدیر یہودی شہر سے باہر رہتا تھا اور وہاں پر اس دختر کی دیکھ بھال کرتا تھا اب وہ کھانا اس کو فراہم کرتا تھا ایک روز اتفاقاً وہ

لڑکی تنہا تھی اور اپنے مکان کے باغیچہ میں کھڑی تھی کہ ایک درخت پر ایک پرندہ خون آلودہ اگر بیٹھا۔ اس کو تر کے بال و پر سے قطرہ خون گرا اور وہ قطرہ اس نایب لڑکی کی آنکھ میں گرا فوراً ہی اس کی آنکھ روشن ہو گئی۔ پھر دوسرا قطرہ گرا۔ اس طرح قطرات گرے اور وہ لڑکی اس خون کو ملتی گئی اور جذام و برص و شل و غیرہ سب ختم ہو گئے اور لڑکی از سر نو جوان و صحت مند ہو گئی کہ اس کا والد آگیا۔ دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اس نے کہا اسے عورت تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ اے بابا میں آپ کی وہی دختر علیل ہوں مگر اب صبح و سالم ہوں۔ یہودی حیران رہ گیا اور کہنے لگا اے بیٹی یہ کیا ماجرا ہے تجھے کیونکر یہ دولت صحت ملی۔ اس نے کہا بابا جان میں اس درخت کے سایہ میں کھڑی تھی کہ ایک کوتر گریہ کنال اس درخت پر اگر بیٹھا اس کے بال و پر خون میں رنگے ہوئے تھے اس کی آواز ایسی تھی جیسے کسی کی روتے ہوئے آواز نکلتی ہے اس کے بال و پر سے خون کا ایک قطرہ میری آنکھ میں گرا اور بینائی آ گئی۔ اسی طرح جب کوئی قطرہ گرتا میں اسے اپنے جسم پر ملتی اور صحت ہوتی چلی گئی۔

ندانم اینچہ خونِ ہست کاٹے مرغِ ببال و پر خود کراست رنگیں
یقین دانم خدا را خلق کشتند بخون آغشته شاد اللہ کردند

یعنی کہ معلوم اس پرند کے بال پر کس کا خون ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ خدا کو مخلوق نے قتل کر ڈالا ہے اور یہ اس کے خون کا اثر ہے کہ مجھے صحت ہو گئی۔ یہودی نے اس کو تر کو دیکھا اور سوال کیا کہ اے کوتر یہ کس بزرگ ہستی کا خون ہے کہ جس میں تو نے اپنے بال و پر رنگیں کئے ہیں۔ بقدرت خدا کوتر ہوا کہ اے یہودی کہ یہ خون حسین ابن علی ہے حسین کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور میں ان کے خون میں غوطاں

ہو کہ خبر شہادت دینے مدینہ آیا ہوں پس امام حسین کے خون میں شفا ہے تربت پاک میں شفا ہے۔

محرم کی گیارہویں شب کے حالات

امشب شبِ غریبی اور امام مصطفیٰ است

زینبؓ اسیرِ شمر و حسینؓ سرزنِ جدا است

یعنی کہ شب یازدہم اولادِ مصطفیٰ کے لیے عجیب شب ہے۔ اس شب میں زینبؓ خاتونِ اسیرِ ظلم و ستم گرامیں اور سرِ امام مظلوم تن سے جدا ہے۔ الیہ اپنی کتاب لہو و لہو میں فرماتے ہیں کہ

اور ایک بیمار سیدہ سجاد کی نگرانی کرنے والی زینبؓ خاتون ہیں۔

امشب شبِ غریبِ غریبانِ کربلا است

طفلاں غریب و زینبؓ بے خانماں غریب

ناایم اے خدا بکد ام آشتنا

زین العباد خستہ دل و ناتوان غریب

سو زیم از غریبی خود باز اینکہ ماند

نقشِ حسینؓ غریب و سرش برستانِ غریب

در قلمک فتادہ غریب اہ نہم جوآن

مادر میان این ہمہ نا محراب غریب

فارس شاعر نے گیارہویں محرم کی شب کو یکسوں کی ان الفاظ میں نقشہ کشی کی ہے کہ شبِ مسافرانِ کربلا پر عجیب گزری ہے۔ نقشِ حسینؓ مقتل میں سرینِ ستان پر

ہے اور زینب جلے ہوئے خیمہ میں سوگوار ہے اور مقتل میں جو اتان ہاشمیہ کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ہم نامحرموں کے درمیان اسیر ہیں۔ فاطمہ کبریٰ بنت امام حسینؑ کا یہ عالم ہے کہ کبھی گریہ و زاری اور کبھی غش ہو جاتا ہے زینب بیکیں کا یہ حال ہے۔

گہی در غم زینب داغ دیدہ
کہ پشتش زمرگ برادر خمیدہ

کہ زینب خیریں داغ اٹھائے ہوئے ہیں اور بھائی کے مرنے سے مگر خمیدہ ہو گئی ہے۔ بعض کتب متاخرین بحر المصائب میں ہے کہ گیارہویں شب محرم زینب خاتون نے فتنہ سے کہا کہ میں حسینؑ کے بچوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیے۔ چنانچہ بچوں کو جمع کیا اور فتنہ کی سپرد فرمایا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ دو بچے گم ہیں پس جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے اس جنگل میں بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی خیام میں دیکھا کبھی مقتل میں تلاش کیا۔ ناگاہ زینب خاتون نے دو انسانی سایہ دیکھے کہ وہ خیام کی طرف آ رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں حرم حسینؑ بیکیں کی حالت میں پڑے ہیں یہاں کیا رکھا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ میری ماں فاطمہ زہراؑ ہیں اور میرے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں پس وہ غائب ہو گئے۔ غرض کہ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ دونوں بچوں کی تلاش میں سرگردان تھیں کہ ایک فار دار درخت کے تلے دونوں بچوں کو دیکھا جب ان کے نزدیک پہنچیں تو ان کو مردہ پایا۔ لاشوں کو اٹھایا اور مقتل میں رکھ دیا۔

حکایت جمال ملعون

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں، اور شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور صاحب

تاج الملوک نے تحریر کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں فتنہ حاجت کے لیے بعض کو میرا مدینہ میں پھر رہا تھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ان کا غلام ان کے ساتھ ساتھ تھا کیونکہ ان دونوں میں وہ نایاب ہو گئے تھے۔ وہ بندہ گوار زار زار رو رہے تھے میں نے سلام کیا اور سب گریہ دریافت کیا۔ میں نے کہا خدا نخواستہ فقر و پریشانی کی وجہ سے گریہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے فرمایا کہ ان میں سے ایک وجہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے میرے غلام نے کہا کہ میں نے ایک قبیح صورت شخص دیکھا۔ میں نے غلام سے سوال کیا کہ وہ مرد تھا یا کہ عورت۔ غلام نے کہا کہ مرد تھا رجوع کا نہ قالب قار و شعور کا نہ مسہ نار و عینا ہما زادت علیہما الاحماء ویداہما کا نہما قلما بمنشار یعنی اسے آتایہ شخص روسیہ تھا اور اس معلوم ہو رہا تھا کہ آگ سے چہرہ جھلسا ہوا ہے آنکھیں سرخ تھیں اور ہاتھ خشک کئے تھے۔ میں نے غلام سے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آ۔ غلام گیا اور اس روسیہ کو اپنے ہمراہ میرے پاس لایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اسے مرد تو کون ہے۔ کیا اہل کوفہ سے ہے۔ پھر میں نے اس کی روسیہ ہی اور قبیح صورت ہونے کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا اے جابرؑ تم مجھے نہیں جانتے البتہ میں تمہیں جانتا ہوں تم جابر بن عبد اللہ انصاری ہو۔ پھر اس نے اپنا نام بتلایا کہ میں بریدہ ابن وائل ہوں کنت جلالا لاہا عید اللہ الحسین کہ میرا نام بریدہ ہے اور میں وائل کا فرزند ہوں اور میں حسینؑ بن علیؑ کا جمال تھا اور سفر میں ہمراہ تھا پس جیسے ہی جابرؑ نے نام حسینؑ سنایا سختہ رونے لگے۔ پھر وہ ملعون کہنے لگا کہ اے جابرؑ ان ہوا ی قدا غلبتني واعانہ شقونی۔ وہ مرد و کہتا ہے کہ مجھ پر ہوائے نفسانی غالب آئی اور خدا نے اس عذاب میں مبتلا

کیا۔ حالانکہ امام عالی مقام دوران سفر میرے ساتھ مہربانی پیش آتے رہے ہیں۔
کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اٹلے سفر کسی منزل
میں شلوار اتاری۔ اور میری سپرد کی۔ فدایت نکتہ کانت اهداھا الیہ ملک فارس
حسین تزوج ابنتہ۔ شہر بانو میں نے دیکھا کہ اس شلوار میں ایک
ازار بند زردوزی کا کام دار ہے کیسے آپ کی زوجہ شہر بانو کو ان کے والد بادشاہ
بزد و جود نے دیا تھا۔ اور اس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ وینشتی لھا
الابصو حسنا و ذوقا و تشرق اشراقا کبدر تھلا میں نے ہر چند
کہ اس ازار بند کا حضرت سے سوال کر لیا مگر آپ کی ہیبت مانع رہی۔ پھر چاہا کہ
کسی طرح اس کو چرائوں لیکن ایسا نہ کر سکا۔ یہاں تک ہم کربلا پہنچے اور شب عاشورا
محرم کو امام حسین نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا اور خلعت وغیرہ سے نوازا۔ اس
وقت میرے دل میں اس ازار بند کے حامل کرنے کی آرزو تھی مگر پوری نہ ہو سکی کتاب
ساج الملوک میں ہے کہ میں نے کربلا سے مشرق کی طرف ایک گودی میں قیام کیا یہاں
تک کہ روز عاشورا ختم ہوا اور شام غریبان نمودار ہوئی۔ گیارہویں شب کی تاریکی نے
دنیا کو ڈھانپ لیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حسین شہید ہو گئے

اور ان کی لاش زمین پر پڑی ہے
میکد شتم در میان قتلگاہ
دیدم افتادہ بروی خاک شاہ
سرمجد در خاک و خون غلیظہ بود
میرا گزر قتلگاہ میں ہوا دیکھا کہ لاش امام عالی مقام خاک پر پڑی ہے میں نزدیک پہنچا تو
دیکھا کہ وہ ازار بند شلوار میں موجود ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ ازار بند شلوار سے نکالوں
پس جیسے ہی میں نے شلوار کو ہاتھ لگایا اور گروہ کھولنے کی کوشش کی۔ ناگاہ حضرت

نے دست راست سے ایسا طمانچہ رسید کیا۔ یہ اس کا اثر ہے اور وہ شخص مذہب
میں مبتلا ہے۔

کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ اس ملعون نے آپ کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی
اونگلی قطع کی اور انگشتی اتاری۔ علامہ مجلسی۔ سحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمال ملعون
نے آپ کے دودست ہا مبارک قطع کر دیئے۔

اس وقت گویا یہ آواز آئی سے

سارباناد دست من دست خدا است
دست حق را قطع کردن کی روا است
سارباناد دست من دست خدا کی کبر است
یوسف گاہ حضرت پیغمبر است
جبرئیل امین دست را بوسیدہ است
مادرم زہرا یرغ مالیدہ است

یعنی کاسے جمال ملعون۔ میرے ہاتھ۔ خدا کے ہاتھ میں اور دست ہا خدا قطع کرنا
کب جائز ہے میرے ہاتھ رسول خدا نے جوئے ہیں اور میری ماں فاطمہ زہرا نے ان
ہاتھوں پر اپنے رخسار مس کئے ہیں۔ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں فرمایا ہے
کہ جمال ملعون نے امام مظلوم کے دونوں ہاتھ قطع کئے اس وقت آسمان سے ایک
سخت آواز آئی اور زرد پید اہو گیا اور فی الفور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔
سعیلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

جمال ملعون کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ نور کی مانند کوئی سواری آسمان سے نازل
ہوئی اور قتلگاہ پر اتری جس کے چاروں طرف فرشتے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ

سواری سے یہ بزرگوار اترے یعنی کہ پیغمبر خدا، علی المرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبیٰ
صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ اس وقت رسول خدا نے کونہ کی سمت
دیکھا اور دست مبارک دلا دیا تو آپ کے ہاتھ پر مبارک امام حسین آگیا اور
جسد مبارک سے ملحق ہو گیا مادہ آپ نے مانا کہ سلام کیا السلام علیک یا جداء۔
آنحضرتؐ نے جواب سلام دیا و علیک السلام یا قرۃ عینی۔ بعد ازاں امیر المومنین علیہ السلام
سائے آئے اور فرمایا داسر تاء اے فرزند تجھے امت نے ذبح کر ڈالا پھر جناب
فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حسینؑ کی بلایاں لیں اور فرمادی کہ داسر تاء اے فرزند
تو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے۔ مگر وہ کھن ہے نہ تجھے دفن کیا ہے۔ شیخ
طریحی تحریر کرتے ہیں امام حسینؑ نے عرض کیا اے نانا، اے بابا اور اے مادہ گرامی
اے بھائی 'حسن' مجتبیٰ میرے سارے برادران قتل کر دیئے گئے۔ ہمارے خیم
نارت کر دیئے۔ مال و متاع لوٹ لیا۔ اس وقت سیدہ عالم باذن رسول خدا
خون حسینؑ اپنے چہرہ پر ملا۔ پھر جبریل آئین آئے اور تعزیت ادا کی جلال کتبہ سے
کہیں اس وقت حضرت رسول خدا میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے ملعون
تو نے میرے فرزند کے ساتھ بے مروتی کا ثبوت دیا ہے اور ایسا ظلم کیا ہے
کہ دونوں ہاتھ قلع کئے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول خدا نے میرے حق میں نفیر کی
اور بدتمیزی نے مجھے گھیر لیا اور اب مغرب صورت میں موجود ہوں۔

آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلین کا قتلگاہ میں

وارد ہونا

کتاب انوار نعمانیہ اور کتاب نظم الزمخدر میں طراح بن عدی سے روایت ہے

وہ کہتا ہے۔ کنت فی واقعة کربلا وقد وقع فی ضربات و طعنات
فانتحنتی بالجراح۔ یعنی کہ میں واقعہ کربلا میں موجود تھا۔ اور ہر کاب حضرت سید الشہداء
علیہ السلام تمہاکہ زخموں سے جوڑ چڑھو کہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور اسی حالت
میں پڑا تھا کہ میں نے جاگتے ہوئے یعنی بہوش دیکھا کہ تقریباً آدمی سفید لباس
پہنے ہوئے قتلگاہ میں وارد ہوئے جن سے مشک و عنبر کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی
میں نے خیال کیا شاید ابن زیاد ملعون ہو گا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اشخاص لاش
سید الشہداء میں پہنچے ان میں سے ایک بزرگ نے اپنا دست مبارک کونہ کی
سمت بلند کیا۔ اور امام حسینؑ سر پریدہ دست مبارک میں آگیا۔ ان بزرگ نے وہ
سر منظر جسد امام حسینؑ سے ملحق کیا اور امام حسینؑ زندہ ہو گئے۔ اور گریہ فرماتے ہوئے
ان بزرگ سے اپنی مصیبتیں بیان کیں۔ ان بزرگوار نے فرمایا۔ یا لدی قتلک
اتراهم ماعر فولک ومن شرب المماء منموک وما اشد جراتہم علی اللہ۔
یعنی کہ اے حسینؑ اے میرے فرزند تجھے اس قوم نے قتل کیا تجھے اس نے قتل
کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری حرمت نہ کی۔ تجھ پر پانی بند کیا۔ تیری جراتوں کا
اجرا لٹا رہا ہے۔ پھر ان بزرگ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جو ہمراہ نازل ہوئے
تھے ارشاد فرمایا۔ یا ابا آدم یا ابا اسمعیل یا ابا موسیٰ یا ابا عیسیٰ ما ترون
ما صنعت الطغاة بولدی۔ یعنی اے ابا کرام آدمؑ واسمعیلؑ اور اے
برادران موسیٰؑ و عیسیٰؑ آیا دیکھتے ہو کہ اس قوم جفا شعار میرے فرزند حسینؑ کے
ساتھ کیسا ظلم کیا ہے لا انا لہم الشفاعتی۔ میں ہرگز خدا سے ان
کی شفاعت نہیں کروں گا۔ سب پیغمبران نے حسینؑ بن فاطمہؑ پر گریہ فرمایا۔
طراح بن عدی کہتا ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ یہ بزرگوار حضرت رسولؐ خدا ہیں۔

کتاب الانوار میں ہے کہ فجعلوا یبکون ویغیثون النبی زمانا طویلا میں نے دیکھا کہ تمام پیغمبران گریہ فرما رہے ہیں۔ اور رسول خدا کی خدمت اقدس میں تعزیت اور اگر رہے ہیں وہو صلی اللہ علیہ وآلہ یحشوا التراب علی ساسہ وشبیہ الطاہرۃ۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک بیٹھی خاک سارے انبیاء کی ریش ہند مبارک اور سروں پر ڈالتے ہیں جو کہ انتہائی تعزیت کی نشانی ہے اور امام حسین خود واقعات کہ بلا بیان فرما رہے ہیں (از مترجم گو یا امام حسین خود بہ نفس نفیس ذاکر واقعات مصائب میں اور سامعین میں نبی دلی و فاطمہ حسنی اور انبیاء و مرسلین اور فرشتے شامل ہیں) یہاں تک کہ آنحضرت پر غشی طاری ہو گئی۔ بعدہ عالم ارواح کو سب چلے گئے۔

خواب جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الشیخ طریحی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حجرہ میں تشریف فرما تھیں۔ اس زمانہ میں امام حسین علیہ السلام کسں تھے اور آپ کی عمر شریف تین سال تھی کہ خانہ ام سلمہ میں تشریف لے آئے۔ آنحضرت نے دیکھا فرمایا۔ مرحبا بقرة عینی مرحبا بشمة فوادى یعنی کراے نور چشم اے سرور دل و جان مرحبا۔ آؤ آؤ لے حسین سرور جنت آؤ۔ امام حسین نزدیک پہنچے آنحضرت نے اپنی گود میں لے لیا۔ پھر امام حسین آپ کے سینہ پر نور پر بٹھ گئے ام سلمہ نے ان کو سینہ سے اتارنا چاہا تو آنحضرت نے فرمایا کہ لے ام سلمہ جدانہ کرو۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں

نے سبب حزن و ملال و گریہ دریافت کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ نبی دی ہے یہ نبی کہ بلا میں تربت حسین کی ہے کہ جہاں حسین قتل ہوگا وہ دفن کیا جائے گا۔ پھر آنحضرت نے وہ مٹی ام سلمہ کو دی اور فرمایا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ رکھو۔ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا حسین قتل ہو گیا۔ جناب ام سلمہ ہر روز اس مٹی کو دیکھا کرتی تھیں پس جب رسول خدا علی و فاطمہ اور حسن مجتبیٰ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور امام حسین نے سفر عراق اختیار کیا۔ یہاں تک کہ حرم کی دسویں تاریخ نمودار ہوئی۔ اور میں نے ہنگام عصر اس مٹی پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ مٹی خون ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا بسط رسول الثقلین حسین بن فاطمہ شہید ہو گیا۔ تمام دن درات گریہ و زاری میں گزرا۔ پھر میں نے کسی شب عالم خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں۔ ریش مبارک پر گرد پڑی ہے رشاد مبارک آسودوں سے تر ہیں۔ مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے رسول خدا سے دریافت کیا کہ کس واسطے آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ام سلمہ میرا حسین قتل ہو گیا میں کہلا سے آ رہا ہوں میں نے قبر حسین کھودی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوئی اور وحیہ مبارک کی صدا میں بلند ہوئی میں نے فریاد کی فوانید قتل الحسین۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اسی روز کو تراپے بال و پر خون امام حسین میں رنگیں کر کے خانہ مغری پر وارد ہوا اور اس نے میوہ کر کے قتل حسین کی خبر دی ہے۔ اور مدینہ میں ایک کھرام برپا ہو گیا ہے۔

فرزندان مسلم کی شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ دہلی کہتا ہے لما قتل الحسين بن علي بكر بلا هرب عدد من من عسكر عبید اللہ زیاد۔ کہ جب حضرت امام حسینؑ کو بلا میں روز عاشورا شہید ہو گئے۔ اور آپ کے اہل گھر اسیر ہو گئے تو حضرت جعفر طیار کے دو فرزند لشکر عمر ابن سعد ملعون سے بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیمؑ دوسرے کا نام محمد تھا اس وقت کہ جب لشکر اعداد لوٹ ملا اور غارت گری میں تھا یہ دونوں طفل سات آٹھ سالہ تھے اور یہ لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ وہاں سے نکلے اور صحرا کا رخ کیا۔ اتفاقاً کوثر پہنچ گئے۔ ایک گنوہیں ایک عورت بیانی بھر رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ دو چاند سے طفل سو رہے ہیں یا یہ ہوش ہیں۔ یہ حیرت میں رہ گئی کہ کون میں اس ضعیفہ پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ یہاں کیسے آئے ہو۔ بچوں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ ہم اولاد جعفر طیار ہیں۔ ہم سلطان دین د دنیا امام حسینؑ کے ہمراہ کر بلا میں تھے۔ حسینؑ شہید ہو گئے اور جب ظالموں نے خیام کو برباد و تاراج کیا تو ہم لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ موقعہ پا کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور یہاں کوثر میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ ضعیفہ متاثر ہوئی اور بچوں کو اپنے گھر لے آئی ایک روز وہ دونوں تو نہال نماز شب سے فارغ ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ اے بھائی جان اب ہماری زندگی کی یہ آخری شب ہے

اس کے بعد معلوم نہیں صبح دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

شمر و لہ الحرام یا خونِ ملعون کا سر طہر امام حسین علیہ السلام

کوثر لے جانا

جب روز عاشورا ہنگام عصر امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ کا مبارک جسد اطہر سے جدا کیا گیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے کہ سر امام حسینؑ کو ابن زیاد بنہاد کو دیدہ کیا جائے اور ہم اہل گھر حسینؑ کو قیدی بنا کر عقب میں پہنچیں گے۔ صاحب تبرذاب لکھتے ہیں۔ لما حمل الشمر راس الحسين جعله في مخلعة وذهب به الى منزله۔ کہ شمر نے مبارک جسد کے بعد اسے مخلات میں رکھا مخلات کہتے ہیں وہ تو بڑے کس جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے موہنے پر چڑھائی جاتے ہیں (واستراہ) اور مبارک کو اولاد اپنی منزل میں لے گیا۔ اور بعد کوثر روانہ ہوا۔ بعض کتب میں وارد ہوا ہے کہ دعلقہ علی فوسہ کہ سر طہر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں اوڑھ لیا اور بڑی تیزی کے ساتھ کوثر روانہ ہوا۔ کہ بلا سے کوثر کوئی دس فرسخ کی مسافت پر ہے اس ملعون نے بڑی تیزی کے ساتھ مسافت طے کی۔ روایت ہے کہ جس قدر وہ ملعون تیزی کے ساتھ گھوڑے کو دوڑاتا اس قدر ہوا تارک ہوتی جاتی تھی۔ تاریکی فضاء راہ کوثر پر چھائی ہوئی تھی کہ سر طہر سے اولاد آئی کہ اے ملعون تو نے سر کو جسم مبارک سے جدا کیا۔ امام حسینؑ کے مبارک نے فرمایا یا شمر یا شقی الاشقیاء یا عداو اللہ ورسولہ فوقت بین راہی و جدی فرق اللہ بین لہوک و عظمک وجعلک نالا للعلینا لے دشمن خدا و رسول تو نے سر و جسم کے

درمیان بدائی ڈال دی فدائیرے گوشت اور تیری استخوان میں بدائی ڈالے۔ شرح شافعیہ میں مذکور ہے کہ حیران نامی شخص کہتا ہے کہ میں اس روز شمر کے ساتھ ساتھ ہمسفر تھا۔ اور میں نے سر امام حسین سے وہ آواز سنی کہ جو ذکر کی گئی ہے۔ شمر ملعون نے فرغ اللعین سو طافاں معہ بید و لم یزل یضرب الراس (واہ مصیبتا ہ) کہ اس ملعون نے مبارک پر تازیانہ مارا اس وقت مبارک سے آواز آئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ صاحب تبرکات نے واقعی سے روایت کی ہے کہ جب شمر ملعون سر امام حسین علیہ السلام کو اپنے گھر لایا ہے کیونکہ اس وقت وہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس شمر ولہ الحرام نے وجعلہ علی اجانۃ کہ سر مبارک کو مٹی کے مرتبان میں رکھا۔ اور اس پر سر پوش رکھ دیا اور وہ ملعون سو گیا۔ اس کی زوجہ شب کو اٹھی خراٹ نور اسطحا الی السماء دیکھا کہ ایک نور اس جگہ سے آسمان تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آواز گریہ و بکا اس مرتبان کے پاس سے آرہی ہے جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کے لیے رورہی ہے۔ وہ صیغہ شمر ولہ الحرام کے پاس آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس میں کس کا سر ہے اس ولہ الحرام نے کہا کہ (معاذ اللہ) ایک خارجی کا سر ہے۔ اس صیغہ نے نام دریافت کیا تو کہا کہ حسین ابن علیؑ ایسے جیسے ہی صیغہ نے امام حسین ابن علیؑ سے ایک پیچ ماری اور روتے روتے یہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہا اے یہودی تو نے فرزند رسول خدا کو قتل کر دیا۔ پھر اس کو منہ نے دوسری عورت کو خبر دی اور بلایا کہ اس غریب پر گریہ کریں اور ماتم صیئ کریں۔ جب آخر شب وہ صیغہ سو گئی خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان کا مہن دسبغ ہو گیا ملائکہ نازل ہوئے ہیں جو بصورت مرغان سفید میں یعنی سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ پھر جناب فاطمہؑ

جناب مریم ایک غرفہ سے نکلیں اور ان کے درمیان حضرت پیغمبر خدا بھی ہیں۔ اور سر مطہر کے نزدیک پہنچ کر رونے لگیں۔ فاطمہؑ زہرا میرے نزدیک آئیں اور فرمایا اے صیغہ کوئی حاجت ہو تو بیان کر کیونکہ تو نے میرے فرزند کے سر پاک کا احترام کیا ہے اس پر گریہ و بکا کیا ہے میں تجھے بہشت کی بشارت دیتی ہوں تو اٹھ اور دیکھ کہ شمر بھی بیدار ہو چکا ہے۔ وہ صیغہ خواب سے بیدار ہوئی۔ اس عورت نے رونا پٹنا شروع کیا اور سر مبارک اپنے رکھا اس عورت نے شمر سے کہا اب میں تیری زوجیت میں رہنا پسند نہیں کرتی تو مجھے طلاق دیدے۔ اس ملعون نے طلاق دے دی۔ شمر نے اس عورت سے کہا کہ سر امام حسینؑ مجھے دیدے مگر عورت نے سر دہنے نے انکار کیا اور شمر ولہ الحرام نے اس عورت کو اس قدر ذیت پہنچائی کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئی اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔

السید کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ ثم ان عبد بن سعد بعث براس الحسين في ذلك اليوم وهو يوم عاشوراء مع خولي بن يزيد الاصمعي وحميد بن مسلم الازدي الى عبدة الله بن زياد۔ یعنی کہ عمر بن سعد ملعون نے سر امام حسینؑ کو دیا۔ اور کوثر روانہ کیا حمید بن مسلم نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور باقی شہداء کے سر مبارک شمر بن ذی الجوشن ملعون نے گر گیا ہے۔ اس کے ہمراہ قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج ملعون بھی گئے ہیں باقی قافلہ گیارہویں محرم کو بعد ظہر کوثر روانہ ہوا ہے۔

شیخؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ سر امام حسینؑ کو کوثر کر خولی ملعون گیا ہے۔ ایسا ہی محمد ابن ابی طالب نے کتاب مناقب میں لکھا ہے۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دیوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ
عمران سعد نے خولی ابھی کو طلب کیا اور خولی ابھی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور
ابن زیاد کو پیش کرے وہ بد بخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور درقہ
ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زویہ
مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب
اطہیت ہے اس نے سلام حسین کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ
دیا۔ اور خود مجھ میں جا کر آرام کرنے لگا اس منیغفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں
رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی
تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے
کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا
کہ اس کا معین مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ
باور پے خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور
ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے
وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا
سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا موہنہ کھولا اور مبارک کو
لاسمہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسین ایہا الشہید ایہا المظلوم قتلوک
وما عرفوک ومن شرب الماء منحوک۔ یعنی اے میرے

وما عرفوك ومن شرب الماء منعوك - یعنی اے میرے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔
علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما
لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عبد بن سعد لما رفع الرأس الى الخولى
الاصبى ليحمله ابى ابن زياد اقبل به خولى ليلا فوجد باب القصر
مغلقة فأتى به الى منزله۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ
خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک
لے کر کوہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قہر کا دواڑہ مقفل ہو چکا تھا
در قہر خراب بند ہو چکا تھا وہ فائدہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو
تنور میں رکھ دیا۔ اور خود اپنے جہرے میں جا کر سو گیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں
ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضر میہ تھا۔ حجرہ خضر میہ کہ اس کا نام غوار غالتون
تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کلاسے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا
چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سرفرزد بی غیر خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں
صبح دم ابن زیاد کو پیش کر دیں گا اور انعام حاصل کر دیں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو
کہنے لگی واسے ہوتھ پر سر بریدہ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام لے
میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی۔
اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس
کے کمرہ میں بستر پر سر نہایا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضر میہ نے کہا واللہ انظر الى نور
ساطع مثل العمود يسطع من الاجابة التي فيها راس الحسين عليهما السلام
بجہرہ لگاتہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر
میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دیوڑی میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ
عمران سعد نے خولی ابھی کو طلب کیا اور خولی ابھی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور
ابن زیاد کو پیش کرے وہ بد بخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور دقہر
ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زویہ
مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب
اطہیت ہے اس نے سرام حسین کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ
دیا۔ اور خود حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگا اس منیجر نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں
رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی
تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے
کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا
کہ اس کا معین مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ
باور پے خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور
ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے
وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا
سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا موہنہ کھولا اور سر مبارک کو
لو سے دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسین ایہا الشہید ایہا المظلوم قتلوک
وماع فوک ومن شرب الماء منحوک۔ یعنی اے میرے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نبوی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علاوہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما
لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عہد میں سعد لما رفع الراص الى الخولى
الاصبهى ليحمد ابى ابن زياد اقبل به خولى ليلا فوجد باب القصر
مغلقة فاقى به الى منزله۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ
خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سربارک
لے کر کوثر پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا
در قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ غلہ خراب سربارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو
تنور میں رکھ دیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جا کر سو گیا۔ خولی ملعون کی دیوہیاں تھیں
ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضر میہ تھا۔ حجرہ خضر میہ کہ اس کا نام غوار غاتون
تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کلاسے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا
چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سرفرزد یقیناً خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں
صبح دم ابن زیاد کو پیش کر دل گا اور انعام حاصل کر دل گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو
کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدہ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے
میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی۔
اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف دجوع کیا اور اس
کے کمر میں بستر پر بٹھایا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضر میہ نے کہا واللہ انظر الى نؤس
ساطع مثل السمود یسطع من الاجابة التي فیہا راس الحسین علیہ السلام۔
سجدہ گمان میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر
میں نے دیکھا کہ کچھ سفید برندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

فرزند حسینؑ تجھے مظلوم بنا کر شہید کیا اور تجھ پر پانی بتد کر دیا۔ شہید ثالث علیہ الرحمۃ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ خولیؑ کی زوجہ نے دیکھا کہ ان خاتون نے سر مطہر کو اپنے زانو پر رکھا اور اپنے مقنعہ کے گوشے سے فک و خون کو صاف کیا۔ اور فرمایا۔
ضاقک عینک الارض برجیمہا۔ کہ اے بیٹا حسینؑ زمین خدا تیرے لیے تنگ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ وہ عورت جب ہوش میں آئی تو توہ کے پاس گئی دیکھا کہ اس میں سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے۔ پھر بہ ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں آواز سنی کہ اے ضعیفہ تو نے سیدہ عالم بھینچ کر کبیری۔ مریم و آسیہ کو دیکھا۔ وہ ضعیفہ اٹھی اور سر مطہر کو دھویا اور گردوغاک دور کی۔ القاس دعا برائے مولف کتاب و مترجم۔

خولی ملعونہ صبحی کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا

جب گیدہوں محرم کی صبح نمودار ہوئی۔ اہل محرم کا نہ کوئی تونس و غنچہ تھا اور نہ کوئی یاد و نام تھا علی اکبرؑ نہ عباسؑ نہ عون و محمدؑ نہ قاسم سب ہی گلے گلے مقتل میں سو رہے تھے۔ اور ادھر خولی ملعونہ خواب سے بیدار ہو کر تنور کے پاس آیا۔ سر مطہر کو باہر نکالا۔ اور ایک طبق میں سر مبارک رکھا۔ اور دارالامارہ کی طرف چلا۔ قمر پر پہنچا اس وقت عید الشہدینؑ زیاد بن نہاد تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ خولی سر امام حسینؑ لے کر حاضر دربار ہوا۔ اور ابن زیاد ملعون کے خادم طلائی ٹشٹ لے کر آئے اس میں سر امام مظلوم شہید کر بلا رکھا اور ابن زیاد کو ہدیہ کیا۔ اس ملعونہ نے اشارہ کیا کہ سر حسینؑ کی تخت پر رکھ۔ تاکہ میں سر حسینؑ سے باتیں کروں۔ خولی ملعونہ نے سر مبارک تخت پر رکھا اور سامنے کھڑے ہو کر کہا ایہا الامیر اعطی الجائزۃ کا امیر اب

تو انعام عطا کر طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ خولیؑ نے اس وقت جب کہ انعام طلب کیا تو کہا کہ میں نے بہترین نسب والے شخص کو قتل کیا ہے۔ علامہ کتاب الزیاض میں لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعونہ فارغ ہوا تو خادم سے کہا کہ سر حسینؑ لاؤ اس وقت اس ظالم و سیدین کے پاس ایک چوبدستی تھی جو وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور ایک تلوار بھی اس کے پاس تھی۔ سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا تو اس دلدل الحرام نے اس چوبدستی سے بے ادبی کی اور لب ہا مبارک کھول کر وہ چوبدستی دندان مبارک پر لگائی۔

شیخ مدوق نے بھی امالی میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ زید بن ارقم صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس ابن زیاد میں موجود تھے۔ وہ عربی و مدنی اور بزرگ صحابی تھے۔ جب اس صحابی رسولؐ نے اس حواضر اذی کی یہ جرات دیکھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اے ابن زیاد ملعونہ واللہ الذی لا الہ الا هو خلتی وعدہ لا شریک لہ کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لبوں کے بوسہ لیتے تھے۔ اور توبہ ادبی کر رہا ہے یہ کہہ کر آپ باواز بلند گریہ کرنے لگے۔ ابن زیاد ملعونہ نے اس وقت کوئی تعزیر نہیں کیا۔ کتاب عمدۃ المطالب میں ہے کہ زید بن ارقم گریان و نالہ کنان قصر ابن زیاد سے اٹھ آئے اور اہل کوفہ سے کہا وائے ہو تم پر کہ حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا اور ابن زیاد یہ گستاخی کر رہا ہے کہ آپ کے لباس مبارک پر چوبدستی لگا رہا ہے۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از سجدہ معاذ و عمر بن بہیل سے کہ ہوا اس

وقت ابن زیاد میں موجود تھے نقل کرتے ہیں کہ ابن زیاد سر مطہر امام حسینؑ سے
بلوئی کو کھارہا۔ شیخ صدوق نے امالی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ابی ہریرہؓ آشوب
نے مناقب میں بھی لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے نیک خوئی اور ایسا خوب
حسبی نہیں دیکھا جیسا کہ سر حسینؑ ابن علیؑ میں ہیں۔ اس وقت انس بن مالک کھڑے
ہو گئے اور فرمایا اے ابن زیاد رسولؐ خدا بھی اسی شکل و شمائل کے تھے۔ ایک
دوسرے شخص نے کہا بہت خوب اے امیر۔ کیا خوب تو نے شبیرہ رسولؐ خدا
کے بلے مبارک پر خوب دستی لگائی ہے گویا کہ ابن رسولؐ خدا کے ساتھ بے ادبی کر
رہا ہے ابن زیاد نے ابدانہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ سر امام حسینؑ نے انھیں کھولیں
اور اس مردود کو از روئے غضب دیکھا۔ اس وقت اس ملعون پر مہبت طاری
ہو گئی۔ جسم تجس میں ریشہ پیدا ہو گیا۔ ہوش و حواس پر انگڑ ہو گئے معین الدین
ابو المغازہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے ایک قطرہ خون اس کی
ران پر گرا۔ اس کا گنا تھا کہ اس بد نہاد کی ران میں سوراخ ہو گیا۔ اور اس ہوا مرائے
کی ران میں اس قدر سوزش اور تکلیف ہوئی کہ وہ مضطرب و پریشان ہو گیا۔ شیخ طریخی
کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں
موجود تھا کہ جب اس ملعون نے سر امام حسینؑ سے ادبی کی تو میں نے دیکھا۔ نایت
نارا قد خرجت من القصر کادت مخوفة میں نے دیکھا کہ آگ نے اس کے دو قعر
سے آئی نزدیک تھا کہ آگ قعر کو ناکس تر بنا دے بعض دوسری روایت میں ہے
کہ آگ نے نصف قعر کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس وقت وہ ولد الحرام قعر سے دوسری
جگہ منتقل ہو گیا کتاب بحار میں عبد الملک بن کردوس سے روایت وارد ہوئی ہے کہ
ابن زیاد آگ دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ اور آستین پڑھالی یہاں تک کہ آگ ختم ہو گئی۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے دربان کیا تو نے وہ آگ دیکھی ہے۔ اس نے
کہا کہ بے شک میں نے وہ آگ دیکھی ہے ابن زیاد نے کہا کہ اس کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔
شرح شافعیہ میں ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ دربار میں لایا گیا اور ابن زیاد کو پیش کیا
گیا اس نے سر ملک سے بے ادبی کی اس وقت آگ نمودار ہوا اور ابن زیاد اس
آگ کو دیکھ کر خائف ہوا اور قعر سے چلا گیا۔ اس وقت آپ کے سر مطہر سے
آواز آئی آپ نے فرمایا۔ ابن تہرب من النار یا ملعون لندن عجوزت منہ
فی الدنيا فاتمنا فی الآخرة منو اک۔ یعنی اے ملعون کہاں
بھاگ کر جائے گا اگر آگ سے اس دنیا میں بھاگ سکتا ہے تو آخرت میں آتش جہنم
سے نہ بھاگ سکے گا جو کہ تیرا ٹھکانا ہے۔

صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون کی ماں کو اس آگ اور
بیٹے کی اس گستاخانہ حرکات کا علم ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے
بھاگ گیا ہے۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہے رنگ فق ہو گیا ہے مرجانہ والدہ
ابن زیاد نے کہا اے بد نہاد کہ پسر رسولؐ خدا کو قتل کیا اور خوشیاں منا رہا ہے تف
ہے تجھ کو زن زانیہ بھی اس کے ان افعال شنیعہ سے بیزار تھی سيعلم الذین
ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

شکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم

سر ہاء شہداء

صاحب کتاب الیامین تحریر فرماتے ہیں۔ لما اصبح عمر بن سعد فی کوفہ

بنحیلہ و درجہ و انصار و اعداء و شہداء یعنی کہ جب صبح گیارہویں محرم نمودار ہوئی تو عمر بن سعد ملعون خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور اپنے خیمہ کے صدر دروازہ پر اپنے انصار و اعداء و بیکار و مدکار و شہر و مسلمان و غیرہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا۔ اور اس کا لشکر خوشیاں منا رہا تھا اور اُدھر یہ عالم کہ سہ

ہمہ آغشتہ در خون شامش

حزیم شہ اسیر قوم کافر

کہ مقتل میں سید الشہداء اور تمام لشکر حق خاک و خون میں غلطان پڑ رہا ہے اور اہل محرم شاہ مظلوم اسیر ہو چکے ہیں کہ عمر بن سعد نے حکم دیا کہ شہداء کے سراپا بریدہ حاضر کئے جائیں شہداء کے سراپا مبارکہ جس سے جدا کر کے پیش کئے گئے کتاب بہوف میں ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو طلب کر کے کہا کہ سراپا شہداء کو فریاد بجاؤ۔ اور امیر کو فرماؤ کہ زیاد ملعون کو ہدیہ کرو۔ اور ان کے عوفن اُس سے زور مال حاصل کرو۔ اس پر قبائل کو فرما کے مختلف لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی رئیس و سردار قبائل میں ہیں ہمیں بھی یہ شرف ملے کہ سراپا شہداء ان زیاد کو پیش کر دیں عمر بن سعد ملعون نے ان کی بات قبول کر لی۔ اور سروں کو تقسیم کیا۔ محمد بن ابی طالب الموسوی تحریر کرتے ہیں کہ سراپا بریدہ اٹھتے تھے جنہیں مختلف قبیلوں کے سرداروں کو دیا کہ وہ ان زیاد کے دربار میں تقرب حاصل کر سکیں۔ قبیلہ کنده کو تیرہ سراپا شہداء دے گئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ گردہ ہوازن کو بارہ سراپا شہداء دیئے ان کا سردار شمر ذی الجوشن ملعون تھا قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سراپا شہداء دیئے اور دوسرے لشکر کو لوگوں کو تیرہ سراپا شہداء دیئے اور تمام سرداروں نے سراپا شہداء نیزوں پر بلند کئے اور کو فرما کر روانہ ہوئے۔ رادی حضرت

کہتے ہیں کہ عمر بن سعد ملعون نے گیارہویں محرم کی دوپہر تک کربلا میں قیام کیا اور بعد ظہر کو فریاد روانہ ہوا۔ اس سرود نے اس لیے دوپہر تک قیام کیا کہ اولاً سراپا شہداء تقسیم کئے۔ دوم اپنے لشکر کے کشتہ ہار بجھ کر سپرد خاک کیا تیسرے شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کا انتظام کیا یہ بھی روایت ہے کہ اس بدتمہاد نے ازرق کو دفن کیا اور لاش حضرت عباس علیہ السلام کنارہ نہر نضری رہی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فجسمہ قتلاء فصلی علیہم و د فتنم و تروک الحسین و اصحابہ منبذین وارد ہوا ہے کہ ایک گردہ ازبنی ریاچ آیا اور عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ خربن یزید ریاچی ہمارا قرا تیار ہے۔ اس کی لاش ہمیں دی جائے کہ اسے دفن کریں ابن سعد نے ان کو لاش مرد دفن کرنے کی اجازت دی۔ لیکن لاش ہار شہداء کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ لاش ہار شہداء پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ واہسرتاہ واہ مصیبتاہ۔

عمر بن سعد ملعون اور شکر بیدین کی کربلا روانگی

اور اسیری اہل محرم

روایات معتبرہ سے واضح ہوتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے مع لشکر کو فریاد روانہ ہوا۔ لشکر میں صدائے بلند ہو رہی تھی اور اہل محرم حسینؑ کے جن میں چوتھے محذرات اور بچے شامل تھے اور ایک سید سجادؑ دھوپ میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور فریاد آہ و بکا بلند ہو رہی تھی۔ اور جناب زینبؑ خاتون مقتل کی طرف رخ کر کے فرما رہی تھیں بھیا حسینؑ اب زینبؑ اسیر ظلم

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثناء میں ساریاں لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتا، فدوا الجمال وارتحلوا والراس یعدوہم والرمح مشہود۔ اسے بھونچھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینب خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا۔ اہلہم زین العابدی نے مجھ سے فرمایا کہ اسے بھونچھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آپرستہ آپرستہ چلتا ایسا تو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور میں علیؑ و زبیرؓ سے شرمندہ ہوتا پڑے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ ٹھیلیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مختدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملائین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجیب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہامہ شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور مچا دیا گیا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؓ نہر کی طرف گئیں دیکھا کلام کلثومؑ تلاش حضرت عباسؑ علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اسے شیعوں کو سوار کرتا نہ عباسؑ ہیں نہ علیؑ کہ نہ قاسمؑ ہیں نہ عوفی و محمدؑ تا محرم ان کو

سوار نہیں کر سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؓ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسولؐ میں ہمیں کوئی ناجحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؓ خاتون نے کچھ اسے حلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دُور چلے گئے۔ اور زینبؓ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؓ تہتارہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آکر اپنی بیس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور جن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عربی سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بد نہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سیکندہ بنت الحسینؑ کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے سے

بابا بنگر سوز دل و چشم میرا

اڑ کوئی تو عازم بسوئے شام خرازم

یعنی اسے بابا ہمارا روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالاقافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجاد کے ہاتھ لیں گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سیکندہ خاتون نے یزید بن ابی سہب سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

ہے اور تم قتل میں سوسہ ہے ہو۔ اس اثناء میں ساریاں لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عتہاء فذبحوا الاجمال وارحلوا والراس یقذمہم والرمح مشہود۔ اسے پھونچھی لیاں ذرا دیکھئے تو یہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا۔ اہم زین العابدیؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے پھونچھی ایاں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلتا ایسا ہے کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور میں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہوتا پڑے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محلیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مختدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملائین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہمارہ شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ روال ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور مچا دیا گیا اور کنارہ ہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ ہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ کا شہد حضرت عباسؑ پر گر گیا فرما ہی ہیں آپ ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشا و عقہہ کشا کی بیٹیاں اسیر ہو کر کو فر جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اسے شیعوں کو سوار کرانا نہ عباسؑ ہیں نہ علیؑ کہ نہ قاسمؑ ہیں نہ عونؑ و محمدؑ تا محرم ان کو

سوار نہیں کر سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسولؐ میں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ اسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب ڈور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ ہتھارہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے اگر اپنی بیکیں بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعدؑ نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بد نہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چاروں چار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے

بابا بنگر سوز دل و چشم پر اکم
از کوئی تو عازم بسوئے شام خراکم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالاقافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ لیس کر دن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جو اثری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزیدؑ سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی مدد ماجدہ فاطمہؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کو بلا دریافت

کیا۔ میں نے بیان کیا پس آپ نے مجھ سے میرے بیمار بھائی کی علالت کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا اے دادی صاحبہ کیا حال پوچھتی ہو۔ بھائی سجاد بیمار تھے اور اکثر ان ملعونوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اے دادی صاحبہ اگر تم موجود ہوتیں تو دیکھتیں کہ بیمار کو کس طرح اڈوٹ پر سوار کیا ہے اور کس طرح ان کو طوق و سلاسل پہنائے ہیں۔ اور اے جدہ محترمہ دو وقت ایسے گورے ہیں کہ بھائی سجاد پر گریہ بشتت طاری ہوا ہے۔ ایک اس وقت کہ جب آپ نے بابا کا سر نیزہ پر دیکھا دوسرے اس وقت کہ جب آپ نے پھوپھی زینب و ام کلثوم اور مخدرات کو برہنہ سر دیکھا۔ پس جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ نے آہ سر دیکھی اور زار و قطار رونے لگیں اور فرمایا بس اے بیٹی سکیئہ بس، اب سیدہ میں طاقت نہیں ہے کہ مصائب کا مال سن سکے۔

— اسیر ہو کر اہل محرم کا مقتل شہداء سے گزرتے

ہوئے گریہ و زاری کرنا

در بندی اسرار الشہادۃ میں احمد کوئی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس روز مدینہ میں تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق اختیار کیا اور مدینہ سے ہجرت کی اس وقت آپ کے اہل محرم جس شان و شوکت اور عز و جلال کے ساتھ شتران محل پر سوار کئے گئے ہیں وہ تمام مناظر میری نگاہ میں تھے کہ حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبرؑ، جناب قاسم پردہ داری کا اہتمام فرما رہے تھے اور حضرت زینبؑ کو خود حضرت امام حسینؑ نے شتر محل کشیدہ پر سوار کیا تھا "واضح رہا" مدینہ میں یہ

شان زینب تھی اور کربلا میں جب اہل محرم اسیر ہوئے میں تو یہ شان تھی کہ ہے
شامیاں بستند بازو زینب و کلثوم را
لے فلک آن ابتداء و این التمام طبیعت

روایت ہے کہ محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر طبیعت اسیر ہو کر شتران بے کجاہ پر سوار ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد نے بڑے ظلم و ستم کے ساتھ اہل محرم کو سوار کیا۔ اور جب کربلا سے یہ قافلہ قیدیوں کی صورت میں کوفہ کے لیے روانہ ہوا۔ تو قافلہ کے آگے آگے شہیدوں کے سراہ مبارک تھے جو نیزوں پر بلند تھے ایک نیزہ طویل پر امام حسینؑ کا سر بلند تھا۔ اور قافلہ کے عقب میں لشکر لے دین طبل و نقارہ بجا رہے تھے اس طرح یہ قافلہ روانہ ہوا۔

صاحب کتاب الایمان تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر اعداء اہل محرم کو اسیر کر کے مقتل شہداء کی طرف سے گزرے جب مخدرات نے اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں تو سواریوں سے لاشوں پر گر دیا۔ اور گریہ و بکا اور ماتم و شیوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

نالہ ہائ اہل بیست در بدر	نالہ ہاء کو دو گان بے پدر
چوں رواں شد کار روان اشک واد	آمد آن سیل سیہ تا قتل گاہ
ہر طرف انتادہ سر و قاتمی	سیز و غلی لالہ روئی آیتی
ہر کہ چشمش بر علی اکبر فتاد	خواست تا از پایند از سر قتاد
ہر کہ اول باتن عسیان بدید	بیرین را بد امان بر دید
قاسم داماد اندر آفتاب	نفتہ دست و پا بخون خود افتاب
آہ کو عباسی افتادم جدا	من کجا آمد دست و آن پیکر کجا

ایں سچہ سیلی پی در پی زند
کعب نی بروئے کعب نی زند

یعنی کہ جب اکل اطبار کا گور مقفل سے ہوا اور مخدات اور بچوں کی نظر لاشیں
ہاں شہداء پر پڑی سب سے لاشوں پر گرادیا۔ اس وقت مقفل شور و فغان
کے نالہ بلند تھے۔ اور جب بیبیوں کی نگاہ جو انان رعنا پر پڑی۔ جگر تھام کے بیٹھ
گئیں۔ کسی نے علی اکبر کی لاش پر نوحہ کہا کسی نے عباس علیہ السلام کی لاش پر بہن کئے۔
اور کسی نے قاسم علیہ السلام کی لاش پر گریہ و زاری کیا۔ زینب خاتون حسین کی لاش پر
روتی رہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے جفا کاروں نے ان بیبیوں کو تازیانوں کے
ذریعہ لاشوں سے جدا کیا۔

کامل الزیارت میں وارد ہوا ہے اور ایسا ہی قدامت نے اپنے پدراوند سے
نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے زائدہ کہ جب اعداء
ہمیں اسیر کر کے تنگناہ شہیدان میں لے گئے اور ہم نے بابا اور بھائیوں کو لاشیں
دیکھیں اور کسی نے ہمیں دفن بھی نہیں کیا تو قریب تھا کہ اس درد سے میری روح
مفارت کر جائے۔ اس وقت میری پھوپھی زینب نے جب میری یہ حالت دیکھی
میری طرف دیکھ کر فرمایا اے حسین کی نشانی اے جد و پدر کی یادگار اے میری دل کے
قافلہ سالار تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اس قدر گریہ و بکا۔ میں نے کہا پھوپھی اماں میں کیونکر مددوں
کہ میرے سامنے بھائیوں۔ اور بابا کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں خوفاک و خون میں غلطان
ہیں نہ کسی کو کفن میسر ہے اور نہ قبر اس پر جناب زینب نے فرمایا کہ اے میرے
بھائی کی نشانی فو الله ان ذلك لعهد من رسول الله الى جدك وابيك وبتك
فداكی قسم اے سچاؤ تمہارے جد و پدر اور تم ندامت کے دریاں ہمہ ہر چکا ہے کہ

حسین کر بلائیں شہید ہوں گے بے گور و کفن پڑے ہوں گے کہ خداوند عالم ایک
گروہ کو دفن و کفن شہداء پر مامور کرے گا جو اس گروہ یدین سے نہیں ہوں گے
بلکہ وہ ہمارے محب ہوں گے۔ وہ یہاں آئیں گے۔ لاشوں کو جمع کریں گے۔
اور شہداء کو سپرد خاک کریں گے اور اے بیٹا یہ تمہارے بابا کی قبر کی جگہ ہے اور
یہاں قبر پر قبہ بنایا جائے گا تاکہ شہداء اور محب لوگ زیارت کے لیے آئیں۔
اور بارگاہ حسینی کبھی بوسیدہ نہ ہوگی۔ ہمہ وقت زیارت کرنے والوں کا رجحان ہے
گا۔ سید سجاد نے آپ سے فرمایا کہ پھوپھی اماں اس خبر کا ماخذ بیان کیجئے۔ تو
حضرت علیا زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ ام ایمن سے یہ حدیث مروی ہے
کہ جو میں نے تم سے بیان کی اگر خدا نخواستہ سچاؤ زندہ نہ رہتے تو چو کہ امام قطب
زمان ہوتا ہے کائنات باقی نہ رہتی۔ زینب خاتون یہ حدیث بیان کر رہی تھیں اور
نیز پر سلام حسین تلاوت قرآن کرہ ہوتا تھا۔

جبرئیل امین کا صحیفہ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا

میں حاضر ہوتا

چونکہ امامت لازماً نبوت ہے پس ائمہ معصومین کے لیے صحیفہ سماوی اور
دستور العمل خداوندی کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ائمہ اس کے مطابق عمل کریں تاہیکہ
ذیل سے رقت ہوں اور اپنے بعد ہونے والے امام کو سپرد کریں۔ چنانچہ
جبرئیل امین وقت آخر حضرت رسول خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
یہ وصیت نامہ ہے جو آپ اپنے اہلبیت کو سپرد کریں تاکہ وہ آپ کے بعد اس پر

عمل پیرا رہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اسے جبریل میرے اہلبیت کو لے میں۔
 جبریل نے عرض کیا کہ تمہارے چچا زاد امیر المومنین علی ابن ابی طالب تمہارے اہلبیت
 میں داخل ہیں (از مترجم آنحضرت) نے تو خود اپنے اہلبیت کا بار بار تعارف کر لیا
 ہے اس جگہ اہلبیت کو تاکید دے دے دینے کے لیے جبریل سے خطاب و تعین
 اہلبیت کی گئی ہے) اور حضرت علیؑ کے بعد ان کی اولاد سے گیارہ امام ہوں
 گے۔ وہی ائمہ دین ہیں اور یہ وصیت نامہ یکے بعد دیگرے ان میں منتقل ہوتا
 رہے گا چنانچہ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ عطا کیا۔ امام حسنؑ
 نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ سپرد کیا اور امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام
 زین العابدینؑ کو سپرد کیا۔ اس طرح اب یہ وصیت نامہ حضرت قائم آل محمد امام مہدی
 آخر الزمان عجل اللہ فرجه کے پاس ہے۔ جب امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ
 امام زین العابدینؑ کو سپرد کیا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ یا علی ابن الحسین اطرق
 و اعمت و الزم بیتک و اعبد ربک کھتی یا مینک الیقین۔ /
 اسے علی پسر من میرے قتل ہونے کے بعد غموش رہنا راضی ہو کر اٹھنا رہنا۔
 اور جھک کر بلائیں آئیں ان پر مبر کرتا۔ اور جب قید شام سے رہا کر دینے پہنچو تو گوشہ
 نشینی اختیار کرنا اور عبادت الہی کرنا یہاں تک کہ تیرا وقت رحلت آئے چنانچہ
 سید سجادؑ نے اپنی زبان مبارک سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ جو اس سے
 متافی ہوتی شمر ولد الحرام نے آپ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت زینبؑ نے حمایت
 سجادؑ میں گفتگو کی اور شمر ولد الحرام قتل کرنے سے باز رہا۔ یہاں تک کہ جب
 حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے کوئی حدیث بیان کی تو اس طرح کہ۔

حدیثی غمقی نہینت۔ کہ میری پھوپھی زینبؑ خاتون نے بیان کیا اور مترجم

سبحان اللہ نبی بی زینبؑ خاتون کی امام زین العابدینؑ علیہ السلام کے نزدیک یہ
 منزلت ہے کہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی زینبؑ نے
 بیان کیا ہے۔ کیونکہ نہ ہو زینبؑ بنت علی وفاطمہ عالمہ غیر معلکہ میں۔
 شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ زین العابدینؑ غموش ہی
 رہا کرتے تھے۔ طوق و زنجیر پہن لیا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مقتل میں جب امام حسینؑ
 کے جسد صمدیہ کو دیکھا اور جناب زینبؑ نے گریہ و زاری سے روکا اور فرمایا
 کہ لے سجادؑ تم حجت خدا ہو۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ پھوپھی اماں بابا بھی
 تو حجت خدا ہیں مگر واسطہ قوم بفا کلا نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد ملعون نے
 سید سجادؑ کے سامنے اپنے دربار میں حضرت علیا زینبؑ خاتون کی شان میں
 ناروا الفاظ کہے تو سید سجادؑ نے فرمایا۔ یا بنی مروجانہ کہ تمہارے خدمتہ عسی
 ذینب بین من یدفعہا من لدیہ فہذا آپ نے فرمایا کہ اسے ابن زیاد تو کس
 واسطے ناروا الفاظ کہہ رہا ہے میری پھوپھی زینبؑ خاتون کے مرتبہ کو اکثر ترے
 درباری جلتے ہیں اور بعض نہیں جلتے۔ اور شہر شام میں بھی آپ کے خطاب
 فرمایا ہے۔

افاد ذلیلا فی دمشق کانتی

من الزنجر عبد غاب عنہ نصیبوا

عزالت نشینی کی مدح و تعریف

انہائی زمانہ کی صحبت سے عزالت نشینی اختیار کرنا مستحسن فعل ہے۔

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ریح بن خنیس ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا۔

اگر کسی کو اس کا نفع اور فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ ضرور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دے گا۔ گوشہ نشینی سے ترک دنیا اور ترک احباب مراد نہیں ہے بلکہ کمروں سے دور رہنا۔ صحبت صالحہ اختیار کرنا۔ روح گوشہ نشینی ہے۔ ابو بکرؓ اسلیٰ جو کہ اصحاب آنحضرتؐ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورؐ پر نور کی صحبت اختیار کی اور اس میں علم و حکمت و عرفان سے اپنی زندگی کے نقش و نگار منوایے اور جب سرور انبیاءؑ نے دنیا سے کوچ فرمایا تو منبر و محراب خالی دیکھ کر شام میں عزت نشینی اختیار کی۔ معاویہؓ نے ہر چند چاہا کہ ابو بکرؓ اسلیٰ اس کی مجلس و محفل میں آئیں مگر ابو بکرؓ نے کوئی توجہ نہیں دی اور عزت نشینی ہی میں ہے جب معاویہؓ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزیدؓ پلید جائشیں ہوا تو اس نے تحفہ دہلایا بھیجے مگر آپؐ نے قبول نہ کئے اور گوشہ نشین رہے۔ یہاں تک اہلبیتؑ رسولؐ اشیر ہو کر وارد شام ہوئے آپؐ کا غلام کسی ضرورت سے باہر نکلا۔ جب اس نے دیکھا کہ آل رسولؐ قیدی بنا کر لائے گئے ہیں روتا ہوا واپس آیا اور بکرؓ اسلیٰ سے واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ بسط رسولؐ الثقین امام حسینؑ کا سر بریدہ شام میں لایا گیا ہے اور ان کے الحرم علی وفاطمہ کی بیٹیاں اسیر ہو کر آئی ہیں۔ اور امام زین العابدینؑ طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہیں جب ابو بکرؓ اسلیٰ نے یہ سنا تو غمناک ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اس قدر سوچا کہ یہ ہوش ہو گئے اور کہا اسے غلام مجھے دبا کر یزیدؓ میں لے چل۔ غلام ان کو دربار میں لایا۔ یہ اس وقت پہنچا کہ سر مطہر امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا۔ اور یزیدؓ ملعون چوب دستی سے لب ہاد مبارک اور دندان مبارک سے بے ادبی کر رہا تھا یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فرمایا اے یزیدؓ یہ وہ لب ہیں کہ رسولؐ خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل

شہداء سے گزرنا

جب الحرم قیدی ہو کر کربلا سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو اقل قتلگاہ شہداء کی طرف سے گزرے ہر ایک بی بی نے اونٹ سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ ام لیلیٰ علی اکبرؑ کی لاش پر ام فروہؓ قائم کی لاش پر اور ام کلثومؓ جناب عباسؑ کی لاش پر پہنچیں اور ماتم کیا۔ اور لاش امام حسینؑ پر زینبؓ خاتون اور سکینہؓ روتی رہیں۔

کتاب منتخب اور کتاب بحار میں ہے کہ بنی اسد کے قبیلہ کے ایک شخص نے کہا مکنت زار عا علی نہر العلقی۔ یعنی کہ میں نہر کے کنارے زراعت کرتا تھا۔ جب لشکر عمر بن سعدؓ چلا گیا اور میدان کربلا ان کافروں سے خالی ہو گیا تو میں نے عجیب و غریب امور دیکھے مشک و عنبرانی خوشبو آ رہی تھی میں نے دیکھا کہ جب آفتاب غروب کر گیا تو قبیلہ کی سمت سے ایک شیر آیا۔ بہمہ کرتا ہوا یعنی چھنکارتا ہوا میں خوف زدہ ہو کر کسی جگہ چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ شیر جس سے آیتھا واپس چلا گیا میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ معاذ اللہ خارجی تھے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ اور میں عجیب و غریب آثار و علامات دیکھ رہا ہوں کہ ایسی باتیں کبھی دیکھی ہی نہیں میں نے قسم کھائی کہ آج شب کو میں جاگتا رہوں گا کہ دیکھوں شیر لاش ہاد مقتولین کے ساتھ کیا کرتا ہے جب آفتاب غروب کر گیا اور شب ہو گئی۔ پھر وہی شیر قبیلہ کی طرف

سے نمودار ہوا۔ میں اسے دیکھ کر کاپنے لگا۔ اور میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شیر آدم خور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے کہا جائے میں نے اسی اثناء میں دیکھا کہ وہ شیر لاش ہا مقتولین کے درمیان گیا۔ اور ایک لاش کو جوتل آفتاب نورانی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے درمیان لے لیا۔ مجھے پھر یہی خیال ہوا کہ شیر اس لاش کو کھائے گا لیکن اس نے خون لاش منظر اپنے ماتھے پر لگایا۔ نالہ و ہنہ۔ اور لاش کے گرد طواف کرنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ شب کا کچھ حصہ گزرا۔ اس وقت کچھ شمع سارے مقتل میں روشن ہو گئیں اور گریہ و زاری اور نوحہ کی آوازیں آنے لگیں میرا دل اس پر درد نوحوں کو سن کر بیتاب ہو گیا اور دل پر غم و اندوہ کی گھمٹا چھا گئی۔ پھر آواز آئی ہا حسینؑ، خیال کیا کہ ان نوحہ گردوں کو دیکھو کہ کون ہیں جو اس طرح روپیٹ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ نوحہ گرد غائب ہو گئے۔ میں نے باواز بلند کہا: خدا را بتلاؤ کہ یہ مقتول کون بزرگ ہے۔ تو جواب سنا کہ یہ حسین ابن علیؑ ہیں جو راہ خدا میں شہید ہوتے ہیں اور شیر جو تو نے دیکھا شاہ نجف شیر خدا علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو اپنے فرزند کی لاش پر تشریف لائے ہیں۔

یا اسد الرحمن یا شختہ النخیف جزاء و صبرا للחסین قتیل
فداک دوحی یا حسین و عترتی و انت عفیر فی التراب جدیل
و جسمک عریاں طریح علی الثری علیہ خیول الظالمین تجول
یہ حکایت صحیح اور موثقہ ہے اور اس کو مولف کتاب کے والد ماجد مرحوم نے اپنی کتاب ریاض میں تفصیلاً درج کیا ہے۔

کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا

الشیخ مفید کتاب الاثر میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسد نے شہداء کربلا کو دفن کیا ہے دوسرے ارباب مقاتل بھی اسی چیز کے قائل ہیں۔ روضۃ الشہداء طبری اور کامل السیفہ اور مقتل ابی مخنف اور کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ایسا ہی مذکور ہوا ہے کہ شہداء کربلا کو بنی اسد کے لوگوں نے دفن کیا ہے۔ اور کسی یہ نہیں لکھا کہ وقت دفن شہداء حضرت سید سجادؑ آئے ہیں لیکن ہم شیعہ امامیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام ارباب خبر و حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی امامؑ از غسل و کفن و دفن و حنوط بغیر از امامؑ کوئی دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے شہداء کو دفن کیا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بظاہر ایسا ہے کہ بنی اسد نے امام حسینؑ کی لاش منظر کو دفن کیا ہے مگر باطناً امامؑ کو امامؑ ہی دفن کر سکتا ہے کہ نہ کہ غیر امام۔ پس زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز بوقت دفن کربلا تشریف لانا اور اپنے پدر بزرگوار کو دفن کرنا صحیح و درست ہے حضرت امام علیؑ الرضا علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے ایک مجمع میں فرمایا ہے کہ ہمارے بدمام زین العابدینؑ بظاہر قید تھے لشکر عمر ابن سعدؑ آپ کو اسیر کر کے شام لے جا رہے تھے کہ آپ باعجاز امامت محقق تھے انداز میں اس وقت کربلا تشریف لائے کہ جب قبیلہ بنی اسد کے لوگ شہداء کی لاش ہا مبارکہ کو سپرد خاک کر رہے تھے۔ بعدہ امام زین العابدینؑ واپس چلے گئے۔ اسی طرح باعجازؑ میں اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفرؑ کی نماز جنازہ انجام دی۔

مازلت اللیلۃ احضر القیور الحسین واصحابہ کہ میں اس شب کہ بلا میں حسین اور ان کے اصحاب کی قبریں کھودتے میں مشغول رہا۔ تمام شہداء ایک ہی قبر میں آرام فرمائیں البتہ حضرت عباس علیہ السلام کی قبر مبارک کنارہ غافر یہ ہے۔ آپ کی قبر مبارک علیہ اس لیے ہے کہ آپ کی لاش مبارک اس قدر ٹکڑے ٹکڑے تھی کہ امام حسین لاش برادر اٹھانے کے لیے آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ جہاں اب روضہ مبارکہ ہے اور ایسا بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت عباس طویل القامت تھے مگر واستراہ آپ کی قبر مبارک آپ کے جسد مبارک کی مناسبت سے چھوٹی ہے قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا سبب تحریر کر سکوں کیونکہ آپ کا بدن مبارک ٹکڑے ٹکڑے تھا کہ جنہیں جمع کر کے دفن کیا گیا ہے۔

تحقیقات دربارہ دفن حضرت سید الشہداء

علیہ السلام

علامہ مجلسی کتاب بحار جلد ہاشم دسویں جلد میں میسرۃ بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے جہنم دار حسین علیہ السلام وارد کر بلا مدحی ہوئے میں تو آپ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں بزرگان بنی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا ہے مضمون خط یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسین بن علی الی محمد بن الحنفیہ ومن قبلہ من بنی ہاشم اما بعد فکان الدنیا لہم تکن وکان الاخرة لہم تزلو والسلام جس وقت میں نے آپ بنامہ مدینہ ارسال کیا ہے چاروں طرف ناکہ بندی تھی۔ اور

کفن کے لیے آیا تھا نماز پڑھی اور چلا گیا۔ اور امام محمد تقی نے امام رضا کو اسی طرح تشریف لاکر غسل دیا نماز پڑھائی اور آپ چلے گئے۔

اب ہم ایک مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ لایبی ام الامام الا امام یعنی کہ امام کو امام ہی کی غسل و کفن و دفن و حنوط وغیرہ کے کام انجام دے سکتا ہے نہ کہ غیر امام۔ پس حضرت حمزہ المثلہ تعالیٰ فرجہ کو غسل کون دے گا اور کون نماز پڑھے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسین بعد ظہور امام العصر علیہ السلام رجعت فرمائیں گے اھ آپ ہی تجمیز و تکفین و تدفین انجام دیں گے۔ بہر حال جس وقت بنی اسد مدینہ شہداء میں مشغول تھے حضرت امام زین العابدین تشریف لائے اور اپنے پسر بزرگوار حسین کو دفن کیا۔ اور باقی ماندہ شہداء علیہم السلام کو پہچان پہچان کر آپ نے بنی اسد کو حکم دفن دیا ہے ورنہ شہداء کو بنی اسد نہیں پہچان سکے تھے کہ یہ کس شہید کی لاش ہے اور یہ کس شہید کی لاش ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین ہر ایک شہید کی لاش کو پہچانتے تھے اور حکم دفن دیتے تھے یہاں تک کہ آپ نے امام حسین کو دفن کیا اور پائیں بار حضرت امام حسین۔ جناب علی اکبر کو دفن کیا یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اب تربت امام حسین موجود ہے۔ اور یہ بھی جانا چاہیے کہ قبر امام حسین علیہ السلام اور گنج شہیدان کی وسیع قبر خود حضرت رسول خدا نے تیار کی ہے چنانچہ کتاب منتخب المراثی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ نے محرم کی گیارہویں شب کو خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ گریان و محزون مگر دو غبار میں آٹھ ہوتے تشریف لائے ہیں ریش مبارک پر آنسو ٹپک رہے ہیں نے رسول اللہ سے دریافت کیا یا حضرت گریہ کیوں فرما رہے ہیں اور کہاں تشریف لے گئے تھے تو ارشاد فرمایا۔

آپ کا محاصرہ بھی ہو چکا تھا چار ہزار کوہ گھیر ڈالے ہوئے تھے اس وقت امام حسین کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ زمین کو بلا پر قبروں کے واسطے جگہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ امام حسین نے زمین کو بلا کے مالکوں کو جو غامزہ کے رہنے والے تھے طلب فرمایا چار در چار فرسخ زمین کو بلا ساٹھ ہزار تومان میں ان سے خریدی۔ اور پھر اس کو وقف کر دیا۔ اور اس زمین خرید کردہ کی تولیت بنی اسد کے نام قرار دی اور چند شرائط مقرر کئے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس دن گزرنے کے بعد ہمارے اجساد پاکیزہ کو اس زمین میں دفن کر دینا اور جب ہمارے شیعہ دور نزدیک سے ہماری قبور کی زیارت کے لیے آئیں۔ تو ان کا استقبال کرنا اور ان کو ٹھہرنے کے لیے جگہ دینا۔ تین دن تک ان کی ہمانی کرنا چنانچہ بعد دفن شہداء قبیلہ بنی اسد نے ان امور کو انجام دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو گئے اور یہاں دسویں محرم کو امام حسین اور تمام عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور لشکر عربین سعد ملعون سے کربلا خالی ہو گیا۔ لیکن لاش ہاد شہداء ریگ گرم پڑنے لگی ہے۔

چون دور واز قتل شاہدین گزشت

بافتر گشتند ازل کوہ و دشت

یعنی کہ جب قتل سید الشہداء کو دور واز گز گئے تو تمام ان لوگوں کو جو کربلا کے آس پاس دور و نزدیک رہتے تھے۔ یا پہاڑوں پر اور صحرا میں رہتے تھے غیر شہادت معلوم ہو گئی۔ اور بنی اسد کی عورتوں نے لاش ہاد مبارکہ کو بے غسل و کفن پڑا دیا دیکھا تو اپنے مردوں کو غیرت دلائی۔ کہ فرزند رسول خدا بے گور و بے کفن پڑا ہے اور جب کہ تم لوگوں نے بیخ زمین کے وقت لاشوں کو دفن کرنے کی شرط

بھی قبول کی تھی مگر اب غموش بیٹھے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خدا و رسول سے نہیں ڈرتے۔ وہ کہنے لگے کہ میں عید اللہ ابن زیاد سے درگت ہے کہ اگر اس کو خبر ہو گئی تو ہمیں قتل کر دے گا۔ لیکن جب عورات بنی اسد نے شور و غوغا کیا تو مردان بنی اسد دفن کرنے کی نیت سے کربلا پہنچے۔ گروہ بنی اسد مقتل میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ ان اجساد مطہرہ کو جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں کیونکر دفن کریں اور کس طرح انہیں سپرد خاک کریں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی لاش ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔ وہ ابھی سرگردان و پریشان تھے کہ ایک سوار عالیقدر وہاں نمودار ہوا۔ اس نے شہیدوں کے لاش ہاد مبارک پر نظر ڈالی۔

بسان حضرت یعقوب نالہ میگرد

بسر عاتقہ سبزی و یک ژولیدہ

یعنی کہ وہ سوار نمودار ہوا اور جیسے ہی مقتل میں قدم رکھا۔ مثل یعقوب نالہ کہا۔

یعقوب پسر پسر کہتے تھے اور یہ پدر پدر کہہ رہے تھے۔ سبز عاتقہ مبارک پر مگر پریشان و درہم و برہم۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جب بنی اسد نے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کون ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو نہیں پہچانتے فرمایا ہے

گفت من این کشتہ ہار اسد پسر

می شناسم چون پدر ہار اسد

فرمایا کہ میں ان شہداء کو اس طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جیسے باپ کو اولاد پہچانتی ہے۔ بنی اسد سمجھ گئے کہ یہ ابن الحسین زین العابدین میں پس وہ لوگ تندی و تکفین کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ہر ایک کی لاش کو اٹھا کر لاتے اور سید سجاد

اس کو پہچان کر دفن کرنے کا حکم دیتے تھے کہ وہ لوگ ایک لاشہ اٹھا کر لائے

پس برآوردند از خون پسری ہچو گل صد پارہ جسم بے ستری
ز دلسر گفت این علی اکبر است این شہید حضرت پیغمبر است
یعنی کہ وہ لوگ ایسی لاش اٹھا کر لائے جو پارہ پارہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی علی اکبر ہمیشہ پیغمبر ہیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں۔ وحضر والمشهداء من اهل بيته واصحابه الذين صرعوا حوله ما يلي رجل العجيان وجمعهم ودفنوه جميعاً یعنی تمام شہداء کے لیے کہ ہوا اصحاب والبعیت سے تھے امام حسین کی قبر مبارک اطراف میں پڑے ہوئے تھے قبر تیار کر کے ان پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا جو کہ اب گنج شہیدان کے نام سے معروف و مشہور ہے و دفنوا الحسين حيث قبره الان۔

ناگمان شد بانگ داوید بلند از تمام آنگر دستمند
پیکرے دیدند افتادہ بنجاک قطع قطعہ پارہ پارہ چاک چاک
ناگمان ان کی نظر ایک ایسی لاش مہر پڑی کہ جو ٹکڑے ٹکڑے تھی اس وقت ایک شور بکا بلند ہوا امام زین العابدین سے سوال کیا اسے آقا یہ کس کی لاش مبارک ہے اس وقت امام زین العابدین نے اس لاش مہر پر گرا دیا۔ اور زنجہائے مبارک کو بوسہ دیتا شروع کیا آپ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

سے

از تربت تو رو بسفر دارم لے پید از خون دل دودیدہ ترو دارم لے پید
آہ فغان کہ رفتم و فرست ندا و شمر کز آفتاب نقش تو بر دارم لے پید

اکنون بیامدم کہ کنم دفن پیکرت
بر خاک جسم پاک تو بپارم لے پید

یعنی کہ لے بابا جان اب آپ کی تربت سے میں جدا ہونے والا ہوں۔ سفر شام پیش نظر ہے و احسن تہادہ شمر ملعون نے مجھے فرصت نہ دی کہ آپ کے جسم مبارک کو دھوپ سے بچاؤں اور اے بابا اب میں آپ کو سپرد خاک کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور آپ نے لاش مہر کو دفن کیا۔ اور فرمایا کہ۔

غير من لا ثقی نباشد این مقام
لا یلی امر الا هام الا الا صام

یعنی کہ میرا غیر یعنی جو امام نہ ہو امام کو دفن نہیں کر سکتا امام کو امام ہی غسل و کفن و حنوط دے سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے۔ پس آپ نے نماز پڑھ کر جس مہر امام حسین کو قبر مبارک میں دفن کیا اور یہی وہ قبر مبارک تھی کہ جسے حضرت رسول خدا نے تیار کیا تھا آپ نے شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کو بھی آپ کے پائیں پاؤں دفن کیا کیونکہ امام حسین نے وصیت فرمائی تھی اور پھر آپ نے قبر مبارک پر تحریر کیا حدیث اقر حسین بن علی ابن ابی طالب بعدہ گنج شہیدان تیار ہوا اور تمام شہداء دفن کئے گئے اور حضرت عباس علیہ السلام کنار نہر علقہ دفن ہوئے ہیں اس طرح کہ آپ کے دست ہاں بریدہ عبا کے دامن میں رکھے اور دفنوا علی العباس بن علی بن ابی طالب فی موصعة الغدی قتل فیہ علی طریق الغاصریۃ۔ یعنی کہ حضرت عباس علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کیا کہ جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر کنار نہر علقہ گرے تھے۔

اہلبیتؑ اہلبار کا کوفہ میں داخلہ، پریشان حالی اور

تماشائیوں کا ہجوم

جب عمر ابن سعد ملعون نے محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کو بلا سے بطرف کوفہ کوچ کیا۔ اور اہل محرم کا قافلہ اسیر ہو کر کوفہ پہنچا بیرون شہر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ساتھ منزل کی اور ابن زیاد ملعون کو اطلاع دی کہ شہداء کے سر بار مبارک اور اہل محرم حسین ابن علیؑ اسیر ہو کر وارد کوفہ ہو گئے ہیں دربار میں حاضر کی اجازت دی جائے۔

رسید یک بشارت بسوی ابن زیاد	کہ ای امیر حسینؑ کشتہ شد بشارت بباد
بر تیغ لشکر ما لشکرش فنا گشتند	ہم ذبیحہ میدان کر بلا گشتند
رسن بگردن کلثومؑ باز دے زینب	فگندہ ایم بصد خواری دہر از تعب
بقیدہ سلسلہ یستم پانچ نوین العباد	ز دیم کو سس بنام یزید و ابن زیاد
بورگ و کوچک اہل حسین شاہ جہاز	نشاندہ بر افواہ بہار و جہاز

رساندہ ایم نیز دیک کوفہ خوار و اسیر

کنوں چہ نکم در ورد شہر اسیر

یعنی کہ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو خوشخبری کا صدقے ذریعہ پہنچائی کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ تجھ کو مبارک ہو۔ ہمارے لشکر نے لشکر حسینؑ کو فنا کر دیا۔ سب کے سب کو بلا میں قتل کر دیئے گئے۔ زینبؑ و ام کلثومؑ اسیر ہو کر آئی ہیں۔ میدان سجادؑ کے باد مبارک میں زنجیر ہے۔ اور ہم نے یزید و ابن زیاد کے نام کا ڈنکہ بجا دیا ہے شتران بے کجاہ پر اہل محرم کو لایا گیا ہے۔ اب ہمیں حکم ملے کہ دربار میں اسیروں کو لے کر حاضر ہوں۔

لما جاء الرسول وبشراً بالما مولاً ام اللعين بدق البشائر وضرب الطهول
جب عمر ابن سعد ملعون کا قاصد اس کا پیغام لے کر داخل دربار ابن زیاد یہ نہاد ہوا۔ تو اس مرد نے حکم دیا کہ طبل فتح و ظفر بجائے جائیں اور یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص آلات حرب لے کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور اہل محرم کو برہنہ سر داخل دیوار کیا جائے۔ صاحب کتاب الزینین لکھتے ہیں کہ شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ دربار آلاستہ کیا گیا اور تماشائی کوفہ کے لگی کوچوں میں جمع ہو گئے۔ کوٹھوں کو ٹھوں عورتیں موجود تھیں کہ آل رسولؐ کا تماشہ دیکھیں۔ لیکن جب زمان کوفہ نے سنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے و احسناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ اسی آئنا میں خولیٰ مبینؑ یعنی پہنچا۔ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا وہ ملعون اس نیزہ کو لیے ہوئے تھے اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے سر امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔ سوز قلب کے ساتھ فرمایا کہ اے برا در بجان برابر تمہارا سر نیزہ پر ہے اور میرا سر کھلا ہوا ہے اور اسے بھائی جان یہ دو کوفہ ہے کہ جہاں زینبؑ شہزادی کھلاتی تھی۔ اب میں اور محدثات کنیزوں کی طرح اسیر ہو کر کوفہ آئے ہیں کوئی زینبؑ بلکہ مال نہیں پوچھتا۔ خلق خدا تماشائی ہی ہوئی ہے۔ اس وقت اہلبیت کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کہ جب عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ مردوں کو ترتیب وار لے جائیں۔ آگے آگے سر امام حسینؑ اور اس کے عقب میں شہداء کو بلا کے سر بار مبارک ہوں۔ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر مثل چاند چمک رہا تھا اور شہداء کے سر ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ چاند کے گرد ستارے ہوں۔ اور اہل محرم کنیزوں اور اسیروں کی شتران بے کجاہ پر سوار تھے۔ ثم ساروا بهم علی اسوا الحال حتی قروا الکوفۃ۔ پھر گروہ شتران بڑی ذلت و خواری کے ساتھ اہل محرم کو لے کر داخل ہوئے اور تماشائیوں سے لگی کوچہ بھر گئے۔ اور عادی کہہ رہا تھا ہذا اس الحسین کہ یہ

حسین کا مہر ہے۔ لوگوں نے سر امام حسینؑ کے گرد ہجوم کر لیا تھا۔ اور جب لوگوں کی ٹکائیں اسیروں کے قافلہ پر پڑیں تو زمان و مردان کو فران کے حال زار پر رونے لگے۔ عباس بن امیہ جاشعہ کہتا ہے کہ میں اس وقت تماشائیوں میں موجود تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک سواری نمودار ہوئی سر پر خون گھوڑے کی گردن میں اوڑھائی تھا۔ وہ سر کی جوان کا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوار کہ جس کے گھوڑے کی گردن میں سر پاک تھا۔ کبھی گھوڑے کو دوڑاتا کبھی گھوڑے کو اس کے پیروں کے بل اٹھاتا تو سر مبارک بھی کبھی زمین پر لگتا اور کبھی بلند ہوتا پھر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عباس بن علیؑ کا سر مبارک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سر محمد بن عباسؑ کا تھا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو مطلع کیا گیا کہ ہجوم بہت زیادہ ہے ابھرم کی حفاظت کے لیے اپنی سپاہ بھیجے ایسا نہ ہو کہ لوگ ابھرم کے قافلہ کو آزاد کرالیں۔ یہ بھی ایک مؤثر اور معتبر خبر ہے کہ جب حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے شہادت پائی تو آپ نے اپنی بیٹی زینبؑ خاتون سے فرمایا تھا کہ اے زینبؑ تو ایک دن کوفہ میں اسیر ہوگی اس وقت مبر کرنا اور صبر چل کرنا۔ غرض کہ ابن زیاد ملعون نے اپنے فادموں کو بھیجا کہ مجمع عام سے ابھرم کی حفاظت کریں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اس وقت ام کلثومؑ نے ابن زیاد کے حاجب یعنی حافظ سے کہا۔ دیکھ ہذا الف دہر خدا ہا۔ کہ یہ ہزار درہم لے اور سر ہاد شہداء ہم سے دور بیجا تاکہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہم پر نا محرموں کی نظر نہ پڑے۔ اس حاجب نے وہ درہم لے لیے اور سروں کو ابھرم سے دور کر دیا۔ جب وہ حاجب گھر گیا اور اس نے درہم دیکھے تو وہ سیاہ رنگ کے پتھروں میں بدل گئے تھے اور ان پر ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون او دوسری طرف وسیعہم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ تحریر تھاعرین کہ اسیروں کا داخلہ

شہر کوفہ میں ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کے سر بربیدہ کا نیزہ پر قرآن

پڑھنا

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ قال سہل الشہر زودی كنت قد اقبلت في السنة اريد الحج الى بيت الله - سہل کہتے ہیں کہ میں نے اس سال حج خانہ خدا کے ارادہ سے سفر اختیار کیا تھا کہ وار کوفہ ہوا دیکھا کہ تمام بازار اور دوکانیں بند ہیں اور مردم گردہ در گردہ تماشائی کی صورت میں موجود ہیں میں نے ایک مرد بزرگ و سن رسیدہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ خوش خوش ہیں اور بعض لوگ رو رہے ہیں۔ وہ مرد پیر مجھے ایک طرف لے گیا۔ اور کئی بکلا مالیا کہ وہ بازار بلند روئے لگا اور کہا اے سرور آج ہمارے لیے کوئی عید نہیں ہے نہ کوئی خوشی ہے لیکن گریہ اس لیے ہے کہ حسین ابن علیؑ شہید کر دیئے گئے۔ کربلا میں حسینؑ قتل ہو گئے اور یہ ان کے اہلبیتؑ ہیں جو اسیر ہو کر یہاں آئے ہیں۔ سہل کہتے ہیں کہ ابھی اس مرد پیر کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ حق سمعت البوقات والوایات تحقیقت والاعلام قد نشرت۔ کہ صدائے بوق (بڑی کرناے کہ جس سے مہیب آواز نکلتی) سنی اور مختلف علم کلام سے گزرے۔ بلبل جنگ، فتح و ظفر کے تقارہ نکچ رہے تھے۔ ناگاہ میری نظر ایک طویل نیزہ پر پڑی اس پر امام حسینؑ کا سر بربیدہ نصب تھا۔ واذا براس الحسین قد اقبل به علی ریح وقد لاجت شواربہ والنور یسطع منه۔ یعنی کہ اس سر بربیدہ سے جو نیزہ پر تھا

تھا ایک نور لب ہا مبارک سے ساطع ہو رہا تھا و اخجلہ الاسلام جاء و اجلاسک
یا بن بنت محمدؐ۔ سہل کہتے ہیں کہ اس سر بریدہ کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہوا
اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا خیال کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کے آدمی مجھے گرفتار کر لیں
ناگاہ دیکھا کہ اسیران آل محمدؐ ظاہر ہوئے و یقدا معا علی بن الحسین۔ ان کے آگے
آگے امام زین العابدینؑ تھے جو سالار قافلہ اسیران بنے ہوئے تھے اور طوق وزنجیر
پہنے ہوئے تھے۔ اور ان کے عقب میں ام کلثوم بنت علیؑ تھیں جو اہل کوفہ سے
خطاب کر رہی تھیں۔ یا اهل الکوفة نحن سبايا الحسین فغضوا البصار کم
عنا وعن النظر الینا کلمے اہل کوفہ ہم حسینؑ کے اہلبیت میں اور اسیر میں اپنی
آنکھوں کو بند کر لو۔ ہمارا تماشا نہ بناؤ ہمیں نہ دیکھو مگر وہ بے حیا قوم آپ کے فرلٹنے
پر تماشا سے باز نہیں آئی۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا۔ معاشر الناس اما
تستحيون من الله ورسوله ومن على المرتضى وفاطمة الزهراء فغضوا البصار
عن النظر اليهن۔ اے قوم بے حیا بے شرم خدا و رسولؐ سے شرم کرو و خوف خدا و رسولؐ
کو کہ تم علی وفاطمة کو آزار پہنچا رہے ہو کہ ان کے اولاد کا اس قدر تماشا دیکھ رہے
ہو اس خطاب پر عقاب سے کوفیوں نے اسیران حرم کو دیکھنا بند کر دیا ہے
ابن بانگ داری کار روان است یازینب زار در فغانست
خورشید رنگ نیز رفتہ یار اس حسینؑ برسانست
ردا است ینالہ یا کہ یسلی در ماتم اکبرؑ جوان مست
از اہر ہمار ژالہ ریزد
یا چشم سکینہؑ خو نکال مست

یعنی کہ نیزو پر سر امام حسینؑ ہے یا سورج تابندہ ہے۔ ام لیلی ماتم علی اکبرؑ میں نہ

میں سکینہ خاتون کی آنکھوں سے خون آنسو بہ کر برس رہا ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ
شہداء کے سر ہا مبارک دروازہ بنی خزیمہ تک پہنچے وہاں پر ایک مدت تک
ٹھہرے رہے۔ سر امام مظلوم نیزو طویل پر تھا میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ لب ہا
کو جنبش ہو رہی ہے۔ جب میں نے کان لگا کر آواز مانی تو معلوم ہوا کہ سر بریدہ امام
حسینؑ قرآن مجید کی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور جب سر امام مظلوم اس آیت
پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ الْكَافَّةَ وَالرَّقِيبَ كَمَا نَا مِنْ اٰیَاتِنَا عَجَبًا۔
سہل کہتے ہیں کہ مجھ پر شدید گریہ طاری ہوا اور ہر طرف دیکھ کر عرض کیا مولیٰ آپ
کا کام تو عجیب و عظیم تر ہے اور میں یہ ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ سر
امام نے سورہ کہف تمام کر دی تھی۔

کوفہ میں اہلبیت اطہار کی پریشانی کے یقینہ حالات

جب اہلبیت اطہار کوفہ میں داخل ہوئے تو تماشا نیوں کی کثرت کی وجہ سے
راستے بند ہو گئے تھے چنانچہ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ وقد ملئت
شوارعہا وسککھا و زقاتہا من الرجال والنسوان والشيوخ والشبان والصلبة
والصبیان فغضوا بآک ومنتحب ومنہم ضاحک و طرب۔ کہ اس قدر ہجوم
تھا کہ راستے محدود ہو گئے تھے۔ ہر سن و سال کے لوگ مرد و عورت موجود تھے
کچھ ان میں ایسے تھے کہ اہلبیتؑ کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے اور کچھ لوگ ہنس رہے
تھے اور خوشیاں مناسبت تھے علامہ مرحوم نے بعض کتب کے حوالہ سے تحریر کیا
ہے کہ سہل شہر زوری ایک شخص نے کہ جو اسدی کے نام سے مشہور تھا نقل کیا ہے
کہ میں ۳۰ میں کوفہ میں تھا کہ لشکر ابن زیاد بندھا کر بلا سے واپس کوفہ پہنچا۔ اور

اسیران آل محمد بھی انس لشکر کے ساتھ وارد کوفہ ہوئے۔ میں کسی مرد پیر سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو اس پیر نے کہا کہ تو نہیں دیکھتا کہ سر فرزند بینکر نیزہ پر بند ہے۔ پھر اس نے عورات اہل حرم کا تعارف کر لیا۔ اور کہا کہ یہ بیمار جو سالار قافلہ ہے طوق و زنجیر میں گرفتار ہے علی ابن الحسین ہے۔ میں نے جب اس بیمار پر نظر کی تو گریہ گلو گریہ ہو گیا۔ ایک اونٹ پر زینب خاتون اور سکینہ بنت الحسین سوار تھیں۔ جناب زینب نے فرمایا کہ اس اہل کوفہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ہم آل رسول میں ہم نبی زادیاں ہیں

علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں کوٹھڑیوں پر عورات کوفہ بیٹھی ہوئی اسیران کو بلا کا تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ ایک ضعیفہ ناقل سے کہیں لے دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک بی بی بیٹھی ہیں اور ان کی گود میں ایک بچی بیٹھی ہوئی ہے جو پریشان حال ہے اور اس کی زبان پر ہاں پدہ ہاں پدہ جاری ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا۔ من انی الانسار طاعت کونست کہ تم کہاں کے اسیر ہو۔ جناب زینب نے فرمایا کہ یہ کیا سوال ہے اس نے کہا میں نے ایسے قیدی نہیں دیکھے جیسے کہ تم لوگ ہو۔ جناب زینب نے فرمایا کہ نحن بنات رسول الله و بنات نسأ الحسین لے ضعیفہ ہم دختران رسول خدا ہیں پیغمبر خدا کے قریبی ہیں

ما آل رسول مصطفیٰ ثم افتادہ بورطہ جفا شیخ
پروردہ دامن بتولیعہ امروذ اسیر و مبتلا یح
یعنی کہ اسے ضعیفہ ہم آل رسول مصطفیٰ ہیں (مسلو علیہ والہ) اور آج کل ہم کوفیوں کی جفا و ستم سے ہلاکت میں ہیں ہم بتول خدا کے دامن میں پلے ہیں، اور آج اسیر محن

ہیں۔ پس جیسے ہی اس مومنہ نے سنا اپنے موہنے پر طمانچہ لگائے اور رونے لگی و امصیتاہ آل رسول کجا اور اسیری کجا وہ ضعیفہ کوٹھے سے نیچے اتری اور اپنے اہل فائزہ کو سارا واقعہ سنایا اور کہا تم گھروں میں ہو اور علی و فاطمہ کی بیٹیاں قیدی بنی ہوئی ہیں لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اس ضعیفہ کا نام بھی زینب تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کوفہ میں تھے تو آپ کے ایک غلام کی یہ ضعیفہ بانو سے حرم تھی۔ ضعیفہ بڑی جلدی کے ساتھ چادر اوڑھ کر گھر سے باہر آئی اور چادریں اہل حرم کو دیں۔ جناب زینب نے فرمایا کہ یہ چادریں بطور صدقہ ہیں اور صدقہ ہم پر حرام ہے اس ضعیفہ نے کہا کہ بطور ہدیہ پیش کر رہی ہوں جناب زینب نے وہ چادریں اور مقنع قبول کیا۔ اس وقت زینب قیس ملعون و حرام زادہ اس مومنہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس عورت نے چادریں دی ہیں اس بد بخت نے اس مومنہ کو سخت و سخت الفاظ کہے وہ چادریں ہیں اور وہ مومنہ اپنے گھر چلی گئی اللعنة الله على القوم الظالمین۔ جب اہل حرم اسیر ہو کر کوفہ پہنچے ہیں تو سب عورت مردوں کے چوتھے سے لے کر چوراسی تک وارد ہوئی ہے۔ چوراسی تھی۔ اور سر ہاں شہدادہ جو نیروں پر بلند تھے وہ پچاس یا ستر تک بتلائے جلتے ہیں۔

کتاب لہوف میں ہے کہ اسیران اہلیت ہیں مردوں میں سے علی ابن الحسین یعنی امام زین العابدین اور حسن بن الحسن مثنیٰ اور ان کے علاوہ زید، عمرو بن الحسن بھی سہراہ تھے اور علامہ مرحوم کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن الحسین اور محمد باقر علیہ السلام بھی تھے۔ جب کوفہ کے لوگوں نے اسیروں کو دیکھا تو ہر طرف سے گریہ بکا کی صدائیں بلند ہو گئیں حضرت سید سجاد نے فرمایا کہ اب تم روتے ہو اور تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ اہلیت کی معرفت نہیں

کہتے اب معلوم ہوا تو گریہ و زاری کرنے لگے۔

فتوح بن اعثم کوئی اور ترجمہ ابوالفتوح میں وارد ہوا ہے کہ وہ لوگ کہ جو امیران آل محمد کے ساتھ کربلا سے واپس آئے ہیں اور ان کے نام بیان کئے ہیں وہ اس جماعت میں شامل تھے کہ کربلا سے پہلے ہوئے نادم و پشیمان تھے اور اپنے افعال پر خیر مندی محسوس کرتے تھے اور راستہ بھر گریہ کرتے تھے۔ ویظہرون التأسف والمندامة۔ چنانچہ علی ابن الحسین علیہ السلام جب کہ علیل تھے فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں نے میرے پدر بزرگوار۔ چچا زاد اور بھائیوں کو قتل کیا ہے اور اب ہم پر یہ لوگ گریہ کرتے ہیں۔

شہر کو قمر میں حضرت زینبؓ خاتون کا خطبہ

علامہ مجلسیؒ باسناد خود از شیخ مفید روایت کی ہے کہ لما قبل بالنسوة الى الكوفة على الجمال بغیر و طاء جعل نساء الكوفة يبكين۔ فرماتے ہیں کہ زنان کوفہ نے جب ابیہرم کو شتران بے کجاؤ پر دیکھا گریہ و زاری شروع کی۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کی آواز گریہ و بکا سنی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورت کوفہ ہم پر گریہ کر رہی ہیں اور ان ہی کے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے۔ شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب سید سجاد کو طوق و سلاسل سے زیادہ تکلیف پہنچی تو حضرت زینبؓ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا یا قوم و انتم نحن عترة رسول الله فاکرموا الاجل رسول الله یعنی کہ اے کوفہ کے مرد و زن ہم تو آل رسول میں ہمارا اکرام و احترام سب پر واجب ہے کچھ اس ہیئت کی صورت میں فرمایا کہ تمام شور و غل ختم ہو گیا اور لوگ متوجہ ہو گئے غرض کہ آپ نے خطبہ شروع کیا اور اہل کوفہ

کو سخت ترین نصیحت آپ کی فصاحت و بلاغت کو سن کر لوگ سمجھ کہ علی مرتضیٰ کلام کر رہے ہیں۔

تکلم کرو شش راہر کہ دیدی فاش میگفتی
سان حیدری گویا کہ در طلی سان دار

یعنی کہ آپ کے خطبہ کو سن کر یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ بیان حیدر سے خطبہ ادھر ہوا ہے چنانچہ فقالت الحمد لله والصلوة علی ابی رسول الله اما بعد یا اهل الكوفة یا اهل الختل والختل فلا رقات العبرة ولا هدايات الرقة فانما مثلکم کالتي نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا تتخذون ايمانكم دخلا بينكم الا واهل فيكم الا الصلف والزف حوارون في اللقاء عاجزون عن الاعداء فاكثون للبيعة مضيعون للذمة فبسم ما قدمت لكم انفسكم ان سخط الله عليكم و في العذاب انتم خالداون۔

پس جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو مرد و زن میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب علیا زینبؓ نے فرمایا کہ۔ انبكون ای والله فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا ولقد فزتمو بجارها و شتموها ولن تغفلوا رنما عنکم ابد یعنی کہ اب گریہ کرتے ہو پس بہت زیادہ رونا اور کم ہنسو۔ یہاں تک کہ تم تنگ و غار میں مبتلا ہو۔ اور یہ دجیہ تمہارے دامن سے نہیں دور ہوگا خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔ فضلیل خاتم الرسالة وسید اشباب اهل الجنة وملاذخیرتکم ومفرج نازلتکم واماراة محبتکم ومداراة حاجتکم خذلتکم وقتلتکم۔ یعنی کہ خاتم المرسلین کے فرزند سردار جوانان جنان جو کہ تمام بلاؤں میں پیر تھے اور تمہارا

لیے بلندی کا نشان اور سبب کشادگی رزق تھے۔ ان کو تم نے ذلیل کر دیا اور ان کو قتل کر دیا۔ الانشاما تدرون فتصا ونکسا ولقد خاب السعي وتبت الایدی وحسرات الصفة وثبتم بغضب من الله وضربت عليهم الذلة والمسكنة۔ حضرت زینبؓ خاتون کی تمام فرمائشیں حق اور صادق ثابت ہوئیں۔ ان لوگوں نے اپنی جائیں اور ایمان خطرے میں ڈال دیا اور اب گریہ کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ۔ جناب زینبؓ خاتون نے فرمایا یا اهل الکوفة اتدرون ای کبد لرمول الله فدیتموای دم له سفکم وای کوبه سیتم لقد شیتا اذا نکاد الشیون مقطرون وتنشق الاده وتختل الجبال۔

ایا جانتے ہو کہ تم نے فرزند رسولؐ فدا حسینؑ بن فاطمہ کو پیارہ پیارہ کر دیا۔ اور ان کے اہل گھر کو قید کر کے یہاں لائے ہو کہ تماشا دیکھو نزدیک ہے کہ آسمان نیلگوں پھوٹ جائے۔ پہاڑ شکافہ ہو جائیں مخلوق فدا عذاب میں مبتلا ہو۔ افعجبتم ان قطرق السماء دما ولعذاب الاخرة اخوی فلا یستخفکم المهل فانه لا یعجزوا البدار ولا تعاف علیهم فوت الثار کلان ربک نبھا المرصاد۔ جناب علیاؑ مخدہ زینبؓ خاتون کا کلام جب یہاں تک پہنچا راوی کہتا ہے کہ تمام لوگ حیرت میں گم ہو گئے تھے۔ فوایت الناس حیاد قد ردت وایدیم الی افواهم۔ تمام لوگ انگشت حیرت موہنہ میں رکھے ہوئے تھے۔ ورایت شیخا وقد بکی حتی اخضب لحيه۔ تمام بزرگ لوگ سن رسیدہ آدمی اس قدر روئے کہ ہر ایک کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور دتے دتے کہا۔ کہو لکم خیر الکھول ونسلکم اذا عتد نسل لا یحیی ولا یحزی۔ یعنی لوگ کہنے لگے اے خاتون ہاشمیہ تمہارے بزرگ تمام مالکین میں بزرگ ہیں

اور سب بیروں سے افضل ہیں۔ اور تمہاری اولاد کا شمار امام لوگوں کی اولاد میں نہیں ہے اور تم لوگ ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوں گے عزت تمہارے زیر قدم ہے مولف کتاب کہتے ہیں کہ اس وقت شمر ولد الحرام نے ان لوگوں سے کہا کہ جو سربراہ شہداء و بیرون پر لیے ہوئے تھے کہ سر لے کر اونٹوں کے نزدیک پہنچیں اور خصوصاً سر امام حسینؑ جس نیزہ پر بلند تھا اس کو حضرت زینبؓ کے اذیت کی برابر لائے اور آپ کی نظر سر بیدہ امام حسینؑ پر پڑی یہاں ختم خطبہ ختم کر دیا۔ اور آپ خوش ہو گئیں آپ کے اس خطبہ کو مرحوم سید نے اور شیخ طبرسی نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت سید سجادؑ نے بھی خطبہ ارشاد فرمایا ہے اس خطبہ مخدہ کے بعد ان زیاد ملعون نے اہل گھر کو زندان میں بھیج دیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب اہل گھر زندان میں بھیج دیئے گئے۔ تو زنانہ کو فہ نے صف ماتم امام حسینؑ پھائی۔ بال پریشان کر دیئے۔ سینہ کو پی کی۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ ابو حنیفہ اسدی ان دنوں میں کوفہ میں تھے انہوں نے کسی مرد بزرگ سے پوچھا کہ یہ گریہ نزاری کس لیے ہے اس شیخ نے کہا کہ حسین بن علی قتل کر دیئے گئے ان کا سر کوفہ میں آیا ہے اور یہ ماتم حسینؑ ہو رہا ہے۔

سین ماد غریبی سہریدند

تن پاکش خاک و خون کشیدید

یعنی کہ حسینؑ عالم غربت میں قتل کر دیئے گئے ان کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا اب لاش مطہرہ میں کہ بلا پر خاک و خون میں غلطان پڑی ہے اور سر کوفہ میں ہے

نے اس وقت کہا اے بدترین امت اے کوئیو تم نے بہترین لوگوں کو اسیر بنایا ہے اس وقت وصاد اهل الكوفة ینالون الاطفال الذین علی المحافظین القروا الخبز والجزء میں نے اہل کوفہ کو دیکھا کہ وہ اطفال خود رسال پر غصے اور روٹی کے ٹکڑے اور خردوٹ وغیرہ پھینک رہے ہیں اس وقت جناب ام کلثوم نے فرمایا اے اهل الكوفة ان الصدقة علینا حرامہ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے ہم آل رسول ہیں اور آپ بچوں سے وہ ٹکڑے اور غصے وغیرہ لے کر پھینک دیتی تھیں مسلم گچکار کہتا ہے کہ اس وقت جناب زینب خاتون نے اہل کوفہ خطاب فرمایا لوگوں کا شہد و غل ختم ہو گیا۔ اس وقت الحرم کے اونٹوں کے نزدیک سربراہ شہد ارلائے گئے اور سب سے آگے سریدہ امام حسین تھا۔ جب وہ ملعون نیزہ کو حرکت دیتے تھے تو سر مبارک بھی حرکت میں آتا تھا۔ اس وقت زینب خاتون نے چوب محل پر اپنا سر مار کر زخمی کر لیا

اسیران اہلبیت اطہار اور زندان کوفہ

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں ابن نعیم سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قال حدثنی حاجب عبید اللہ بن زیاد۔ کہ ابن زیاد کے پہرہ دارو محافظ نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسیروں کو زندان میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیت اطہار کو زندان میں پہنچایا گیا۔ تم امر بعدی ابن الحسین فخل وحمل مع النسوة والسایا الی السجن۔ حکم ابن زیاد ہوا کہ زین العابدین کی زنجیر و طوق پہنا دو گنا دیا جائے اور تمام عورت و بچوں کو زندان میں مقید کر دیا جائے۔ اسیر زندان کوفہ میں بھیجے گئے۔ اسیروں نے جب زندان دیکھا تو شور مچا

روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا

مسلم جصاص (گچکار۔ چوہ وغیرہ عمارت کے لیے بنانے والا) کہتا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے مجھے دارالامر کی مرمت رنگ و روغن پر مامور کیا۔ کیونکہ میں کوفہ میں معاری کا کام انجام دیکر آتا تھا۔ اس وقت کہ جب قصر ابن زیاد پر گچکاری کر رہا تھا۔ فاذا بالزعفات قد ارتفعت من جنبات الكوفة کہ میں نے دیکھا کہ اطراف و جوانب کوفہ سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ طبل و ناقوس کی آوازیں آئیں جس جگہ میں گچکاری کر رہا تھا۔ خادم نے کہا کہ ایک خارجی (معاذ اللہ) نے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ میں نے دریافت کیا وہ خارجی کون تھا اس نے کہا حسین ابن علی۔ پس جیسے ہی میں نے سنا کہ حسین قتل ہو گئے ہیں افسوس کرنے لگا اور مونہ پر طمانچہ لگائے اور کہنے لگا کاش میں گچکار نہ ہوتا اور قصر ملعون کی مرمت نہ کرتا۔ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے۔ میں قصر سے اتر ا اور باہر آیا کنا سہ پہنچا تو وہاں ایک اژدھام تھا اور سب لوگ اسیروں کی آمد کے منتظر تھے۔ دران اتنا دیکھا کہ چالیس اونٹ قصر کے نزدیک زیر دیوار پہنچے اور ان پر اولاد علی و فاطمہ قیدی بنے ہوئے سوار تھے۔ مسلم جصاص کہتا ہے کہ ہر ایک اونٹ ایک دوسرے کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اذا قبلت نحو اربعین شقة تحمل علی اربعین جملا فیہا الحرم والنساء واولاد فاطمة علیہا السلام۔ و امصیبتاہ قریب چالیس اونٹ بغیر کجاوہ تھے کہ جن پر انجم حسین سوار تھے۔ ناگاہ میری نظر حضرت امام زین العابدین پر پڑی دیکھا کہ آپ طوق زنجیر میں جکڑے ہوئے اور بعض اعضاء امام زنجی ہیں۔ مسلم گچکار کہتا ہے کہ آپ کی زبان پر کبھی آہ جاری ہوتی تھی اور کبھی شکر خدا فرماتے تھے میں

بلند ہوا خدا جلنے کہ وہ زندان تھا یا کوئی بوسیدہ مکان تھا اتنا پتہ چلتا ہے کہ جو زندان کے نگہبان تھے وہ اسیروں کو باہر نکلے یا ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت کرتے تھے۔ ان کا رویہ اسیروں کے ساتھ نہایت سخت اور بیرحمانہ تھا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ فلما جلست زینب بنت علی فی المجلس وحولها النساء والبنات والبنات بحالہ تقتصر منہ الجلود بلید والحب الجلود یعنی کہ زینب خاتون بنت علی مرتضیٰ جب قید خانہ کوفہ میں پہنچیں تو تمام اہل حرم کو جمع کیا۔ یتیموں اور مخدرات کو پاس بٹھایا۔ اور تنگی قید خانہ سے قاتر ہو کر آہ موزان بگڑے کھینچی۔ تاریکی زندان سے دل گھیرایا مگر بلا میں خیموں میں تاریکی کا منتظر نگاہ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس وقت اپنی ہی ام کلثوم کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بہن یہ روز سیاہ بھی دیکھتا مقدر ہوا ہے واغربناہ واحسیناہ۔ صدائے پردرد بلند ہونے لگی۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں جب کہ اہل حرم زندان کوفہ میں تھے۔ عید اللہ ابن زیاد ملعون نے جناب ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ امیر کوفہ کہتے ہیں۔ الحمد للہ الذی قتل رجلاً کم فکیف یدرون ما فعل بک۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ اے ام کلثوم تمہارے مرد قتل کر دیئے گئے۔ اور خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ جناب ام کلثوم نے جواب فرمایا کہ اے قاصد ابن زیاد ملعون سے کہو اعد لجدہ جواباً فانہ یصمد عندا۔ یعنی کہ اے ابن زیاد بد نہاد حضرت رسول خدا کو جواب دینے کے لیے تیار رہ کہ آنحضرت قیامت میں انتقام لیں گے اس دشمنی کا جس کا تو نے حسین کو قتل کر کے ثبوت دیا ہے۔ اللعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین علیہ السلام کا ابن زیاد

سے صلہ نہ ملنا

جب ابن زیاد بد نہاد نے اہلیست اطہار کو زندان کوفہ میں بھیج دیا عمر ابن سعد ملعون انتہائی غرور و تکبر کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کی خدمت میں حاضر دربار ہوا اور اس بد سخت نے ابن زیاد کی تعریف و مدح سرائی کی۔ لیکن ابن زیاد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کی خدمات کو سراہا۔ اور عمر ابن سعد ملعون اپنی مراد کو نہیں پہنچا۔

علامہ مجلسی کتاب بحار میں اور شیخ فخر الدین منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام۔ ابن زیاد اور عمر ابن سعد ملعون کے درمیان جب ملاقات ہوتی ہے تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ ایتنی بکتاب اللہ کی کتبہ الیک فی معنی قتل الحسین و ملک التوح۔ یعنی ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ وہ تحریر کر جو میں نے تجھے قتل حسین کے بارے میں لکھی تھی۔ پیش کرو۔ عمر ابن سعد نے کہا اللہ انہ قد ضائع۔ کہ بخدا کہ وہ تحریر ضائع ہو گئی ہے اور اب میرے پاس نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ وہ تحریر تو ضرور حاضر کرنا پرے گی بغیر اس کے کوئی بات قابل شنوائی نہیں ہے سوا اس کے بغیر میں تجھے کوئی جائزہ نہیں دوں گا۔ میں نے جب تجھے کربلا بھیجا ہے کہ حسین سے محابہ کرے جنگ کرے تو اس وقت تو نے جنگ کرنے میں تباہل برتا اور حسین کو مرامات دی ہیں۔

ابن زیاد ملعون نے اس سے کہا کیا تو نے یہ اشعار بار بار نہیں پڑھے ہیں۔

فوالله ما ادرى واني لصادق افكر في امري على خطرين
ع اتروك ملكه الودى والورى منيتى ام اجمع ما شوما بقتل حسين
عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ بے شک میں نے تجھے اس فعل شنیع تو بیخ کی تھی
اور تجھے نصیحت کی تھی کہ قتل حسین سے باز رہے۔ اگر میرا باپ بھی اس کے لیے
اشارہ کرتا تو بھی میں ہرگز امام حسینؑ کو قتل نہ کرتا حالانکہ میں حقوق پورا داکرنا اپنا
فریضہ سمجھتا ہوں۔ لیکن میں کرتا جب کہ تو نے میری نصیحت پر کان نہ دھرے۔
ابن زیاد ملعون نے کہا کہ بت یا لکھ یعنی اسے بن سعد تو نے جھوٹ کہا۔
تو نے کوئی نصیحت نہیں کی بلکہ تو قتل حسینؑ کے لیے برضا و رغبت گیا تھا۔
جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کی گفتگو سن تو کہنے لگا کہ میں نے قطع رحم
کیا اور نافرمانی خدا اور رسولؐ کی۔ اور دربار ابن زیاد ملعون سے ناکام اٹھ کر
چلا آیا۔ اور خود کہنے لگا ذلک هو الخسران المبین۔ یہ شعر اس
ملعون کے حسب حال ہے۔

حب الذي قتل الحسين من الخسارة والندامة
ان الشفيع لدى الاله خصيمه يوم القيامة
یعنی کہ قتل امام حسین علیہ السلام قاتل کے حق خسارہ فی الدنیا والاخرۃ۔ لعنت
دنیا میں اور آخرت میں عذاب دائمی ہے۔

قید خانہ سے اہلبیت اطہار کی دربار ابن زیاد میں

طلبی

مروی ہے کہ محرم کی بارہویں شب آل رسولؐ نے زندان کو ذہ میں گزاری لہذا
اصبح عبيد الله بن زياد جلس في تجبره وتفرغ عنه كالشداد واجتمع عليه
اهل الاتحاد من الامراء والقواد بالباب من الشرطية والجند ته خلق كثير
وحجفل عظيم یعنی کہ جب ابن زیاد نے صبح کی محرم کی
اور بارہویں تاریخ اتفق عالم پر نمودار ہو تو ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ قید خانہ سے
آل رسولؐ کو دربار میں پیش کیا جائے ابن زیاد بڑے غرور و تکبر کے ساتھ ثانی
فرعون بنا ہوا تھا۔ گرد و پیش دربار میں اشترار جمع تھے ابن زیاد ملعون نے حکم دیا
فامر اللعين في النشأتين باحضار راس الحسين في طشت من اللجين
یعنی کہ اس نے حکم دیا کہ ایک طشت طلا میں سر فرزند رسولؐ خدا دربار میں میرے
سامنے پیش کیا جائے۔ فاحضره عندا وسائر الرؤس منصوبة على
الاختاب بالباب۔ پس سر سلطان الشهداء طشت طلا میں لایا گیا۔ اور باقی
سر باہر شہداء و نیرول پر بلند کر کے لائے گئے۔ ثما مرحضار الاسارى ذكورا
وانثا من السجن في المجلس۔ پھر حکم ابن زیاد دینا قید خانہ سے
اسیران اہلبیت مرد و عورت سب بلائے گئے۔ دربار میں پیش ہوئے تمام اہل محرم
ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ تھے جیسے زنجیر کی کڑیاں آپس میں مسلسل ہوتی
ہیں فتناسب في حق الامام المسبوحون المشحون قوله تعالى رب السجن
احب الي مما يدعونني اليه۔ امام زین العابدینؑ علیہ السلام کے نزدیک زندان کو ذہ

دربار میں زیادہ سے بہتر تھا۔ لیکن بادل خواستہ اہلیت اہلدار اور امام علیہ السلام
دربار میں آئے۔ فجاءہم علی حالتہ من تصورہا قفقت الکباد وقتت فی
الاعضاء۔

اسے سپہراؤں کو از دور بیداد تو داد

دختر زہرا کجا و مجلس زیاد

دختران زہرا زہرا تمانی کی حجاب

بستہ بر رخسار ہا گیسوان خود نقاب

زینب گیسو پریشان در میان دختران

ہمچو ماہ منخف اندر میان اختران

در میان بنت سہان مظلومہ پر شورشیں

زیر لب آہستہ گفتی واسیم و حسین

یعنی کلائے آسمان برگشتہ تیرے دور میں یہ بیداد کہ دختر زہرا زینب خاتون
ابن زیاد ملعون میں موجود ہیں۔ کجا دختر فاطمہ اور کجا دربار بد نہاد۔ تمام مخدرات اور
فاطمہ کی بیٹیاں بے پردہ تھیں اور ان کے چہروں پر ان کے گیسو پردہ کر رہے تھے۔
اور زینب خاتون ان مخدرات پر دہشتیں کے درمیان اس طرح تھیں جیسے ستاروں
میں گہریں ہیں کیا ہوا چاند ہو۔ اور مظلومہ بہن کے لبوں پر کبھی ہا حسین اور کبھی ہا میر
حسین جاری تھا فادخلوہم علیہ والراس بین ید یہ واقفہم اجمعہ لدیہ
اس حالت میں اسیر دربار میں لائے گئے۔ اور ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کئے
گئے کہ مردان اسیر سب نگاہ نیچی کئے ہوئے تھے اور کم سن لڑکیاں لرزہ برآمد تھیں
مخدرات کے بال پریشان تھے۔ ایک عورت دوسری عورت سے ٹی ہوئی تھی

فاطرق عندہ رجالہم واشتريت نساءہم بعضہن بالاشعور والمنشور۔
کہ دختران علی و فاطمہ اور امام حسین کی بیٹیاں نامحجوں کے درمیان بے پردہ کھڑی
تھیں۔ اور جلاد تلواریں لیے احاطہ کئے ہوئے تھے۔ دربار میں ہر ایک کو آنے کی
اجازت تھی اسی لیے عام لوگ کثیر تعداد میں جمع تھے امام زین العابدین علیہ السلام
نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سنقت و تقفون و نسل و تستلون
وانتم لا تعدون ولا ترون رسول اللہ کہ تمہارے سامنے ہم کھڑے ہوئے
ہیں اس طرح جیسے کہ تم نے پایا۔ بعض لوگ روز جزا حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور جس طرح تم ہم سے سوال کرتے ہو اسی طرح
ہم تم سے سوال کریں گے اس روز تمہارا کوئی مددگار گرنہ ہوگا۔ آخر تم رسول خدا
کے سامنے کیا جواب دو گے۔ ابن زیاد بد نہاد نے سخا اور کچھ جواب نہ دیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاما زینب الکبری دوسری مخدرات اسیروں سے
الگ کھڑی ہوئیں اس وقت بعض کنیز ہی ان کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھیں۔

شیخ مفید فرماتے ہیں۔ فدخلت زینب اخت الحسین فی جملہ متکورة
وعلیہا اذ ذل ثیابہا فمضت حتی جلست ناحیة من القفہ وحق ہا ما غا

جناب زینب خاتون بادل خواستہ داخل مجلس ہوئیں مگر اس طرح کہ کوئی آپ
کو نہ پہچان سکا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے

کہ جو دوسری عورتوں سے الگ بیٹھی ہے۔ مگر کسی نے ابن زیاد کو کوئی جواب نہ دیا
اس نے دوسری مرتبہ دریافت کیا تو ایک کنیز نے کہا کہ ہذا زینب بنت فاطمہ

بنت رسول اللہ ابن زیاد ملعون نے یہ سن کر کہا۔ الحمد للہ الذی فضحکم وقتکم
وکن یصلو تنکم کہ اسے زینب میں شکر خدا اور اس کی حمدا کرتا ہوں کہ خدا نے تم پر

لوگوں کو ہنسے والا قرار دیا یعنی کہ معاذ اللہ تم کو ذلیل کیا۔ تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ اور تمہارا کذب و جھوٹ سب پر ظاہر ہو گیا۔ جناب علیا زینبؓ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی اکرمنا بہ نسبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و طہم نامن الرجس تطہیرا انما یقتضیہ الفاسق ویکذب الفاجر و عیوننا کہ میں خدا نے بزرگ و برتر کی حمد اور کرتی ہوں کہ اس نے ہمیں اپنے پیغمبر کی قدرت میں قرار دے کر شرف عظیم عطا کیا ہمیں پاک کیا اور ایسا پاک جیسے پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے ابن زیاد فاسق و فاجر بنی رسوا ہوا کرتا ہے۔ اور وہ ہمارا خیر ہے یعنی کہ وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ تو ہے۔ شاعر فارس نے بزبان حال اس طرح گفتگو سے زینبؓ خاتون کو پیش کیا ہے۔

ما شفیع گناہ خلقانیم !
نام ما ابتدائی ہر نام است
ہم بازندہ ہر کجا نام است
دستگیر ہر بنیال ما نیم
دور از رئیس و پاک از عیونیم
آن توی فاسق ای زنا زادہ
فاجر مستحق نادر توی

دور از فیض کردگار توی

خلاصہ معنوی یہ ہے کہ جناب زینبؓ نے فرمایا کہ ہم مخلوق کے لیے شفیع روز جزا ہیں۔ اور خدا نے سبحان کے نزدیک بزرگ تر مخلوق ہیں۔ ہمارے نام سے ابتداء اور ہمارے نام پر اختتام ہے ہم باقی ہیں تو زمانہ باقی ہے اور ہمارے ہی دور سے

رزق سب کو ملتا ہے۔ ہم زمانہ والوں کے مددگار ہیں۔ ہر قسم کے رحمت پلیدی اور عیوب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ لوگوں کے دکھ دور کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں خدا نے علم غیب عطا کیا ہے۔ اور اے ابن زیاد تو فاسق و فاجر ہے۔ تو نے دین کو دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تو رحمت خداوندی سے دور ہے۔ یعنی کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے زینبؓ خدا نے تیرے بھائی اور قریب تداروں کے ساتھ کیا کیا۔ کہ وہ سب قتل ہو گئے۔ اور ذلیل و خوار ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے اقربا نے شہادت قبول کی ہے۔ قتل ہو کر صداقت و حق کو زندہ کر دیا ہے۔ اور ایک دن آئے گا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں تو اور ہم دونوں ہوں گے اور خدا تجھ سے جواب طلب کرے گا۔ کتاب ہمواف میں ہے کہ حضرت زینبؓ نے فرمایا اے پسر مر جانہ اے ابن زیاد یہ کلام سنی کہ سخت غصہ میں آگیا۔ اور بعض سخت سسست الفاظ کہے۔ عمرو بن حریث کہ جو داروغہ دربار تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تخت کے نزدیک آیا اور کہا ایہا الامیر انہا امراء و المراء لا تواخذ شیئ من من منطقھا۔ اے امیر ابن زیاد ملعون کہ تو اس عورت کی باتوں کا کب تک جواب دیتا رہے گا جب کہ یہ بیکیں ولا چارہ بھی ہے۔ ابن زیاد مردود دیرین کر خوش ہو گیا۔

اور اُدھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ قال ابن زیاد کہ قتلت عمتی بین من یعرفھا ومن لا یعرفھا۔ یعنی اے ابن زیاد تو کب تک ہماری چھو بھی کی شان میں گستاخانہ کلام رہے گا خصوصاً ان لوگوں میں کہ جو آپ کی معرفت رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں بھی جو آپ کو نہیں پہچانتے ہیں۔ قطعہ اللہ یدیک و رجلیک۔ خدا تیرے دست و پا قطع کرے ابن زیاد آپ

کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ تو کون ہے۔ فرمایا کہ انا علی ابن الحسین کی میں حسین کافر زند علی ہوں۔ اس ملعون نے آپ سے کہا کہ لوگوں نے حسین کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے ان کو قتل کیا ہے۔ اس پر حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اللہ بنوفی الانفس حین موتھا۔ یعنی کہ اسے ابن زیاد جانا چاہیئے کہ خدا قابض روح علی اکبر خداوند عالم ہے لیکن قاتل متعذب مرۃً گبر و غا ہے یہ سن کر ابن زیاد غضب آلود ہوا۔ اور کہا اے فرزند حسین تمہاری اس قدر حرمت کہ میرے سامنے مجھے نفرت کر رہے ہو اور ابن زیاد ملعون نے جلاد سے کہا کہ اس کے ہاتھ پر قطع کر دے پس جیسے ہی حضرت یزیدؑ نے اس مردود کا یہ کلام سنا سید سجادؑ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور بغل میں لے لیا۔ اور فرمایا کہ اے ابن زیاد ملعون فتعلقت بہ ذینب عمتہ حسبن من دمانا لے بے حیا اس کے قتل سے باز رہے کہ ہمارے مردوں میں ہمارا یہ بھتیجہ ہی باقی ہے۔ او اگر تم مجھے قتل ہی کرتا ہے تو پہلے مجھے قتل کرادے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابن زیاد قتل ہونا تو جاری عادت اور شہادت ہمارا شیوہ ہے یہ سن کر اس مردود نے قتل امام زین العابدین کا ارادہ ترک کر دیا۔

بعض کتب مقاتل میں وارد ہوا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختار کو قید خانہ سے لایا جائے اور دیوار میں حاضر کیا جائے۔ مختار کو دیوار میں لایا گیا۔ ہم نے واقعہ مختار کو تفصیلاً علیحدہ سیر و قرائن کیا ہے۔ سر دست اسقدر کھٹا مطلوب ہے کہ جب مختار دیوار میں پہنچے تو مختار نے ابھرم کو دیکھا تو نزدیک تھا کہ روح ان کے جسم سے نکل جائے مختار نے حضرت سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے پابند لوق و سلاسل ادا سے طوفان بلانے کہ بلا کے نور میں خود زنجیر پہنے ہوئے ہوں درینہ آپ کے قدموں پر آنکھیں ملتا۔ ابن زیاد نے مختار کو پھر قید خانہ بھیج

دیا۔ اور اس نے آل رسولؐ کو بھی زندان میں بھیج دیا کہ جہاں وہ قید کے لیے تھے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کوفہ کی بعض عورات آئی تھیں اور مسیحی غریب کا پرستہ الحرم کو دیتی تھیں۔

سربریدہ امام حسین علیہ السلام کی شہر کوفہ میں تشہیر

مرحوم سید کتاب ہوف میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون نے امیران کو بلا کوفہ زندان کوفہ میں بھیج دیا تو یہ حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سربریدہ کو چھوڑ دو اور شائع عام پر تشہیر کیا جائے گا کہ کوفہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ حسین قتل ہو گئے۔ معلوم سربریدہ کی کس طرح تشہیر کی گئی۔ دست بدست یا نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کا سر مبارک ایک طویل نیزہ پر بلند تھا اس نیزہ کو ابن زیاد کے غلام گلی کو چھ لے جاتے تھے۔ اور لوگ معاذ اللہ فرزند رسولؐ کے قتل کا تماشہ دیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی واقعہ ابن دیکھ دے ظاہر ہوتا ہے۔

مقتل امی مخنف میں مسطور ہے کہ ابن زیاد ملعون نے عمرو بن جابر مخزومی سے کہا کہ سر حسین کوفہ کے بازاروں میں پھراؤ۔ چنانچہ اس نے تشہیر کیا۔ شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے کہ جس روز ابن زیاد نے حکم تشہیر سربریدہ دیا ہے اس کے دوسرے روز جب کہ اس کی مجلس برقا ست ہو گئی تو اس نے سر امام حسینؑ گلی کو چوں اور بازاروں اور شائع عام پر پھرنے کے لیے خادموں کو دیا اور سر مبارک کی تشہیر کی گئی۔ و امیعیہ سر امام حسینؑ کجا اور کوفہ و بازار میں تشہیر کجاہ وارد ہوا ہے کہ اس وقت اسقدر کثیر لوگ تماشا شانی جمع تھے کہ راستے مسدود ہو گئے تھے اور گزنا مشکل تھا۔ مخنف کامل السقیف تحریر کرتے ہیں کہ۔

رياضة القدس جلد دوم

<http://fb.com/ranajabirabbas>

گیا ہے تو اس وقت ابن زیاد کے سامنے سر پہنے فرمایا۔ ولا تحسن الله غفلا
 عما يعمل الظالمون اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے سامنے سر پہنے پھر گویا ہوا
 اس وقت کہ جب اس مردود نے خوب دستی لپھائے مبارک پر بھی اور گستاخی کی
 اس وقت دربار میں آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ ابن زیاد خوف کی وجہ سے بھاگ گیا تو
 سر پہنے فرمایا ابن تہاب یا عدا واللہ من النار۔ اسے دشمن خدا کا بیک
 آگ سے بھاگے گا۔ آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا۔ ایسا ہی تذکرہ شرح شانہ
 میں بھی ہے۔ کامل التوقیع میں ہے کہ جب وقت تشہیر اڑھام ہو گیا تو آپ کے
 سر مبارک نے سورۃ کہف کی مذکور آیات کی تلاوت کے بعد اس مقام پر پہنچ
 کر کلام ختم کیا۔ انھم فتنۃ امنا برہم و ذناہم ھدیٰ ہم یردھم ذلک الاصل
 مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر پہنے ایک درخت میں اویزان کیا گیا لوگ تماشہ کے
 لیے جمع ہو گئے تو سر پہنے فرمایا کہ وسیعہ الذین ظلموا ای منتقلب ینقلبون
 یہ بھی وارد ہوا ہے کہ تشہیر شام کے دروازہ پر سر مبارک لٹکایا گیا تو سر پریدہ نے
 فرمایا لا قوۃ الا باللہ۔ فاضل رضی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند تول میں بائیں
 خود عارث بن وکید کی روایت ہے عارث بن وکید کہتا ہے کہ میں کوفہ میں ان
 تماشاخیوں میں موجود تھا کہ جو سر پہنے نام حسین کی تشہیر میں تھے۔ نگاہاں میں نے
 دیکھا کہ بیلوں کو جنبش ہوئی اور فرمایا کہ یا بن وکید ہ انا معاشرۃ الامۃ احیا عند
 ربنا یردھم قون۔ یعنی کہ ہم گروہ اکمہ ھدیٰ خدا کے نزدیک زندہ و پائندہ
 ہیں اور خدا سے روزی پاتے ہیں۔ عارث بن وکید کہتے ہیں کہ جب میں نے
 یہ کلام سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ میں سر پہنے کو چوری کروں کیونکہ ابن زیاد
 کے آدمیوں سے زبردستی حاصل نہیں کر سکتا۔ سر مبارک پر مالوں اور جسد مبارک کو

کر کے کہلا میں دفن کروں تاکہ سر مبارک اس شگ آمیز تشہیر سے محفوظ رہے یہ
 خیال گزرا ہی تھا کہ سر مبارک سے آواز آئی۔ یا بن وکید ایس لک الی ذلک سبیل
 سفکھدمی عند اللہ اعظم۔ یعنی کہ اسے عارث بن وکید ایسا نہ کرو
 کیونکہ میرا خون یہاں خدا کے نزدیک عظیم تر ہے۔ من یتدیہم ایای فذرہم
 فسوف یعلمون۔ میرا سر کوچہ و بازار میں پھرایا جاتا بہت جلد رنگ لائے
 گا کیونکہ اس کی ہزا خدا پر ہے۔ الا لعنہ اللہ علی القوم الظالمین۔

بعد قتل سید الشہداء ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور

عبد اللہ بن عقیف کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابن زیاد بد نہاد نے امیران کہلا کو اپنے دربار سے
 زندان کوفہ میں بھیج دیا تھا جو کہ مسجد کوفہ کے پہلو میں تھا۔ اور دوسرے روز اس
 ملعون نے سر پہنے امام حسین علیہ السلام کو شہر کوفہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں تشہیر
 بھی کیا۔ اور اس نے خود بڑی ممکنات و شوکت کے ساتھ مسجد کوفہ کا رخ کیا۔ اور
 اس کے عقب میں درباری لوگ بھی مسجد میں آئے۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ وہ
 بد نہاد منبر مسجد کوفہ پر گیا۔ اور خطبہ شروع کیا۔ وقال الحمد للہ الذی اطہر الحق
 و اھلہ و نصر امیر المؤمنین (معاذ اللہ) یزید و خربہ و قتل الکذاب (معاذ اللہ)
 ابن الکذاب و شیعۃ۔ یعنی کہ حمد و ثنا خدا کیلئے ہے کہ جس نے
 امیر شام یزید پلید کو فتح عطا کی اور معاذ اللہ کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔ اس
 وقت حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایک شیعہ عبد اللہ بن عقیف

اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ سید ابن طاووس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عقیف
شیعان علی مرتضیٰ سے تھے اور ان کا شمار عابد و زاہد لوگوں میں ہوتا تھا۔ مطیع حضرت
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اور جنگ صفین میں امیر المومنین کے
ہمراہ تھے۔ آپ ایک چشم تھے۔ آپ کی آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی اور
بہمہ وقت مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے جب آپ نے ابن زیاد ملعون
کی زبان اتفاق سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو تاب ضبط باقی نہ رہی اور فرمایا اے
فلد الرثا۔ اے لکڑی ابن لکڑی! مجھے کس نے امیر کوفہ بنایا ہے۔ تو ایمان کا
دعویٰ کر رہے اور اولاد پیغمبر خدا کو قتل کیا ہے۔ اے بے حیا منبر سے اتر اس
وقت ابن زیاد ملعون بہت زیادہ غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ نابینا کون ہے
کہ جو اس طرح مجھ سے کلام کر رہا ہے عبداللہ بن عقیف نے خود جواب دیا کہ
میں عبداللہ بن عقیف ہوں اور میں تجھ سے کلام کر رہا ہوں تو نے خاندان رسول
خدا کو غارت و برباد کر دیا۔ اور اس ظلم و ستم پر تو دعویٰ اسلام کرتا ہے۔
کجا از تو اسلام دار و خبر تفویر تو و دینت ای بے پد
حسین نور چشم رسول خداست فروزندہ محفل مصطفیٰ است
یعنی کہ اے ابن زیاد تجھے اسلام کی کیا خبر تجھ پر اور تیرے دین پر توف بے حسین
نور چشم رسول خدا اور ان کی محفل کے شب چراغ ہیں داغوثا وابت اولاد
المہاجرین والانصار اے اولاد ہماجرین و انصار مدد کو آؤ۔
کجا ایند اولاد انصار دین برآئند شمشیر کین ازین
ہمارہ براین خیر جنگ اورند جہانرا بر آوتار و تنگ اورند
یعنی کہ انصار زادے کہاں ہیں۔ تلواریں نیام سے نکالیں۔ اور اس بد نہاد سے

مقبول ترین جنگ کریں۔ اور اس پر زندگی تنگ کر دیں۔ بروایت ابی مخنف
عبداللہ بن عقیف نے کہا فض الله فاك ولعن الله اباك و عبدك و
اخزالک۔ یعنی خدا تیری زبان بند کرے۔ اے بدنہاد! اما کفالك قتل الحسين
علی سبہ علی المنبر۔ مجھے قتل حسین کافی نہیں ہے کہ اب تو منبر پر جا کر آل رسول
کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ عبداللہ کو گرفتار کر لو لیکن رسول
کوفہ مانع ہوئے اور ان کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد پھر خلیفہ نہ دے سکا اور
غضب کی حالت میں منبر سے اُتر آیا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس کو پرچم کو میرے پاس
دربار میں لایا جائے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب وہ مردود و دربار میں پہنچا تو اس
نے اراکین دربار سے ان کی شکایت کی۔ اور اراکین نے ابن زیاد کو زیادہ بھڑکایا
اس نے محمد بن الشعث و عمرو بن حجاج اور شیبث کو بلایا اور کہا کہ تم اس کو پرچم کے
گھر جاؤ اور گرفتار کر کے یہاں لاؤ اور عبداللہ کا مکان گرا دیا عبداللہ بن عقیف
کے ایک دختر تھی جو فریاد کر رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ

ظالما تا کی جفا ئے بے حساب
کردی از کین خانه مارا خراب

یعنی کہ اے ابن زیاد ستم شعاریہ بے پناہ جفا میں تو نے ہمارا مکان خراب و تباہ کر
دیا عبداللہ نے اس کو قتل دی اور فرمایا کہ اے بیٹی تم دیکھتی ہو کہ یہ ظالم لوگ کس
طرف سے حملہ کرتے ہیں اور مجھے میری تلوار دید و غرض کہ قدسے ہنگامہ کے بعد
عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد ملعون کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے ان
کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس محب آل اطہار کو سولی دیدی۔ ان کے تہلیلہ
ولے ان کی لاش لے گئے اور غسل و کفن کے بعد دفن کر دیا۔

ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خیر قتل امام حسین دینا

قال السيد قال الراوی وكتب عبيد الله ابن زياد الى يزيد بن معاوية بخبره بقتل الحسين وخبر اهل بيته .

مرحوم سید فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے اہل بیت کو مقتید کرنے اور سر بیدہ امام حسین علیہ السلام کو تشہیر کرنے کے بعد یزید ملعون کو نامہ ارسال کیا جس میں خبر قتل امام حسین اور تشہیر سر مبارک اور اسیری اہلبیت کا ذکر تھا اسے

نمی دانی پر بیدادی من بیداد کر دیم

چہ باد در کربلا عزت خیر البشر کر دیم

ابن زیاد نے یزید کو تحریر کیا کہ اسے یزید تجھے کیا معلوم کہ مجھ بیداد کرنے عزت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر بیداد کی ہے اور کربلا میں ان پر کیا گزری ہے

چونصرت یا نتم بدشمن تو بادل خرم

چراغان این ولایت را از ان فتح نظر کریم

میں نے جیسے ہی تمہارے دشمن حسین ابن علیؑ پر فتح پائی تو میں نے فتح و کامرانی کی خوشی میں اپنی مملکت میں چراغان کیا۔ (وامصیبتاہ چرخ نبوی کل کردیا اور کوفہ و شام میں چراغان ہوا)

جب یزید بن معاویہ کو ابن زیاد کا مکتوب ملا۔ خط پڑھا۔ درباریوں سے کہنے لگا کہ حسین ابن علیؑ قتل ہو گئے۔ یزید یہ جانتا تھا کہ حسین ابن فاطمہؑ۔

نواسہ رسول خدا ہیں مسلمانوں کی حرمت اور عزت برقرار ہے ممکن ہے کہ مسلمانوں پر یہ غم گراں گزرے اس نے اموی سیاست کو بروئے کار لاتے ہوئے

کہا کہ ان مرجانہ فعل کذا و کذا کہ ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد نے ایسا ایسا کیا یعنی حسین اور اصحاب و اولاد حسین کو تہ تیغ کر دیا۔ میں ابن زیاد کے اس فعل سے خوش نہیں ہوں۔ میں نے ابن زیاد سے قتل حسین کے لیے نہیں کہا تھا صرف اس قدر اس سے کہا تھا کہ حسین مسلمانوں کو مدد و اسلامیر سے دور کر رہے ہیں اور علیحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ مثل دوسرے مسلمانوں کے سر بچا کر لیں یعنی میری بیعت کر لیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے اہل بیت کو اسیر کیا ہے یہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے اپنی ذاتی خباثت طبع کا ثبوت دیا ہے میں اس کے اس فعل کو قبیح سمجھتا ہوں۔ اس طرح یزید نے قتل حسین کے تاثرات کو جو مسلمانوں پر ہونا ضروری تھے سر د کر دیا۔ لیکن جب یزید ملعون نے ابن زیاد کو اس کے خط کا جواب تحریر کیا تو وہ اس کے برعکس تھا۔ مضمون جواب یہ ہے کہ اسے ابن زیاد تیرا خط مجھے ملا۔ جو میرے دل کی تسکین کا باعث ہوا۔ تجھ کو آفرین ہے کہ تو آل سفیان کا حق ادا کر دیا اور ان کے بزرگوں کے خون کا بدلہ حسین ابن علیؑ سے خوب خوب لے لیا نسل علیؑ کو تباہ و برباد کر دیا۔ تجھے چاہیے کہ ہر با شہداء اور سر حسین ابن علیؑ اور اسیران کربلا کو حفاظت تمام میرے پاس بھیج دے راسانہ ہو کہ اہل عراق جو حسین کے طرف دار ہیں راستہ میں اسیر دل کو رہا کر لیں اور سر با شہداء حاصل کر لیں۔ میرا لشکر تیری مدد کے لیے موجود ہے۔

گو بہ لشکر ما کاخی سیاہ خون آشام
بر اہلبیت حسین از عراق تا در شام
بجان من کہ می خوبی و وفا میکند
بختر ستم نہ پسندید و جزو حفا میکند
ز کوفہ تا بدمشق آب نان شان یکسر
دید آب زاشک غذا از خون جگر

یعنی کہ میری فوج خون آشام سے کہے کہ اہلبیت حسینؑ پر کوفہ سے درشام تک پہنچتے ہوئے ظلم و ستم سے کام لے بجائے پانی وہ انکے بھائیں اور بھائے غزاوہ خون جگر پیئیں۔ (یہ ہے یزید ملعون کی دلی کیفیت) چنانچہ ابن زیاد کو یزید کا خط ملا۔ ابن زیاد نے الحرم اور سرہاد شہداء دمشق روانہ کئے۔

قال السيد في المصنف فاستدعى ابن زياد بمحضرة تون تعبئة العابدی فسلموا اليه الرؤوس والاسرى والنساء فسار بهم فحضرة الى الشام كما يسار لسبايا الكفار يتصفح وجوههن اهل الاقطار اه واولا من حذلة الاسلام وخجلة المسلمين من صنع المعاندین بصاحب الدين والا مصيبة - اس عبارت جانسوز و جگر گداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے خبر قتل امام حسینؑ فرزند فاطمہ کا نامہ یزید ملعون کو ارسال کیا اس نے حکم دیا کہ امرہ بختسیر الروس والقتلى و الاسارى الى الشام مستجلا۔ یعنی کہ ابن زیاد ملعون کو یزید نے تحریر کیا کہ سرہاد شہداء اور اسیروں کو کوفہ سے شام بھیج دیئے اور راستہ میں ان کی کڑی نگرانی کی جائے تاکہ مجان حسینؑی مقابلہ کر کے ان کو آزاد نہ کر لیں۔ جب یزید پلید کا خط ابن زیاد بہ تہاد کو ملا۔ اس کو فکر لاحق ہوئی کہ سرہاد شہداء اور الحرم کو دمشق روانہ کرے چنانچہ شتران بے کجاوہ پڑی بیرجی کے ساتھ روانہ کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے سرہاد کو کوفہ میں تشہیر کر چکا تو سرہاد پریدہ امام حسینؑ کو زہرین قیس لختہ اللہ کی سپرد کیا۔ اور اسیروں کو سرہاد پریدہ کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ اہل کوفہ کی ایک جماعت برائے حفاظت روانہ کی۔ ان میں ابابردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی لہیان ملعون تھے جو شام تک

بمراہ رہے اس طرح یہ قافلہ دروازہ دمشق پر پہنچا کہ سید سجاد سالار قافلہ تھے گئے میں طوق اور زنجیریں پہنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ الحرم کے دروازے تھے شمر و لہارم بھی ساتھ ساتھ تھا راستہ بھر یہ ملعون قافلہ کو بڑی تیزی سے لے گیا یہاں تک چھ اونٹوں سے گر جاتے تھے اور یہ ملعون ان کو نہیں اٹھاتے تھے معلوم کس قدر بچہ شہید ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ولہ یکن علی ابن الحسین بکلمہ احدا من القوم فالطریق بکلمۃ حتی بلغوا دمشق یعنی کہ جب شامی لوگ اونٹوں کو تیز چلاتے تو دوران راہ سید سجاد نے کسی شتران یا شامی فوج کے آدمی سے کوئی شکایت نہیں کی۔ یہاں تک یہ ٹا ہوا قافلہ وارد در شہر دمشق ہوا۔ پس جیسے ہی قافلہ اور شہیدوں کے سر پہنچے ہزاروں لوگ تماشہ کے لیے نکل آئے بلکہ ان لوگوں کی تعداد ایک لاکھ تک روایت کی گئی ہے جو سب کے سب دشمنان آل نبی و آل علیؑ تھے۔ جب سید سجاد نے تماشا یوں کی بھیڑ دیکھی تو ہمارے غیور امام نے صرف اتنا فرمایا غیالیت و لہم الک حیا۔ یعنی کہ اے کاش میری ماں مجھے جہنم نہ دیتی اور میں یہ روز شام نہ دیکھتا۔ اسے غیرت دار و امام زین العابدین علیہ السلام کے یہ الفاظ زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہیں۔

تحقیق اس باب سے میں کہ خبر قتل امام حسین علیہ السلام مدینہ

میں یزید نے بھیجی یا ابن زیاد

ابن نما علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے اس کو امام حسینؑ کے

قتل ہونے کی امداد اسیران کو بلا کے کوفہ پہنچنے کی خبر یزید کو بھیجی تو اس نے عمرو بن سعید دانی مدینہ کو اپنی فوج و ظفر اور نام حسین کے شہید ہونے کی خبر دی۔ اور دو قاصد ایک مختار بن حریت بن کبھی جو گروہ بنی عدی بن حباب وکی دیگر از قبیلہ نیرا کو مقرر کیا اور وہ دونوں یزید کا خط لے کر والی مدینہ کے پاس پہنچے۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شخص مدینہ وارد ہوئے کہ اولاد عبد المطلب میں سے ایک عورت نے کہ جسے بعض لوگوں نے دختر عقیل بتلایا ہے خبر قتل امام حسین سنی ناشتہ شرہا و صنعتہ مکھا علی راسھا۔ عورت ہاشمیہ بال پریشان کئے ہوئے آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تو پیغمبر خدا کو کہا جواب دے گا کہ حیب حضور سوال کریں گے کہ میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا غدا انقولون اذ قال۔۔۔ الخ الابیات مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یزید کو نامہ لکھا اور براہ مدینہ قاصد بھیجا تاکہ اولاد مدینہ والوں کو خبر قتل حسین ابن علی ہو جائے ابن زیاد ملعون کے نامہ کا حال بزبان شاعر ملاحظہ فرمائیے۔

کہ ای والی ولایت را کن آباد یہ بند آئین و ملت تو این خبر شاد
کہ چون آمد حسین بانو جوانان بریدم از گلویش آب و دم نان
بر نصف روز در صحرائی پرتاب نمودیم سر جدا از اصحاب و احباب
حسین را در غمیری سر بریدم تن یا کش بن خاک و خون کشیدم
خبر میدم بزہائی مدینہ بخون غلطیدہ شد باب سیکند
بگو زینب برا شتر شد سوارہ دریدہ گوشش بہر گوشوارہ
سر سجدہ بجان از تن جدا شد بگو این ظلم ہا در کربلا شد

ماحصل یہ ہے کہ اسے والی ریاست یعنی اسے یزید بن معاویہ تیری سلطنت آباد رہے تھے یہ خبر بعد خوشی سناتا ہوں کہ حسین کربلا میں اپنے عزیزوں، اولاد و اصحاب کے ساتھ مارے گئے۔ ان کا سر جدا کیا گیا اور لاش خاک و خون میں غلطان پڑی ہے زنان مدینہ کو خبر دیتا ہوں کہ سیکندہ کے پد بزرگوار خون میں غلطان پڑے ہیں زینب اور اہل محرم شتران بے کجاوہ پر سوار ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور حسین پر سارے مظالم کربلا میں ہو گئے ہیں۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے عبد الملک ابن ابی الحرث السمی سے کہا کہ تو مدینہ جا اور خبر فتح و ظفر یزید اہل مدینہ کو سناتا عبد الملک کہتا ہے کہ میں فدکیت راحلتی و سرت المدینہ کہ میں اپنے شتر پر بیٹھ کر مدینہ روانہ ہو گیا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور مردان قریش نے مجھے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ قاصد ہے سوال کیا مالتخیر کہاں سے آتا ہوا اور کوئی خبر خوشگوار لایا ہے۔

اس نے کہا مالتخیر عند الامیر۔ خبر والی مدینہ کے لیے ہے۔ اگر سنا چاہتے ہو تو اس کے پاس چلو۔ یہ سن کر مرد قریش نے کہا۔ انا لله وانا الیہ راجعون قتلت والله الحسین کہ بخدا حسین قتل ہو گئے۔ وہ قاصد کوفہ عمرو بن سعید والی مدینہ کے پاس پہنچا سلام کہا۔ والی مدینہ نے پوچھا ماوراک۔ یعنی کہ میرے لیے کیا خبر لایا ہے اس بدخت نے کہا کہ ایسی خبر کہ تو اس سے خوش ہو گا یہ کہہ کر اس ملعون نے کہا قتل الحسین بن علی کہ حسین ابن علی قتل ہو گئے جیسے والی مدینہ نے سنا خوش ہو گیا اور حکم دیا اخرج فناد بقتلہ۔ باہر جا۔ کوچہ و بازاروں میں منادی کر کہ حسین قتل ہو گئے تاکہ اہل مدینہ کو خبر ہو۔

حسین در کربلا یا تو جوانان میان خاک و خون افتادہ عربان

کہ حسینؑ کو بلا میں اپنے جوانوں کے ساتھ قتل ہو گئے اور ان سب کی لاشیں خاکِ خون میں غلطان پڑی ہیں۔ بعد الملک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں نے قتل حسینؑ کی خبر دی تو شہر مدینہ میں ایک شور و غل برپا ہو گیا و احسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ اور بنی ہاشم میں قیامت خیز گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور عورتیں اور مرد دوستے ہوئے روضہ رسولؐ خدا پر پہنچے اور رحم رسولؐ خدا میں ماتم حسینؑ ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں والی مدینہ کے پاس واپس آیا تو وہ بد بخت ہنس رہا تھا۔ پھر وہ منبر پر آیا اور قتل امام حسینؑ کے اعلان کی تصدیق کی۔ اٹھار خوشی و شہرور کیا اور یزید ملعون کے حق میں دعا دی۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا۔ انھا لدمہ بدمہ و صدمہ بصدمة کھ خطبہ بعد خطبہ و مرعظہ بعد مرعظہ حکمتہ بالغة فما تفتی الذر۔ یعنی کہ عمر بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا اے مرد ماں مدینہ کوئی افسوس نہیں ہے اس کام پر جو واقع ہوا یعنی شہادت حسینؑ پر جو واقع ہوئی یہ مصیبت بدر کابل سے یعنی بدر بھی قتل ہوئے تھے کس قدر مدد اٹھائے۔ خطبہ و وعظ بیان کئے اور بیان کرتے ہیں لیکن تفساد قدر کے سامنے سب مجبور ہیں۔ واللہ لوردت ان راسہ فی بدنه و روحہ فی جده احیانا کان یسبنا و نندحمہ و یقطعنا و فصلہ کعادتنا و عادۃ و لہ یکن الامر ما کان۔ یعنی بخدا مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ سر بدن حسینؑ ہیں اور روح ان کے جسم میں ہوئی مگر ان کے زمانہ میں لوگ (اہل مدینہ) ہم پر لعنت کرتے تھے اور ہم ان کی مدح کرتے تھے چنانچہ ہمارا شیوہ اور ان کا شیوہ زندہ و باقی ہے۔ اب ہم اس کے قتل پر راضی ہیں اور

اس کام یہاں تک پہنچ گیا و لیکن کیف نصنعہ بمن سل سیفہ یریدہ قتلنا الا ان یدفعہ عن انفسنا۔ لیکن ہم کیا کریں کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اپنی تلوار کھینچ لے اور ہم پر وار کرے تو ہم پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کریں اور اس کو اپنی جان سے دور کریں۔ فقال عبد اللہ بن السائب یعنی عبد اللہ بن سائب نے کہا جو کہ ان کے درمیان تھا کہ اے عمر بن سعید خدا را انصاف سے کام لے۔ لو کانت فاطمہ حیات فخرات راس الحسین فبکت علیہ یعنی کہ اگر فاطمہ بنت رسولؐ خدا زندہ ہوتیں اور سر پریدہ حسینؑ دیکھتیں تو کیا گریہ نہ کرتیں۔ اس پر عمرو بن سعید ملعون نے ترشش رو ہو کر کہا کہ فحوش ہو جا۔ کہ ہم فاطمہ سے بہ نسبت تیرے زیادہ قریب ہیں فاطمہ کے پدر بزرگوار ہمارے عم محترم ہیں۔ فاطمہ کے شوہر ہمارے بھائی ہیں۔ اور ان کے پسر ہمارے پسر ہیں۔ ہاں اگر فاطمہ ہوتیں گریہ کرتیں۔ اور قاتل کے حق میں کلام بد نہ کرتیں۔ اس وقت کہ جب عمر و ملعون منبر سے اٹھی تو راجی نہ تھا کہ خبر قتل امام حسینؑ پورے مدینہ میں پھیل چکی تھی گھر گھر ماتم حسینؑ ہو رہا تھا۔ گلی کوچہ اور بازاروں میں و احسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لوگوں نے اپنے گریبان چاک کئے ہوئے تھے سروں پر خاک ڈالی تھی روتے ہوئے پر تلنے لگا ہے تھے۔ زبان مدینہ روتی ہوئی گھروں سے نکل آئی تھیں۔ خصوصاً مردوزن۔ بنی ہاشم نوحہ کنان تھے ام البنین زوجہ علیؑ اپنے بیٹوں کے غم میں نوحہ کر رہی تھیں۔ غرض کہ بنی ہاشم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں صف عزاء امام حسینؑ برپا نہ ہو۔

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روز جب شب ہوئی تو ہاتھ غیبی کی آواز اہل مدینہ نے سنی کہ وہ کہہ رہا تھا ہے

کبھی قبر فاطمہ پر اور کبھی قبر امام حسن مجتبیٰ پر گریہ و زاری کرتے تھے۔ خصوصاً قبر زہرا پر ایک ہجوم عام نوحہ کنان تھا۔ قبر مبارک پر ماتم ہو رہا تھا۔ علامہ مجلسی بحار میں خصائص ابی بربیعہ نامی سے نقل کرتے ہیں کہ نضار ہوا میں یہ آواز بلند تھی کہ لوگوں نے سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے دے

یا من یقول بفضل آل محمد بلغ رسالتہا بغیر توانی قتلت شرار بنی امیہ سید۱ خیر البوہیۃ ماجد اذا شافی ماحصل یہ ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ آل محمد کا فضل و کرم ہے کہ رسالت کی تبلیغ بغیر طاقت و توانائی بنی امیہ کے شریروں نے سید و سرور اسلام کو قتل کر دیا۔ اولاد و سید خیر الریہ تھا کہ اس جیسا کوئی اور نہ تھا۔

عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں کی شہادت کی

خیر ملنا

قال المفید علیہ الرحمۃ کہ جب مدینہ میں عمرو بن سعید ولئی مدینہ نے نامہ یزید ملنے پر خبر قتل امام حسین اہل مدینہ کو سنائی تو مرد مال مدینہ بوق و درجوق و حسیناہ کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔ اس وقت عبداللہ جعفر کا ایک غلام کہ جس کا نام ابو اللہ تھا اسے فرزند ان عبداللہ جعفر کی شہادت کی خبر ملی وہ عبداللہ جعفر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے آقا ابھی ابھی یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے دونوں فرزند کربلا میں شہید ہو گئے۔ جناب عبداللہ جعفر نے سنا تو کلمہ استرجاع زبان پر جاری فرمایا۔ یعنی کہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان سے کہا غلام کہنے لگا کہ۔

ایہا القاتلون جہلاً حسینا البشر و بالعذاب و التنکیل کل اهل السما وید عوا علیکم من بنی و ملئکة و قبیل قد لعنتم علی لسان ابن داؤد اے حسین علیہ السلام کے قاتلو تم کو عذاب خدا کی بشارت ہو۔ تم بڑا بلی قتل امام حسین عذاب ہو گا یعنی ہر ایک ظلم کے بدلے عذاب ہو گا۔ تمام اہل سموات، ملائکہ اور ان کی قبیل کے فرشتے سب ہی تم کو عذاب کی دعوت دیتے ہیں سلیمان بغیر ابن داؤد اور موسیٰ صاحب انجیل تم پر لعنت کرتے ہیں۔ غرض کہ اس روزہ مدینہ میں کہرام برپا تھا۔ خبر شہادت امام حسین سن کر مدینہ میں گھر گھر صفا عزرا بچھ گئی گویا عزاداری امام مظلوم قائم ہو گئی جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ مدینہ کے گھروں میں بالخصوص خانہ جناب ام البنین م عزرا خانہ بنا ہوا تھا۔ اقامت العزا فی دار ام المؤمنین زوجۃ امیر المؤمنین و سر عزرا خانہ جناب امام حسین کا ذاتی مکان تھا کہ جہاں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ رہتی تھیں۔ زنان ہاشمیہ انیس اور فاطمہ صغریٰ کو برساتی تھیں۔ جناب محمد حنفیہ کے گھر بھی صفا عزرا بچھی ہوتی تھی مردان و جوانان ہاشمی آتے تھے اور آپ کو حسین مظلوم کا برسرہ دیتے تھے۔

بیان حال ان کا یہ نوحہ تھا کہ

الایار رسول اللہ یا خیر مرسل حسینک مقتول و لسلک ضایۃ ذاریک قد سبقوا الاساری بذلۃ و لیس طہم بین الخلائق شافع یعنی کہ اے سید المرسلین اے رسول اللہ آپ کا حسین قتل ہو گیا۔ آپ کی نسل ضائع و برباد ہو گئی۔ آپ کی ذریت قیدی بنائی گئی ہے۔ کبھی ہاشمی لوگ قبر نبوی پر

هذا ما لقينا من الحسين بن علي كرم بچوں کی شہادت حسین ابن علی کی
 دیر سے ہوئی ہے پس جیسے ہی اس غلام سے آپ نے یہ سنا تو اپنی نعین
 اتار کر اسے اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا آپ نے پھر فرمایا۔ یا بن الغنا
 المثل الحسين تقول هذا۔ کہ تو حسین ابن علی کے بدلے میں ایسا ایسا کہتا ہے
 میں اگر کہہ بلا میں موجود ہوتا تو بخدا حسین ابن علی کے ہمراہ ہو کر جام شہادت
 پیتا۔ اور شہید ہونے میں سہقت کرتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے دو فرزند
 حسین کے فرزند علی اکبر و قربان ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں سے
 کہ جو وہاں موجود تھے خطاب کرتے ہوئے کہا الحمد للہ عز علی مصرع
 الحسين انا کن واسيت حسينا يدي فقد و اسينا ولدي
 یعنی کہ اگر میں کہہ بلا میں نہ تھا تو کیا مصالک میں نے اپنے دو بیٹے حسین ابن علی
 پر قربان کر دیتے اور میں نبی و علی سے سرخرو ہوں۔

محکم یزید۔ مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی

مؤلف کتاب کے والد مرحوم کتاب الریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ
 میں قتل حسین و اصحابہ کی خبر کے منشر ہونے کے چند دن بعد یزید نے والی مدینہ
 عمرو بن سعید کو حکم دیا کہ مدینہ میں اہلبیت اطہار کے مکانات کو نارت و برباد کر دیا
 جلے چنانچہ والی مدینہ نے یزید کے اس حکم پر عمل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ
 یثرب بباد رفت بہ تعمیر خاک غلام بطی خراب شد بہ تمنا ملک ری

یعنی کہ مدینہ برباد ہو گیا اور اس کی خاک سے شام کی تعمیر ہوئی۔ اور مکہ معظمہ
 سعد کی تمنا سے رے کی خاطر خراب و برباد ہو گیا۔
 و عمل خزاہی کہتا ہے کہ

بکیت لرسم الدار من عرفات و اجريت دمع العين من عبرات
 مدارس آیات خلدت من بلاوة و منزل وحی مقفر الحرات
 جعفر بن محمد ابن نما علیہ الرحمۃ نے عن علی سے نقل کیا ہے کہ ان المختار راسل
 ابی علی بن الحسین عشرين الف دینار فقبلها و بنی منها دار عقیل بن
 ابی طالب۔ کہ مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بیس ہزار دینار
 بھیجے جنہیں امام زین العابدین علیہ السلام نے قبول کر لیا۔ اور اپنے واولاد عقیل
 کے مکانات کی تجدید کی۔ یعنی مکانات بنوائے اور مرمت کرائی۔ ابن حماد
 علیہ الرحمۃ نے بھی ان آیات میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

وقفت علی ایما تمہ فرایتہا خرابا اراتہا فغنا الجور ببقعا
 وان لهم فی عرصة الطف وقعة تکاد له الاطوار وان تتزعزعا

جناب ام المؤمنین ام سلمہؓ کو قتل حسینؑ کی خبر ملنا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روز شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سے
 ہی علامات اور نشانیاں بگہ بگہ ظاہر ہونے لگی تھیں۔ مثل اس کے کہ کتاب
 کو کہن لگنا۔ سرخ ہو جانا۔ آسمان سے خون کا برسنا ندائی آسمانی، اور غیبی اور
 کاسنا۔ خواب ام سلمہؓ، جو مٹی آنحضرتؐ نے ان کو دی تھی اس کا روز عاشورا
 سرخ و خون ہو جانا۔ ہرن کے بچہ کا بعد اللہ ابن عباس کے ہاتھ خون ہو جانا۔

اور کوثر کا خون آلودہ مکان قاطعہ صغریٰ پر آکر صبحہ کرنا۔ اور شخص غریب یعنی اجنبی کا مسجد نبویؐ کے صدر دروازہ پر قتل الحسینؑ کی آواز بلند کرنا ابن زیاد کا والی مدینہ کو خیر شہادت دینا۔ علاوہ ان کے والی مدینہ کا اہل مدینہ کو خیر قتل حسینؑ دینا۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جن سے یقین ہو گیا تھا کہ امام حسینؑ کی بلا میں شہید ہو گئے ہیں علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں کہ مستد ابن حنبل اور سہل کی سند سے کہ سہل کہتا ہے کہ جیسے ہی جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا کو امام حسینؑ کے قتل کی خبر ملی تو آپؐ نے اہل عراق پر لعنت کی کہ عراقیوں نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا ام المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا ان کو ذلیل و خوار کرے ان لوگوں نے حرمت نبویؐ اکرمؐ پر یاد کر دی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں کسی نے ایک دیگ ملواند کی۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ علیؑ حسنؑ حسینؑ کو بلاؤ۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو حجرہ ام سلمہؓ جنت الفردوس بن گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حسینؑ خوش اطوار کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا۔ اور انہیں بائیں جانب علیؑ و فاطمہؑ رونق افروز ہوئے۔ اور ام سلمہؓ کہتی ہیں۔

قالت ام سلمة: فاجتدب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم من تحت كسائي خيبريا كان بساط لنا۔ یعنی کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے ہاتھ بڑھایا۔ کسا خیری کو اٹھا اور اس میں علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو لے لیا۔ اور پھر آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ یہ ہے حسینؑ کی منزلت کہ آپؐ خامس آل عبا ہیں اب ہم حدیث شریف کسا کو سپرد قسط اس کرتے ہیں۔

حدیث شریف کسا اور فضیلت پنجتن پاک

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ خیر قتل حسینؑ مظلوم ملنے پر آپؐ نے قائدانہ امام حسینؑ پر لعنت کی اور فضیلت امام حسینؑ بعنوان حدیث کسا بیان کی۔ فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے کسا خیر اپنے جسم مبارک پر ڈالی اور اسی چادر میں علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو لے لیا اور بعدہ خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اللهم هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا۔ اے خدائے علیم و حکیم یہ میرے اہلبیتؑ میں یعنی ان کے علاوہ کوئی اہلبیت نبوت نہیں ہے تو ان سے جس کو دور رکھ اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

خدا یا جہان بادشاہی تراست ز اقدمت اید خدای تراست
پناہ و بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچه ہستی توئی
مراست این حاجت از توید بر آری تو ای حاجتی را کہ هست
خدا یا تو این اہلبیت را کہ ہستند حاضر بزرگسار

زہر جس کن پاک پاکیزہ دار
توئی مقتدر ای جہاں کردگار

ماحصل یہ ہے کہ اے خداوند عالم تو ہی مالک و خالق مختار مطلق ہے تیری ہی حکومت ہے امر تیرے ہی لیے ہے۔ دنیا فانی ہے اور تو باقی ہے باقی رہے گا جی لا یموت ہے۔ میری تجھ سے اے خداوند عالم یہ حاجت ہے اور حاجت روانی تیرے ہاتھ ہے۔ میری حاجت یہ ہے کہ زیر کسا

اعتبار ہے۔
جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے عرض کیا
یا رسول اللہ مجھے بھی اجازت دیجئے کہ تمہرے گناہ ہو جاؤں۔ فرمایا اے
ام سلمہؓ تم خبر یہ ہو کہ تمہاری جگہ یہ گناہ نہیں ہے شہر ابن آشوب فرماتے
ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمت ام سلمہؓ میں حاضر تھا اذ دخلت امراة
صارحة ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت روٹی پیٹی دروازے سے آتی اور کہا
وايلا قتل الحسينؑ کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ ام سلمہؓ نے یہ خبر سن کر باواز بلند گریہ
فرمایا۔ یہاں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔

فرمایا۔ یہاں کہ ان پر کسی حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ شیخ فرید الدین گرجی نجفی علیہ الرحمۃ
حدیث کساء مشہور و معروف ہے۔ شیخ فرید الدین گرجی نجفی علیہ الرحمۃ
نے کتاب منتخب میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے
اس مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس حدیث کی صحت و استنادی
صورت کو تسلیم کیا ہے یہ حدیث مبارکہ معصومہ آخر الزمان بنت رسول خدا
مروی ہے کہ روى عن فاطمة الزهراء قالت دخل علي ابى رسول الله
في بعض الايام فقال يا فاطمة انى لاجد في بدنى ضعفاً۔ یعنی
جنتاب سیدہ طاہرہ صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پد بزرگوار
میرے غریب عامہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نور نظر میں اپنے بدن میں ضعف
یعنی کمزوری محسوس کر رہا ہوں (از مترجم) علماء حضرات نے ضعف سے

کمزوری مراد لی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضعف از قسم کمزوری و بیماری د تھا
 بلکہ آثار روحی نمودار ہو رہے تھے۔ روحی ربانی منتظر تھی کہ آپ کے ساتھ علی و
 فاطمہ حسن و حسین چادر میں داخل ہوں اور آیہ تطہیر مدح کرتی ہوں نازل ہوں
 فقال یا فاطمۃ ایاتی بالکساء یبانی غطینی بہ آنحضرتؐ نے فرمایا اسے بیٹی چادر بینی
 لاکر مجھے اڑھا دو۔ غطیتہ یہ میں نے حسب فرمان پدر بزرگوار آپ
 کو بینی چادر اڑھا دی وصات انظر الیہ و اذا وجہہ تیلأ لو کانہ
 البدر فی تمامہ۔ میں آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگی کہ آپ کا چہرہ مبارک
 نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا کہ چودھویں رات کا چاند ہے (از مترجم۔
 اذا وجہہ تیلأ لو کانہ البدر فی لیلۃ تمامہ۔ یعنی کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک
 نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا چودھویں رات کا چاند ہے جو تمام وکمال کے درجہ
 پر ہوتا ہے۔ اگر ضعف بمعنی کمزوری طبع ہے تو تمام وکمال سے تشبیہ کیسی؟
 پس ہمارے نظریہ کے بموجب ضعف سے مراد آثار روحی ہیں کہ جن میں منزلت
 روحی ربانی ایک قسم کا غلط ہوتا ہے یعنی کہ ضعف)

فَمَا كَانَتْ إِلَّا سَاعَةً وَإِذَا بُولَدِي الْحَسَنَ قَدْ أَقْبَلَ كَمَا بَعِثِي تَحْشُرِي دِيرِي هَوْنِي تَحْقِي
 كَمَا مِيرَاثِي حَسَنَ الْغِيَا - وَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أُمًّا فَعَلْتُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ
 يَا قُوَّةَ عَيْنِي وَشَمَّةَ فَوَادِي فَقَالَ لِي يَا أُمَّا هَلْ أَتَى أَشْرَمُ عِنْدَكَ
 رَاحَتُهُ طَيِّبَةً كَأَنَّهَا رَاحَتُهُ جَدِّي رَسُولُ اللَّهِ -

مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا اور کہا اے میرے نورِ نظر اے میرے میوہِ دل خدا تمہیں زندہ و سلامت رکھے پھر امامِ حسنؑ نے اے آملِ جان میں آپ کے پاس ایسی پنک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں کہ وہ میرے قندیلدار

کی خوشبو ہے قالت نعم ان جدك ناضرت تحت الکساء میں نے کہا کہ ہاں تمہارے نانا کا ریمانی اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ فاقبل الحسن بنج الکساء۔ پس امام حسنؑ قریب گئے وقال السلام علیک یا جد ادا السلام علیک یا رسول اللہ اتاذن لی ان ادخل تحت الکساء اور آنحضرتؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کا ریمانی میں داخل ہو جاؤں۔ فقال له قد اذنت لك۔ فرمایا کہ ہاں تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو۔

فدخل معه۔ پس امام حسنؑ داخل کساء ہو گئے۔ فلما كان الساعة و اذا بالحسن قد اقبل۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا فرزند حسینؑ آگیا۔ وقال السلام علیک یا اماہ افی اشعر عندك رائحة طيبة کا نفاہا رائحة جدی رسول اللہ۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا پھر حسینؑ نے کہا اے نانا میں آپ کے پاس ایسی نفیس خوشبو محسوس کر رہا ہوں گویا کہ وہ خوشبو ہے جد محترم ہے۔ فقالت یبني ان جدنا و اخاك تحت الکساء۔ میں نے کہا کہ بے شک تمہارے نانا اور تمہارے بھائی اس کلی کے نیچے آرام کر رہے ہیں پس شاہیاز بلند پرواز اوج شہادت یعنی حسینؑ نے چادر کساء کی طرف رخ کیا۔ فقال السلام علیک یا جد ادا السلام علیک یا من اختارہ اللہ اتاذن لی ان اكون معك۔

پس امام حسینؑ نزدیک گئے سلام عرض کیا اور عرض کیا آیا مجھے اجازت ہے کہ آپ دونوں کے ساتھ میں بھی داخل ہو جاؤں۔ فقال له قد اذنت لك یا حسین جناب رسولؐ قد نے فرمایا اے میرے فرزند اے سر بلند صقہ صدق وصف حسینؑ اے پابند رشتہ مہر و وفا حسینؑ اے وارث تاج شفاعت آدمؑ میں بھی داخل

کسا ریمانی ہو جاؤ۔

فدخل معه حسینؑ گئے اور داخل کساء ہو گئے۔ فاقبل عند ذلک ابو الحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام وقال السلام علیک یا بنت رسول اللہ فقالت وعلیک السلام فقال کافی اشم رائحة اخي و ابن عمی رسول اللہ کہ حسینؑ کے بعد ابو الحسن علی بن ابی طالب آگئے مجھے دختر رسولؐ خدا کہہ کر سلام کیا۔ میں نے بھی ابو الحسن کہہ کر جواب سلام دیا۔ پھر جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے سیدہ میں اس وقت تمہارے گھر میں اپنے ابن عم رسولؐ خدا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں فقالت لها ہومع ولدیک تحت الکساء میں نے عرض کیا بے شک تمہارے دونوں بیٹے اور میرے والد بزرگوار چادر ریمانی اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ فاقبل علی نھو الکساء۔ پس ولی کائناتؑ شریک کائنات رسالت مشکل کشاء علی ولی کساء کی طرف آئے اور سلام کیا وقال السلام علیک یا رسول اللہ اتاذن لی ان اکون معکوت تحت الکساء۔ امیر المومنینؑ نے سلام کرنے کے بعد داخل کساء ہونے کی اجازت مانگی قال له وعلیک السلام یا اخي قد اذنت لك۔ کراے بلا در بجان براہِ تم پر میرا سلام ہو تمہیں اجازت ہے کہ چادر ریمانی میں آ جاؤ۔ فدخل علی علیہ السلام تحت الکساء۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام بھی داخل کساء ہو گئے۔ ثم انت فاطمة وقالت السلام علیک یا ابتاء السلام علیک یا رسول اللہ امیر المومنینؑ کے بعد میں بھی کسا ریمانی کے نزدیک آئی اور میں نے اپنے پدر بزرگوار کو سلام اور عرض کیا۔ اتاذن لی ان ادخل معکوت تحت الکساء۔ آیا مجھے بھی داخل کساء ہونے کی اجازت ہے قال قد اذنت لك فدخلت فاطمة معہم آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں

نور نظر نہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو جاؤ یس میں بھی داخل کسار
 یمانی ہو گئی۔ فلما اکتملنا خمسة النجباء تحت الكساء قال الله تعالى
 عز وجل۔ یعنی کہ جب یہ پانچوں تن چادر یمانی میں جمع ہو گئے۔ تو خداوند عالم
 نے ملائکہ سموات سے بصورت اسجاد کلام مباہات فرمایا۔ یا ملائکتی و
 سکان سمواتی انا خلقت سماء مبینة ولا ارضا مدحیة ولا قمرًا
 منیرا ولا شمسًا مضیة ولا فلکًا ید و ولا بحرًا یجری ولا فلکًا
 یسری الا فی محبة هؤلاء الخمسة الذین هم تحت الکساء۔
 یعنی خدا نے تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتے اور اے میرے آسمانوں کے رہنے
 والو۔ میرا آسمان کو خلق کرنا۔ زمین کا فرش بچھانا۔ چاند کو منور کرنا سورج کو روشنی
 دینا۔ گھومتے ہوئے فلک قائم کرنا۔ دریاؤں میں پانی جاری کرنا۔ ان میں کشتیوں
 کو روان کرنا یہ سب کچھ ان پانچوں ہستیوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔ یعنی
 کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خدا بھی ان دوست رکھتا ہے اور ان کی تخلیق
 کی غایت یہ ہے کہ دیندار لوگ ان کو دوست رکھیں۔ فقال الامین جبرئیل
 یارب ومن تحت الکساء۔ یعنی جبرئیل امین نے عرض کیا پروردگار! یہ مقدس
 ہستیاں ہیں کون فقال اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة وهم فاطمة
 و ابوہا و بعدہا و بترہا۔ کہ خطاب خداوند عالم ہوا
 اے جبرئیل! دو نبوت کا خاندان، رسالت کی کان یعنی فاطمہ زہرا اور اس
 کے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰ اور اس کے شوہر عالیہ قدر علی مرتضیٰ اور اس کے دونوں
 بر خور دار حسین و خوسروں میں ایک حسن ہے جو مظهر حسن ہے اور
 دوسرا حسین ہیں جو قدیم الاحسان ہیں

فقال جبرئیل اذن لی ان اھبط الی الارض لا کون معکم سادسًا
 کہ جبرئیل امین نے عرض کیا اے پروردگار! عالم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں زمین
 پر نازل ہو کر ان پانچوں حضرات کے ساتھ داخل کسار ہو کر چھٹا ہو جاؤں۔
 فقال الله قد اذنت فھبط الامین جبرئیل خداوند عالم نے جبرئیل کو اجازت
 دی اور جبرئیل امین پر واز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ وقال السلام علیک یا
 رسول الله العلی الاعلی یتوکلک السلام ویخصک بالتحمیة والکرام۔
 اور رسول خدا کی خدمت میں پہنچ کر فرمایا کہ ندائے بزرگ و برتر آپ کو سلام کہتا
 ہے اور تحمیت و اکرام کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے ویقول الله عز وجل
 ما خلقت سماء مبینة ولا ارضا مدحیة ولا قمرًا منیرا ولا
 شمسًا مضیة ولا بحرًا یجری ولا فلکًا ید و ولا فلکًا یسری الا
 لاجلکم قد اذن الله لی ان ادخل معکم تحت
 هذا الکساء فھل تأذن لی انت یا رسول الله۔
 یعنی کہ اللہ اے عزت و جلال کی قسم کہا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آسمانوں کو
 پیدا کیا، زمین کو فرش بنانا۔ چاند کو نورانیت بخشی۔ سورج کو روشنی عطا کی
 گردش کرنے والے آسمان کو قائم کیا۔ سمندروں کو جولانیاں عطا کیں۔ کشتیوں کو
 ان میں روان کیا یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے محض تمہاری خاطر سے اور تمہاری
 محبت کی وجہ سے کیا ہے پھر جبرئیل امین نے عرض کیا کہ مجھے خداوند عالم نے
 تو داخل کسار ہونے کی اجازت دیدی ہے تو کیا آپ بھی اجازت رحمت
 فرماتے ہیں۔

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ میں نے تالیفات فاضل کا شفقی ملا حسین علیہ الرحمۃ

مطالعہ کیا۔ جس میں جبریل امین اور آنحضرتؐ کے مابین یہ گفتگو درج ہے کہ جبریل امین نے عرض کیا یا رسول اللہؐ خدا نے تو اجازت دیدی ہے کہ میں داخل کاد ہو جاؤں کیا آپ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے انجی جبریل تم محرم عبادِ یمانی نہیں ہو کیونکہ جو بھی اس عباد میں ہے وہ محنت و رنج کا نشانہ بنے گا۔ علیٰ شریک کساد میں ضرب تلوار سے شہید ہوں گے حسن شریک میں زہر الماس سے جگر بارہ بارہ ہوگا حسین شریک میں کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوں گے۔ فاطمہ مرکزِ عصمت ہیں۔ بہلولی فاطمہ زحیٰ ہوگا اور فاطمہ دنیا سے رخصت ہوں گی۔ جبریل اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں ان بلا کشیدگان سے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے سیدہ عالم کے عوض چکیاں پیسی ہیں۔ میں علی کے لیے آب کوثر لے کر آیا ہوں میں نے حسین کا گہوارہ جھلایا ہے۔ پس میں بھی حق دار ہوں کہ مجھے اجازت ملے تاکہ میں داخل کسادِ یمانی ہو سکوں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ فقال قد اذنت لك فدخل جبریل معہ تحت الکساء۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبریل تمہیں اجازت ہے پس جبریل امین بھی کسائے یمانی میں داخل ہو گئے کیونکہ خدا و رسولؐ کی طرف سے اجازت مل گئی تھی۔ وقال لهم ان الله عز وجل ادعى اليكم يقول انما يريد الله ليزهق عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا کہ خداوند عالم صرف یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم کو جس سے دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ فقال علی بن ابی طالب یا رسول الله صلى الله عليه واله اخبرني ما جئوسنا هذا تحت الكساء من الفضل عند الله

امیر المؤمنینؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ کہ ہمیں یہ تو بتائیے کہ ہم سب کا اس چادر کے نیچے بیٹھے رہنا، اس چادر کے نیچے جمع ہونا۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتا ہے۔ فقال النبي صلى الله عليه واله والذى بعثني بالحق نبيا واصطفاني بالرسالة نجيا ما ذكر حرننا هذا في محفل من محافل الارض وفيه جمع من شيعتنا ومجيبنا ۱۷ وتزلت عليهم الرحمة وحقت بهم الملائكة واستغفرت لهم الى ان يتفرقوا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے برحق نبی بنایا۔ اور رسالت کے لیے چون کر نجات دہندہ عالم قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث جس کسی ایسی محفل میں بیان کی جائے کہ جہاں ہمارے شیعہ اور محب موجود ہوں تو ان سب پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ ان کو فرشتہ گان رحمت ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ اور جب تک وہ مجمع متفرق نہ ہوگا بلکہ فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ فقال علي والله فزنا وفانرت شيعتنا ورب الكعبة

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم اب تو ہم بھی اور ہمارے شیعہ کامیاب ہو گئے۔ فقال رسول الله صلى الله عليه واله والذى بعثني بالحق نبيا واصطفاني بالرسالة نجيا ما ذكر خيروننا في محفل من محافل اهل الارض وفيه جمع من شيعتنا وفيهم مہموم الافرج الله هم ولا مہموم الا وكشف الله غمه ولا طالب حاجة الا وقضى الله حاجته۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر فرمایا کہ اے علیؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا اور رسالت

کے لیے چن کر نجات دہندہ چن وائس قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث اہل زمین کی جس شیعہ محفل میں یا ہمارے دوستوں میں پڑھی جائے گی ان میں جو متفکر ہو گا تو انہیں اس کی فکر دور کر دے گا۔ اور جو غلبن ہو گا خداوند عالم اس کا غم دور کر دے گا۔ اور جو حاجت ہوگی خدائے تعالیٰ اس حاجت پر لائے گا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ فقال علی علیہ السلام ادا اللہ فزنا سعدنا و کذلک شیعتنا فازوا و سعدوا فی الدنیا و الاخرۃ۔ یعنی امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائی قسم ہم کامیاب ہو گئے اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہو گئے دنیا و آخرت میں۔

اللھم اجعلنی من شیعتهم و محبہم بحقهم امین۔
مؤلف کتاب ہذا امیر زادہ الدین واعظ القزوینی اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ حدیث کساء سید الادبیت ہے اس میں خصوصاً سید عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت مفسر ہے سید عالم ملائک اعلیٰ میں بھی معروف ہیں۔ آپ کے شوہر علی مرتضیٰ آپ کے دونوں فرزند حسن و حسین کی مثل کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ دستور زمانہ ہے کہ کبھی تعارف شہر کا نام لے کر کرایا جاتا ہے کبھی خاندان کا نام لیا جاتا ہے اگر باپ مشہور و معروف ہو تو کہتے ہیں کہ خلال کا فرزند ہے۔ لیکن حدیث کساء میں خود خداوند عالم نے اپنے ملائک میں جب صاحبان حدیث کساء کا تعارف کرایا ہے تو فاطمہ زہرا کو مرکز تعارف قرار دیا ہے کہ ہم فاطمہ و ابوہا و بعلہا و بنوہا کہ فاطمہ میں اور ان کے پیر رسول ذیقدر اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ اور ان کے فرزند حسن و حسین ہیں۔ راز مترجم ہم فاطمہ و ابوہا و بعلہا و بنوہا۔ یعنی کہ فاطمہ میں بعدہ نام نہیں لیکن فاطمہ زہرا کی طرف راجع ہیں

یعنی کہ فاطمہ کے والد ماجد یعنی کہ فاطمہ کے شوہر علیہ السلام یعنی کہ فاطمہ کے دونوں فرزند اس طرح پانچ جگہ نام فاطمہ زہرا آیا ہے پس فاطمہ زہرا مرکز عصمت ہیں اے شیعوں جو پاک بی بی مرکز عصمت و طہارت ہو۔ جس کے متعلق آنحضرت نے فرمایا ہے فاطمہ بضعة منی کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے امت رسول خدا نے اس کی قدر و منزلت کو بھلا دیا۔ بعد وفات رسول خدا آپ پر کچھ ایسے مصائب پڑے کہ فرماتی ہیں کہ بھر پر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دونوں پر ایسے مصائب پڑتے تو مثل شب تار تاریک ہو جائے آپ کا پہلو ٹکستہ ہوا۔ تنگ مبارک میں محسن شہید ہوئے الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

واقعہ مباہلہ اور حقانیت پختن پاک

جیسا کہ حدیث کساء کے عنوان میں ذکر کیا جا چکا کہ آیہ تطہیر میں پختن پاک شریک ہیں اور اس میں لفظ اہل البیت جو ایک جگہ وارد ہوا ہے مگر اس کا مصداق پختن پاک، یعنی نبی و علی و فاطمہ و حسن و حسین ہیں اور مباہلہ میں بھی پختن پاک رہنما لائے نجران کے مقابلہ میں گئے ہیں اور اسلام کی حقانیت و صداقت کو واضح کیا ہے۔ واقعہ مباہلہ ۲۴ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوا ہے بعض گو کہ کہتے ہیں کہ ۲۵ ذی الحجہ کو متعدد ہوا ہے۔ لفظ مباہلہ مشتق ہے پہلا سے۔ اور پہلہ بمعنی لعن و نفرین ہیں۔ اور مباہلہ میں دونوں طرف سے لعن و نفرین کا حق حاصل ہے لیکن جو حق پر نہ ہو گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور آخرت میں مستحق لعن ہے۔ آنحضرتؐ اور نصاریٰ نجران میں یہ وعدہ تھا کہ مقررہ دن پر ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعن و نفرین کرے گا اور طلب عذاب کرے گا اگرچہ آنحضرتؐ اور نبی نجران

عیسائیوں کے درمیان مباہلہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ تاہم اس واقعہ کی تصویر کشی حسب ذیل ہے:-

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو دعوت اسلام دی نجران علاقہ یمن میں سے ہے چنانچہ نجرانیوں نے تحقیق حالات اسلام اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک منتخب وفد بھیجا۔ اس وفد کا سردار عاقب نامی عیسائی تھا۔ جو تمام نصرانیوں میں بزرگ قوم تھا عالم انجیل تھا۔ دوسرے شخص شریک وفد ابو الحارث نامی تھا یہ بھی نصاریٰ کا پیشوا تھا۔ اسی کو بعض علماء اسقف کہتے ہیں۔ اسقف بمعنی عالم ہے چنانچہ جاثیق و قینس و مطران ان لوگوں کے القابات ہیں جو علماء نصاریٰ کو دیئے گئے ہیں۔ جب نبی نجران کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں مدینہ حاضر ہوا۔ اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسقف نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ عبد خدا اور اس کی مخلوق ہیں نہ کہ فالق، خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے۔ رسول بنایا ہے۔ اسقف نے کہا کیا ان کا باپ تھا آپ نے فرمایا کہ ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ مَثَلِي عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ مَخْلُوْقَةٍ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَمَّا كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۵۹) یعنی کہ خدا کے نزدیک تو جیسے عیسیٰ کی حالت ویسی ہی آدم کی حالت کہ ان کا مٹی سے پتلا بنایا اور کہا کہ ہو جا پس (فورا ہی) وہ (انسان) ہو گیا۔ یعنی کہ اگر آدم بغیر ماں باپ پیدا ہوئے ہیں تو عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر خدا آدم کو بغیر ماں

باپ پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کیا ہے تو عیسیٰ کو بغیر باپ پیدا کرتے ہیں خدا عز و جل نہیں ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ جب طرفین میں گفتگو نے طول پکڑا۔ تو آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی فَمَنْ حَاجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا كُفْرًا وَنِسَاءَنَا كُفْرًا وَآفُسَنَا وَآفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِ بَیْنٍ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۶۱)

جب تمہارے پاس علم (قرآن) اچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہو (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب خدا کی بارگاہ گڑ گڑا کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کیا۔ اور مباہلہ کو خطرے پا گیا۔ بروایت سے اس روز پنجشنبہ (جمعرات) تھا۔ اور مباہلہ کی تاریخ ہمزہ زنی الحجہ یوم التوارقہ قرار پایا۔ اور آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کو مطلع کر دیا کہ مباہلہ میں چلنے کے لیے تیار رہیں چنانچہ آنحضرتؐ مسجد سے برآمد ہوئے جیسے ان کا ثبات پر آفتاب برآمد ہوتا ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے اس طرح چونکہ تنہا کی تاریکی دور کرنے کے لیے آنحضرتؐ اپنی مسجد سے برآمد ہوئے۔ اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس طرح کہ سیدہ عالم کو اپنے عقب میں اور حسنؑ کو دائیں جانب اور حسینؑ کو بائیں جانب اور علیؑ مرتقلی کو آگے آگے رکھا اور اس شان سے میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔ نصاریٰ کے نزدیک پہنچے۔ اسقف نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنی اولاد کو لے کر آئے تو ہم ہرگز مباہلہ مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اگر حق پر نہ ہوئے (معاذ اللہ) تو وہ نفرین و لعن کو اپنی اولاد کے لیے قبول نہ کریں گے۔ اور اگر اصحاب دیاروں کو ساتھ لائے تو ہمیں پھر کوئی خوف و ہذر کو ضرورت نہیں ہے ہم ان سے مباہلہ کریں گے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اپنی اولاد کو لے کر مباہلہ کے میدان میں پہنچے تو اسقف نے سوال کیا کہ آپ کے ہمراہ آنے والے کون ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ میرے ساتھ میری بیٹی فاطمہ ہے اور اس کے شوہر علی ابن ابی طالب ہیں اور اس کے دونوں فرزند حسن و حسین ہیں یہ سن کر اسقف نے کہا کہ اے نصاریٰ اگر ان سے مباہلہ کیا اور ان ہستیوں نے ہم پر نفرین کی تو کوئی شخص از قوم نصاریٰ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ مباہلہ کی بجائے آپس میں مصالحت کر لی اور نصاریٰ نے جزیہ دنیا قبول کیا۔ اسلام کو فتح ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حارث ابن علقمہ کہ جو قیسیں کہ جو دین عیسوی کا عالم تھا قدم آگے بڑھا اور جمال پیغمبرؐ، صورت حیدرؐ اور حسنینؑ کے نورانی چہرہ دیکھے اور دیکھا کہ ایک خاتون چادر عصمت اوڑھے ہوئے ہے وہ مثل بید لرزے لگا اور فوراً ہی اپنے وفد میں واپس ہوا اور کہا کہ اے میرے ساتھیو۔ میری بات پر کان دھو۔ گوش دل میرا سخن سنو۔ ان سے مباہلہ ترک کرو بخدائی عظیم میں ایسے چہرہ دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ ذوات مقدسہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ ہنٹ جائے تو بے شک خدا ان کی دعا قبول کرے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرے گا۔ اور اگر ان ہستیوں نے نصاریٰ پر نفرین و لعن کیا تو پھر روئے زمین پر کوئی نصاریٰ باقی نہ رہے گا یہ بہتر ہے کہ ان سے مباہلہ کی بجائے مصالحہ کر لیا جائے۔

اے دوستو۔ مباہلہ میں نصاریٰ نے پنجتن پاک کے چہرہ دیکھ کر یہ یقین کیا کہ یہ لوگ خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جو خدا سے مانگیں وہ ان کو ملے گا۔ لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ابوبہل نے جو سختی اختیار کی وہ سب پر ظاہر ہے۔ کو صفا یہ آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ ملا رمضان المبارک کی انیسویں شب حضرت علی مرتضیٰ کو ابن بلعم نے ضرب لگائی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ کو ایسا قدمہ پہنچایا کہ بعد وفات رسولؐ خدا زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ امام حسنؑ مجتبے علیہ السلام کو زیر دے کر شہید کیا اور امام حسینؑ کو کربلا میں ان کے اصحاب و انصار عسکری و برادران اور اولاد کے ساتھ شہید کیا یہ سب مظالم مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئے۔ بہر حال جب نصاریٰ نے مباہلہ کی بجائے مصالحہ یعنی صلح کر لی تو جزیہ دینا قبول کیا کہ وہ ہر سال دو ہزار طلہ کہ ہر ایک مٹر (پوشاک) چالیس درم کا، تیس گھوڑے اور تیس زبرہ، بطور جزیہ دینا قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس خدا نے بزرگ قہر کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر نصاریٰ مباہلہ کرتے تو خداوند عالم ان کو زندہ اور سور کی شکلوں میں تبدیل کر دینا عرض کہ مقابلہ میں پنجتن پاک کی صداقت اور حقانیت نے اسلام کو بچایا اور یہ اسلام کی شاندار فتح ہے۔

پنجتن پاک کی شیعوں اور مجنوں کے حق میں دعاء

مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہ زہراؑ

کتب امارت سے ثابت ہے کہ آئمہ معصومین اپنے شیعوں اور مجنوں کے

یہ برابر دعا مغفرت کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ سیدہ عالمین نے اپنے بابا سے عرض کیا کہ آپ کو اپنی اہمیت کے گناہ گاروں کا ہمہ وقت خیال رہتا ہے لہذا آپ اپنے دوستوں اور علیؑ کے شیعوں کے لیے دعا فرمائیں۔ کیونکہ امت آپ کی دعاؤں کی محتاج و امیدوار ہے۔ آپ دوستوں کے لیے دعا فرمائیں ہم آمین کہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور خداوند عالم سے عرض کیا کہ پروردگار عالم جو شخص میرے اہلیت کو دوست رکھے اس کے گناہ بخش دے۔ اور ان کی حاجتیں بر لا۔ جناب امیر المومنینؑ۔

امام حسنؑ امام حسینؑ اور حضرت سیدہ عالمین نے آمین کہا اس حدیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ جو زندہ دوسرے بندہ کے حق میں آزار کریں باتیں کرتا ہے اس کو چاہیے کہ اس سے معاف کر لے اور توبہ کرے اللہم اجعلنا من شیعتم و محبہم امین یا رب العالمین (ایسے مولف کتاب ہذا مومنین دعا مغفرت کریں)

کتاب کنز الواعظین میں کتاب تبر المذاب اور کتاب عقائد سے روایت ہے کہ بعد رحلت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ زہراؑ ایثار ہو گئیں اور آپ کو ظلال قلال کے ہاتھوں صدمات پہنچے جس کی وجہ سے آپ اپنے بابا کی جدائی پر رورور کر آپ سے ان کی تسکایت کرتی تھیں۔

جناب معصومہؑ دو عالم آنحضرتؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں جب کبھی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دیدار رسول خدا مطلوب ہوتا تو آپ سیدہ عالم کو دیکھتے تھے۔ اور جناب سیدہ کی گفتگو سنتے اور تسکین قلب ایمان ہوتی۔ پس جب کہ سیدہ عالم پر مرنے سے زیادہ غلبہ کیا حضرت امیر

علیہ السلام نے ایک روز دیکھا کہ سیدہ بیماری کی حالت میں بستر پر آرام کر رہی ہیں جسم کمزور ہو گیا ہے اور آپ کے پاس آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں۔ معصومہ کے سر مبارک کے نیچے پرست گو سفند تھی اور لحاف اونی تھا۔ دوا اور غذا فاطمہؑ مدد و شکر خداوندی تھی امیر المومنین نے مزاج پرسی کی سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابو الحسن میری خواہش ہے کہ میں ان دنوں میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور اے ابو الحسن میری اپنے دونوں فرزندوں کے بارے میں یہ وصیت ہے کہ میرے بچوں پر نظر لطف و کرم رہتا۔ اور جب یہ دونوں فرزند میری قبر پر آنا چاہیں تو ان کو منع نہ کرنا۔ میری قبر پر قرآن پڑھنا۔ میں اگرچہ بچوں سے اور تم سے دُور رہوں گی۔ مگر میری روح میرا دل بچوں میں رہے گا اے علیؑ میں تم سے راضی ہوں اور اے علیؑ میں نے تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔

فیکی علی علیہ السلام
وقال یا بنت المصطفى ویا سیدة القاروحی لروحك الفداء یا بنت الشیخ والنذیر ومن ارسل رحمة للعالمین۔ حضرت امیر المومنین فاطمہ زہراؑ کی وصیتیں سن کر گریہ فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی محاسن شریفہ یعنی ریش مبارک پر آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا اے بہترین نساء عالمین سکھیں تمہارے راضی اور خوشنود ہوں اور خدا و رسولؐ تمہارے راضی و خوشنود ہیں۔ پر سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابو الحسنؑ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو آپ مجھے غسل و کفن دینے سے فارغ ہوں اور مجھے قبر میں اتاریں تو تار و شہ یعنی ڈیڑھ اور شیشہ قبر میں رکھ دیں پس آپ نے فقہ سے فرمایا کہ دونوں چیزیں لاؤ فقہ نے حاضر کریں۔ فقال علی یا سیدة النساء ما الذي في هذا والقاروحی

ہل هو من ماء زمزم۔

حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اسے خاتون اس قارورہ میں کیا پیر ہے کیا یہ لہ
زمزم ہے۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ اسے علیؑ جو آنک میری آنکھوں سے
خوف خدا میں رواں ہوئے ہیں وہ میں نے جمع کئے ہیں جو کہ اس قارورہ میں ہیں
اور یہ روز حشر کے لیے جمع کئے ہیں یہ آب زمزم نہیں ہے اور اسے علیؑ کی آنکھوں
کو میری قبر میں رکھ دیا۔ میں نے اپنے پیر بزرگوار رسول خداؐ سے سنا ہے وہ
فرماتے ہیں۔ ان الدمة تقطی غضب الرب وان القبر لا یكون روضۃ
من ریاض الجنة الا ان یکون العبد قد بکی من خيفة الله تعالى وخوفا
من النار۔ یعنی کہ آنسو غضب خدا کو رحمت سے بدل دیتے ہیں اور اس کی
قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس وقت ہوگی کہ جب بندہ خوف خدا
اور خوف جہنم میں آبدیدہ ہو۔ اسے امیر المؤمنین میں نے یہ آنسو خوف خدا میں
آنکھوں سے برائے ہیں اور جمع کئے۔ امیر المؤمنین نے سنا اور گریہ فرمایا اور فرمایا
سیدہ عالمہؑ آپ کو گریہ کرنا دیکھا تو فرمایا۔ لو بکی محزون فی امة لرحمہ
الله تعالیٰ علی الامۃ۔ یعنی کہ اسے علیؑ اگر آپ میری محزون ہوئے ہیں اور آنسو
گرائے ہیں تو خدا ان آنسوؤں کی برکت سے مجھ پر رحم کرے گا۔ کہ میں کینہ خدا اور
دشمن رسول خدا ہوں اور تم ولی کائنات ہو۔ اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ
روئے گئے جناب امیر المؤمنین نے ان کو تلقین صبر فرمائی اور فریادیں کیا۔ شہ
فتح الحق۔ پس فاطمہؑ نے اسے وہ قارورہ کھولا۔ اس میں ایک ٹکڑا حویر
میر تھا جس میں ایک کاغذ تھا۔ اور اس کاغذ سے ایک نور طالع ہو رہا تھا۔
جناب امیر المؤمنین نے فرمایا یا بنت خدیجۃ الکبریٰ ما هذا۔ یہ کاغذ کیا ہے کہ

جس میں اس حقہ یعنی قارورہ کو پہنا کیا ہے اور اسے تم اپنی قبر میں اپنے
ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ فرمایا کہ سفینۃ النجاة یعنی کہ یہ سفینۃ نجات ہے۔
یہ قارورہ اور اس میں جو کچھ ہے وہ امانت رب العزت ہے حضرت امیر المؤمنین
نے فرمایا کہ اسے سیدہ وہ کیا امانت ہے۔ معصومہؑ دو عالم نے فرمایا کہ اسے علیؑ
لما زوجنی بک ابی اس زمانہ میں جب کہ آپ کے ساتھ میرے پردہ
عالمی قدر نے مجھے تزویج کیا مجھ سے فرمایا اے بیٹی کہ خداوند عالم نے عرض
کے نیچے شجر طوی کے سایہ میں تمہاری محفل عقد منعقد کی اور شجر طوی الہی کہ
جو وسط بہشت رحمت میں ہے اس وقت حور وں نے جواہر نثار کئے۔

وہی عند ہم ذخیرۃ اور یہ وہی دُزبار جنتی اور جواہر ہیں۔ اور روز قیامت
مومنین کو مدیہ ہوں گے اور شب عروسی جب آپ آئے تو میرے پاس دو
پیراں تھے۔ ایک لباس نو اور دوسرا کہنہ لباس تھا کہ ایک سائل کی آواز
میرے گوش زد ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا۔ یا اہل بیت النبوتہ و معدن الخیر
والفتوۃ و ان کان عندکم قمیص خلعتی فانی بہ جد یروا فی سائکہ فقیۃ
کہ اگر کوئی کہنہ ہو تو مجھ فقیر عورت کو دیا جائے۔ اسے علیؑ میں نے اپنا کہنہ لباس
اس فقیر عورت کو دینا پسند کیا اور اپنا لباس اس کو دے دیا۔ صبح عروسی
کو میرے پردہ بزرگوار تشریف لائے دیکھا کہ میں کہنہ لباس میں ہوں تو فرمایا
اے بیٹی الیس لک قمیص جدید۔ یعنی اے بیٹی کیا تمہارے پاس نئی
قمیص نہیں تھی۔ میں نے واقعہ سائل بیان کیا اور عرض کیا اے بابا جان میں نے
سائل کو نئی قمیص بخش دی اور ایسا اس لیے کیا کہ جب میری مال کی تزویج آپ
سے ہوئی ایک روز سائل کے دروازے پر آیا۔ اس نے لباس کا سوال کیا آپ

نے اپنا میرا ہن اپنے جسم مبارک سے اتارا اور اس سائل کو دے دیا۔ پس میں نے آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی نئی قمیص سائل کو دے دی آنحضرتؐ یہ سن کر بہت عیش ہوئے اور مجھے پیار کیا اور اسی دوران جبریلؑ میں نازل ہوئے اور عرض کیا اے رسولؐ خدا جی تعالیٰ اسلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا اسلام فاطمہؑ کو بھی پہنچاؤ۔ اور اس کو مبارکباد دے اور اس سے کہو کہ جو کچھ مجھ سے مانگے گی وہ میں عطا کر دوں گا۔ اور بشرھا انی احبہا اور اس کو بشارت دو کہ میں اسے فاطمہؑ مجھے دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے وہ پیغام بھی سنایا۔ میں نے عرض کیا مجھے سوائے لقاء خدا یعنی رہنا۔ خدا کچھ اور نہیں چاہیئے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی تم میری امت اور اپنے شیعوں کے لیے دعا مغفرت کرو۔ میں نے دعا مغفرت کی۔ پھر جبریلؑ آئیں نازل ہوئے اور خدا کا پیغام پہنچایا کہ خدا فرماتا ہے کہ اے میرے رسولؐ قد حضرت لعصاة امتك وشيعة علي ممن في قلبه محبة من فاطمة ومحبة من ابیہا وبعلمها وولدہا۔ کہ میں نے تمہاری امت اور علیؑ کے شیعوں کو بخشوا ان لوگوں کو بھی بخش دیا کہ جو فاطمہؑ اور اس کے پدر بزرگوار اور اس کے شوہر نامدار اور اس کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہے میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ میں اپنے شیعوں کے لیے بخشش نامہ چاہتی ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے جبریلؑ امین کو حکم دیا کہ بہشت بریں سے ایک پارچہ سبز و سفید لا جبریلؑ اس پارچہ کو لائے اور قلم قدرت نے کتب علیؑ نفسه الرحمة۔ جبریلؑ و میکائیلؑ گواہ بنے۔ اور پیغمبر اسلامؐ نے اس کتبہ کو اس حصہ میں رکھا اور مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کی حفاظت کرو تا روز وفات آئے۔ فعليك بالوصية ان يوضع في لحدك یعنی اے فاطمہؑ

و صیت کر کہ اس کو میری قبر میں رکھا جائے۔ اور جب روز برپا ہو تو گنہگاروں امت رحمت خدا سے مایوس نہ ہو۔ اور یہ نوشتہ وعدہ الہی ہے جو روز قیامت پورا ہوگا پھر سیدہ عالمینؑ نے امیر المؤمنینؑ سے یہ وصیت بھی کی کہ اسے علیؑ وقت غسل میرا جسم بہ منہ نہ کرنا بلکہ میرا ہن کے نیچے مجھے غسل دینا۔ حضرت فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوئیں اور امیر المؤمنینؑ نے آپ کو غسل دیا مگر وحسرتا عجب علیؑ غسل دے رہے تھے تو پیچ مار کر دے گئے بدب گریہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ فاطمہؑ کا پہلوئے شکستہ پر نظر پڑی وحسرتا دختر رسولؐ خدا کی امت نے کچھ تو نہ کی۔

واقعہ مغربیہ۔ شیخ طریحی نجفی جو کہ مومنین و علماء حضرات میں مرموعہ مشہور و معروف تھے روایت کرتے ہیں کہ علماء صلحائے مومنین میں سے ایک بزرگ نے جناب سیدہ عالمہؑ فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ سونے بہشتی اور اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار علیؑ مرتضیٰ اور اپنے برخوردار حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ کربلا میں قبر امام حسینؑ علیہ السلام پر موجود ہیں اور نو عمر و شیول فرما رہی ہیں۔ پس میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ اہل بیتؑ نے حضرت رسولؐ خدا کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا رسول اللہؑ اما انتظر الی امتك۔ کہ اے بابا جان اسے رسولؐ خدا نے اپنی امت کی طرف کبھی نگاہ نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیکھا کہ اس امت نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ قتلوا ظلموا وعدوا و اظلموا من کوئی اس طرح قتل نہیں کیا گیا جس طرح کہ حسینؑ قتل کئے گئے قتلوا و من الماء منعوہ و المینا یا و القصب جوعوا اے قتل کیا اور پانی تک نہ دیا۔ و اخر قتلوا و کان ربنا ما خلقنا الا للبلاء۔ اے بابا جان میرا دل ان مظالم کو دیکھ

کر سوختہ ہو گیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ خدا نے ہمیں صرف بلا و ابتلا کے لیے خلق فرمایا ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ اے بابا جان خدا علی مرتضیٰ کی طرف دیکھئے کہ اُمت نے ان کو ماہ رمضان المبارک میں ضربت لگائی اور علیؑ کو شہید کیا۔ میرے دروازہ پر لوگ جمع ہو گئے اور احترام ختم کر دیا۔ میرے حسن کو زبردیا۔ میرے شکم میں عمن کو شہید کیا۔ وا حسرتاہ۔ کافی حد تک اکن بضعة منك۔ گویا جیسے میں آپ کی پارہ جگر ہی نہیں ہوں کیا آپ نے فرمایا تھا فاطمة بضعة منی اس کے باوجود انت تعلم ما صنعہی کسر اللعین ضعی حتی مت اور میں جانتی ہوں کہ آپ کی اُمت کے لوگوں نے مجھ پر کس قدر ظلم کئے ہیں۔ اور اے بابا جان واعظم من هذا صنعونی من البکاء۔ اور حد ہو گئی کہ آپ کی رحلت کے بعد مجھے رونے بھی نہ دیا گیا اُمت نے اعتراض کیا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ وہ سیدہ علیل بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھی کہ آنحضرتؐ نے باواز بلند گریہ فرمایا۔ اور حجاب فاطمہ سے فرمایا کہ اے فاطمہ! اگر باہر نکلے یعنی اے فاطمہ! آہ تیری مصیبتیں پھر آنحضرتؐ نے ان لوگوں کی طرف موہنے کے فرمایا کہ جو وہاں موجود تھے۔ واعلیٰ و احسن تاہ واعبا ساہ واحسانہ وابطالہا و قتل ولدہی الحسین مانعاً من بات ولم تحضرہ لبوث الغزوات

حسینی را در غریبی سبر بریدند

تن پاکش بہ خاک و خون کشیدند

اے علیؑ، اے مجزؤ، اے عباسؑ اے حسنؑ تم شیرانِ بیشہ و شجاعت اس وقت نہ تھے کہ جب میرا حسینؑ قتل ہوا ہے سو قد قتلوا صغیرہم و کبیرہم

و ذبحوا رضیعہم و فطیمہم و استباحوا نساءہم و حریمہم۔ اطفال خورد سال۔ شیر خوار علی اصغرؑ اور حسینؑ کے جوانوں اور بڑھوں کو قتل کیا۔ اور میری عزت نہ کی۔ وائے اس جماعت پر یہ کیونکر میدانِ محشر میں میرے پاس آنے کی اور کیونکر مجھے دیکھے گی کہ میری اولاد کو قتل بھی کیا اور مجھ سے شفاعت طلب ہیں۔ اے دوستو میری بیٹی فاطمہ قیامت میں وارد ہوگی اس وقت بنادی نہ دے گا اے اہل محشر غفلتو البصاکم یعنی اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرلو۔ میری بیٹی فاطمہ آئی ہیں و تبا بعا بدم الحسین مصیبتہ و معہما قصص آخر ملتطخ بالسم۔ اس کے ساتھ دو پیرا بن ہوں گے۔ ایک پیرا بن حسینؑ خون آلودہ ہوگا و دوسرا پیرا بن حسنؑ زہر آلودہ ہوگا اس وقت تمام اہل محشر میں شور مچا دیا جائے گا و بکا بلند ہوگا راز مخرج۔ چونکہ شیعیان و مجتہان امام حسینؑ دنیا میں بھی مجلس عزاء امام حسینؑ برپا کرتے ہیں اور گریہ و بکا کرتے ہیں اور چونکہ میدانِ محشر کو روزِ محاد کہتے ہیں پس مجلس عزاء جو دنیا میں ہم برپا کرتے ہیں وہ میدانِ محشر میں بھی برپا ہوگی۔ اور شیعہ بنی گریہ و بکا کریں گے۔ جو لوگ یہاں رونے کے خلاف ہیں وہ وہاں بھی غموش رہیں گے، پس اس وقت فاطمہؑ زہراؑ ایک بلند گریہ فرمائیں گی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کریں گی۔ یا عدل یا حکیم لحکمہ یبوی دین قاتل ولدہ اے عدل و احکم الحاکمین تو میرے اور قاتلانِ حسنؑ و حسینؑ کے درمیان فیصلہ کر خداوند عالم کی طرف سے جواب آئے گا کہ اے فاطمہ! تو داخل بہشت ہو قاتلان کو میں ہرگز نہیں بخشوں گا ان کو داخل جہنم کر دوں گا۔ اس وقت فاطمہؑ عرض کریں گی کہ پروردگار! میں یہاں حسینؑ کو شہید ہونے کی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ خطابِ قدرت

ہوگا ہے فاطمہ ذرا نظر کرو اہل محشر پر اس وقت فاطمہ دیکھیں گی کہ حسینؑ کا سر پریدہ کٹا ہوا ہے اور حسینؑ آ رہے ہیں اس وقت تمام محشر سے یہ حالت نہ دیکھی جائے گی۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گیں۔ اور غم حسینؑ میں رونے والے داخل بہشت ہوں گے۔

شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا زندان کو فہرے باہر آنا

یا شیعة الآل ویارباب الکمال ان الله
رحمة واسعة - یعنی اے شیعیان آل اطہار اور اے صاحبان کمال اللہ
تعالیٰ تم کو بخش دیا ہے محبت اہلبیت طاہرین میں اور اپنی رحمت واسعہ
کے لیے پس شیعة الباقون الباقون اذیک المقبول کے مصداق ہیں
اپنی غرض تحقیق کو پہنچانے ہوئے اپنے مدارج کو جو دوسری امتوں کے مقابلہ
میں حاصل نہیں پہنچاتا چاہیے کہ دوسری حضرات اہلبیت طاہرین ہماری خلعت
میں دلچسپی کی گئی ہے اور ان کی اقتداء و دلیل ایمانی قرار دی گئی ہے۔

فانتم شیعتهم المخلصون واصحابهم المؤیدون الیکم نظر اشقتهم
ولکم حظ شفاعتہم منہم قریب وسیلتہم و قیہم الرحمة الموصولة ولہم
السفاعة المقبولة وطعم المقام المحمود و بیہم مفتاح البقصور
و علیہم واد کل مقبول و مردودہم الصراط المستقیم والمسئول
عن النمیم فتنافسوا الی اقامة لوازم الولا و سارعوا الی موااسم
الماتم والعزاء و ادامة النہج والیکام علی خاصس

اہل الکساء و انصروہ بالسننکم و عینونکم بالغد و والذواہ
اذ فاکم نصرۃ بالایدان والارواح فانہا احد فی الوسیلتین
للعون بسعادة النشأتین من ولاو علی وعدا الحسین۔

غلام یہ ہے کہ شیعیان اہلبیت طاہرین عند اللہ مخلصین ہیں مسحق
شفاعت ہیں۔ جو بھی اہلبیت اطہار تک پہنچ گیا وہ مقبول خدا و رسول ہے
اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ مراط مستقیم سے منحرف ہے اور بروقیات
وہ ہوا بد ہوگا۔ پس ولایہ مرقنوی اور اہلبیت طاہرین کی موت مقتدی ہے
کہ عزا حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام پر پاکی جائے۔ مراسم عزا
ماتم کو بروق اندکھا جائے نوہ و بکا غم امام حسینؑ کیا جائے شہیدان کربلا کی نصرت
کی جائے یعنی کہ یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزا عظیما کی روح اور حقیقت
یہ ہے کہ قائم عزا امام حسینؑ کی حفاظت کی جائے ایسا ہی ثواب ہے جیسا
کہ ہر کاب امام حسینؑ رکھ کر جام شہادت پیا۔ یہیں سے سینہ کو بی اہل و خیرین
بھی استفاد ہوتی ہے۔

مردی ہے کہ جب یزید پلید نے ابن زیاد بد نہاد کو نامہ لکھا کہ سر ہاد شہداء
کربلا اور اسیران الجرم کو بغیر کسی تاخیر کے شام بھیج دے۔ جب ابن زیاد ملعون کو
یزید کا خط ملا تو اس نے فوراً ہی الجرم کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا۔
الجرم زندان کو فہرے سے نکلے۔ سر ہاد شہداء اور اسیروں کو شام روانہ کرنے کا
اتظام کیا گیا۔ شتران بے کجاہ لائے گئے۔ اور ان ظالموں نے کہا ایتھا
الاساری قومعا وار تحلوا۔ اے اسیران کربلا اٹھو اور سوار ہو تاکہ بسوئے شام
ردانہ ہوں۔ اسیران کربلا کی اس وقت کی حالت کی منظر کشی حسب ذیل ہے۔

- (۱) زہندان زنجیر گیسو ! لفلان بشیون سر بازو
- (۲) مردان خستہ مجموعہ سہ ساعد ساعد باز بازو
- (۳) بنشستہ از غم سر در گریبان ناگہ برآمد بانگ سیاہو
- (۴) کردند یکبار رود و خرابہ کوئی زیکو شامی زیکو
- (۵) یگرفتہ باغیظ آن تیغ بر کف آل یکہ بر پشت و آل یک پہلو
- (۶) از آنقریبان بر شد کیوان آواز یارب فریاد یاربو
- (۷) از حال زار آن غم نصیب جہازہ ہارا در گرد آن کو
- (۸) از آنک حسرت خون تابگردن وزخوی جملت گل تابگردن
- (۹) چشم سکیہ در انیانہ قتاد ناگہ شمر بد خو
- (۱۰) بانالہ گرفت دامان زینب گفتا مال است ازین جفا جو
- (۱۱) عتہ رضایم مارا بر بندند بازو بازو گیسو بر گیسو
- (۱۲) آتا بقدر یک لحظہ چشم بر چشمہای شمر جفا جو
- (۱۳) زہر کہ دیدم باب مرزد حکیمہ بسینہ پای بہ پہلو
- (۱۴) آنگاہ دیدم خنما بہ نشست آن گہر بسینہ بر سینہ او
- (۱۵) بر فاست آنکہ اوسینہ زوی اورا بخواری انگشت برورد
- (۱۶) بیرید از چشم سدا تقائش آیوامی برین ای حیف بر او

دو میرحم یعنی کوئی و شامی لوگ اسیران کر بلا کوزندان سے باہر لائے شہزاد بے کجاؤ لئے گئے اورا لہجہ ان پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل کوفہ تماشا یوں کی طرح جمع تھے۔ مرد و عورت اور بچے اسیروں کے دیکھنے میں مشغول تھے۔ اور ظلم

بالائے ظلم یہ تھا کہ کوئی لوگ خوش ہو رہے تھے اور اسیروں پر ہنس رہے تھے۔ جب زینب خاتون نے دیکھا تو آہ سرد بھری سے

زینب چو بدید خواری خویش افغان بکشید از دل ریش
گفت لے شہر کشور ولایت اے صاحب منبر وایت
از قبر نجف سدی برون آر بنما نظرے زینب زار
اے مادر مے حمیدہ زہرا انداختہ از نظر تو مارا
دیوان نہ چنال شد است کام کیا دی خود امید و دام
صافی تن من چو درد گشتہ از ضربت سنگ خورہ گشتہ
فرسودہ تنی شد است جانم از غم شد آب استخوانم

ای راحت جان من کجائی

در بردن جان من نیائی

غلامہ اشعار یہ ہے کہ جب شہزادی دین و دنیا حضرت زینب خاتون نے کوفہ میں کہ جہاں شہزادی کہلاتی تھیں اپنی یہ ذلت و خواری دیکھی تو فغان کاؤ زخمی دل سے آہ کھینچی۔ اور عالم قصود میں شاہ نجف اور اپنی مال نہرا کو یاد کیا اور فریاد کی کہ اے دیکھئے کہ کیا کیا ظلم و ستم ہو رہے ہیں لوگ پتھر مار رہے ہیں لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اے ماں اے مری ہے کہ ابن زیاد ملعون نے اسیران کر بلا کو اونٹوں پر بلا کجاوہ و محل سوار کیا۔ اور انا زین العابدین کو طوق و سلاسل کے ساتھ شام روانہ کیا۔

علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ اہلیست اہل ہارا اونٹوں پر سوار تھے

یہ سروں پر مقننہ چادریں تھیں نہ کوئی خاص لباس تھا بلکہ اسیران اہلیست کے گرد ظلم

کے قیدیوں کی طرح اسیر بنائے گئے تھے زبان پر ہا حسینی تھا۔ کوفیوں نے عجب ذلت و خواری کے ساتھ الحرم کو شام روانہ کیا۔

دختران علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوفہ سے دُ

مرتبہ باخفت نکلتا۔

کتاب ریاض میں ہے: خرجت بنات علی اخوات الحسین عنوة وکسها مہتین یعنی کہ دو مرتبہ دختران علی وبتول جبراً وکرها کوفہ سے باہر لائی ہیں پہلی مرتبہ اس وقت کہ جب حضرت امیر المومنین کی شہادت ہو گئی۔ تو زینب ام کلثوم حضرت امام حسن اور امام حسین کے ہمراہ کوفہ سے نکلیں۔ اور مدینہ گئیں لیکن وقت روانگی۔ احترام و انتظام دیدنی تھا۔ دو لباس کی صدا میں بلند تھیں کہ لوگو دور ہو جاؤ اب وارثان تطہیر سوار ہو رہی ہیں۔ بنی ہاشم پر دہ کا ہتھا کر رہے تھے مگر پھر بھی کوفہ سے قہراً نکلتا تھا کہ امیر المومنین کی شہادت ہو چکی تھی اور زمانہ کوفت بدل چکا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے بمقابلہ کے لیے تیار تھا۔ کوفہ والے حضرت امام حسن کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ رہے تھے لہذا امام حسن کو ناگزیر تھا کہ کوفہ سے مدینہ ہجرت کر جائیں۔ ایسے عالم میں جب سیدائوں نے کوفہ چھوڑا تو ایک طرف بابا کی قبر سے جدائی کا تصور دوسری طرف کوفہ والوں کی یونانی کا خیال نشر کا کام کر رہا تھا۔ قال الراوی وهو عبد الله بن جندب الازدی عن ابيه جندب الازدی جو علی علیہ السلام کے مخلصین میں سے تھے کہتے ہیں کہ اس روز کہ جب شہزاد کا مسن و حسین کوفہ

چھوڑ رہے تھے اور عازم سفر مدینہ تھے۔ میں ان کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور ہمراہ گیا۔ فلما جاءونا نادانا المند یس جیب ہم دارمند سے کچھ دور ہوئے دیکھا کہ شہزادہ عالین یعنی حسین آہ سرد بھرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے اے کاسے کوفہ میں پھر دوسری مرتبہ اپنے سر کے ساتھ تیری طرف آؤں گا لیکن میرے اہلبیت باحال پریشان ہو گئے چونکہ قضاء الہی نہیں بدلا کرتی ایسا ہی ہوا کہ امام حسین کا سر بریدہ کوفہ میں آیا اور الحرم اسیر ہو کر کوفہ آئے۔ اس وقت بنات علی بند بنہ و بیکن علیہ۔ چٹا نیچہ علی کی بیٹیاں فوج سے ناری کرتی ہوئی آئیں۔ دوسری مرتبہ نبی زاریاں اور علی وفاطہ کی بیٹیاں شام جانے لگیں تو زندان سے نکلیں اور اسیر ہو کر شام کو روانہ ہوئیں اس وقت تماشا یوں کا ہجوم تھا اور زینب و ام کلثوم کے لیے یہ خواری و ذلت سلطنت تھا۔

اسیران اہلبیت اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی

شیخ طبرجی نے اپنی کتاب منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیروں کو شام بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اسیر زندان کوفہ سے باہر آئے اور ابن زیاد بد نہاد نے شمر و الحرم، ثیث بن ربیع، اور عمر بن الحجاج ملعون کو قافلہ کے ساتھ روانہ کیا۔ مصیبتوں سے دوچار ہوئے ہوا دمشق پہنچا تو شمر و الحرم نے حکم دیا کہ ابن زیاد چاہتا ہے کہ شام کے ہر شہری کو چاہیے کہ الحرم اور شہزادہ کے داخل دمشق ہونے کی ایک دوسرے کو خبر کرے تاکہ اسیری اہلبیت کی سب کو خبر ہو جائے۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ابن زیاد ملعون نے دو ہزار کی جمعیت شمر والہ الحرم اور عین حجاج وغیرہ کے ساتھ روانہ کی تھی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ پانچ ہزار کی جمعیت تھی اور سر بریدہ امام حسینؑ پر نگرانی کے لیے چالیس افراد مقرر کیے تھے۔ بعض کتب میں ہے کہ پچاس افراد مقرر کئے تھے اور سر ہارک ایک صندوق میں تھا۔ اور باقی شہداء کے سر ہار ہارک دوسرے صندوقوں میں بند تھے۔ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا تھا کہ سر امام حسینؑ راستہ میں نہ نکالا جائے بلکہ دمشق پہنچ کر سر حسینؑ نکالا جائے۔

شیخ فخر الدین کی کتاب منتخب، مقتل ابی مخنف، تبرکات وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب داخل دمشق ہوئے ہیں تو سید سجاد زنجیری پہنچے ہوئے تھے۔ ادا سیران بلالے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ پہل پہل ہوتا ہے کہ میں جیسے ہی دیکھا کہ اسیروں کا قافلہ سر بریدہ امام حسینؑ شام روانہ ہونے والا ہے۔ جمعیت رائی علی المیسرہ ہمہم۔ میں نے مصمم ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ شام جاؤں۔ میں کے ہزار دینار اور ہزار درہم جمع کئے اور اس قوم کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کوفہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلی منزل قادسیہ ہے جہاں قافلہ والے منزل کرتے ہیں یعنی قیام کرتے ہیں۔ ہر شخص سایہ دار جگہ میں قیام کرتا ہے خیمہ نصب کئے جاتے ہیں مگر اسیران اہلبیتؑ زمین پر بیٹھے رہتے نہ خیمہ۔ نہ سائبان۔ نہ ان کے سروں پر چادریں تھیں۔ اسیران حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے کوئی ماتمی حلقہ ہوتا ہے ان کے درمیان نوحہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

شیخ اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے اسیروں کے ہمارے پہلی منزل میں قیام کیا تو سر ہار شہداء کو اپنے سامنے رکھا اور اسیروں کو ایک گوشہ

میں جگہ دی اور برطانت ہاتھ نو دار ہوا۔ اور یہاں اشعار خون سے دیوار پر رقم ہو گئے۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدۃ یوم الحساب
فلا والله لیس لہم شفیع وہم یوم القیمۃ فی العذاب
کیا وہ امت حسینؑ کے نانا سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے کہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا۔ خدائے جل جلال کی قسم ایسے لوگوں کے لیے شفاعت رسول خدا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ قاتلان حسینؑ کے لیے اور جو اس قتل پر مدد ملی ہیں ان کے لیے قیامت میں دائمی عذاب ہے۔ وہ لوگ عذاب میں رہیں گے جب لشکر ابن زیاد نے یہاں اشعار دستِ نبوی سے دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے تو لشکروالوں کو خوف محسوس ہوا۔ اور حبیب لشکر ابن زیاد اسیروں کا قافلہ کو پہلی منزل سے روانہ ہوا تو ہاتھ نبوی کی یہ آواز سن (آواز آرہی تھی مگر آواز دیتے والا نظر نہیں آ رہا تھا)۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم احرال امہ
بعترق دباہلی عند مقتدی منہما ساری ومنہم ضجوا بدم
علامہ مجلسی نے ان اشعار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اشعار منزل اول ہی میں لکھے ہوئے دیکھے گئے اور اس کے بعد ملائکہ کے نوحہ کی آواز سنی گئی کہ وہ نوحہ کر رہے تھے۔

ایہا القاتلون جہلا حسینا ابشروا بالعداب والتتکیل
یعنی اے قوم نابالغہ تم نے حسینؑ کو قتل کیا۔ تم عذاب دردناک کی بشارت ہو۔
رازمترجم حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس قسم کی غیبی اشعار لکھے ہوئے

دیکھتے گئے اور صدائیں سنی گئیں کہ جن میں انعام قاتلان امام حسین کی خبر ہے۔
مگر پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتلان حسین اگر توبہ کر لیں تو ان کی نجات ہو
سکتی ہے حالانکہ قتل امام و قوت پذیر ہوتے ہی قاتل عذاب کا مستحق ہے

حکایت جناب فہمہ اور غذا بہشتی

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ابیاب مقاتل نے کوئی ایسی خبر نہیں دی ہے
کہ راہ شام میں کسی منزل میں بھی اہلبیتؑ ظاہرین کو لشکریان زیاد نے غذا و طعام
ظاہر خواہ فراہم کیا ہو۔ اور اگر آب و غذا فراہم بھی کی ہے تو وہ کافی نہیں۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے منہال بن عمر کو کوئی سے فرمایا واللہ الی
الذین ما مشبعن بطونھن ولا اکسین رؤسھن یعنی کہ اسیروں کو شکم سیر ہو
کر کھانا نہیں ملا۔ اور اہلبیتؑ نے اپنے سرور میں لگتی بھی نہیں کی ہے مگر یہ
کہ ففتہ کی درخواست پر غذا بہشتی ہو ففتہ نے اہلبیتؑ ظاہرین کے لیے پیش
کی تھی۔ اس غذائی بہشتی کی حکایت یہ ہے کہ کتاب مصابیح القلوب میں ہے
کہ شب ہامی رمضان المبارک میں سے ایک شب حضرت امیر المومنین علی ابن
ابی طالب علیہ السلام نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدعو کیا اور
عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ روزہ افطار فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے شرف قبولیت
بخشا اور وقت افطار تشریف لائے اور علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کے ساتھ روزہ
افطار فرمایا۔ دوسری شب مخدومہ کو منین جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے
اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں دعوت افطار صوم دی آنحضرتؐ نے قبول فرمایا
اور وقت افطار صوم تشریف لائے اور سب کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ اسی

طرح امام حسن مجتبیٰ اور امام حسینؑ نے آپ کو افطار صوم فرمایا۔ آج سیدہ عالم
کا گھر کتاب تو سین ادا دینی کا منظر پیش کر رہا تھا کہ شب معراج اللہ نے اپنے
حبیبؑ کو بلایا اور یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسینؑ نے دعوت دی معراج میں
رسول خداؐ نے جنت کا سیدب نوش فرمایا تو یہاں بھی جنت سے طعام آگیا۔
ہوا یہ کہ حسینؑ شریفین کے بعد ففتہ کنیز فاطمہ زہراؑ نے دعوت افطار صوم دی مگر
اس دعوت کا ذکر گھر میں نہیں کیا اور ادھر آنحضرتؐ بھی نماز سے فارغ ہو کر اپنے
گھر تشریف لے جانے لگے تو جبریل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آگیا
آپ کی ففتہ نے مدعو کیا تھا وہاں تشریف لے جائیے اللہ اکبر یہ ہے منزلت ففتہ
پس آنحضرتؐ تشریف لائے سیدہ عالم تعظیم بجالائیں۔ علیؑ اور حسینؑ ذوالقرنین
سلام بجالائے جناب سیدہ عالم نے بعد ادب عرض کیا بلایا آپ ہی کا گھر
ہے مگر آج کس لیے تشریف لائے ہیں فرمایا کہ اے سیدہ آج ہمیں تمہاری
کنیز ففتہ نے مدعو کیا ہے۔ سیدہ نے کچھ جواب نہ دیا اہلبیتؑ کے گھر آج افطار
صوم کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا حضرت امیر المومنین نے ففتہ سے فرمایا کہ اے
فتہ تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی تاکہ کچھ انتظام ہو سکتا ففتہ نے کہا اے امیر المومنین
میں کنیز فاطمہ زہراؑ ہوں جو سیدۃ نساء العالمین میں جنت کی عورتوں کی سردار
ہیں۔ خاتون جنت میں اللہ خود انتظام فرمائے گا یہ کہہ کر آپ مجھ میں گئیں اور
خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ میں نے تیرے حبیبؑ کو دعوت افطار
صوم دی ہے اور میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کی کنیز ہوں پس ابھی معروضہ ففتہ
ختم نہیں ہوا تھا کہ رضوان جنت طعام بہشتی لے کر نازل ہوا۔ ففتہ وہ خوان نعمت
بلکہ حاضر خدمت رسول خداؐ ہوئیں کیونکہ آج ففتہ کو اپنے مقدر پر ناز تھا کہ سیدہ

کی کنیز بھول اور طعام جنت میری درخواست پر آگیا۔ پختن پاک نے نوش فرمایا۔

جناب فتنہ نے محرم کی گیارہویں شب یا سفر شام میں جب بچوں اور عورتوں کو بھوک و پیاس کی وجہ سے قریب یہ ہلاکت دیکھا تو آپ نے غم حسین میں اٹک رہی کرتے ہوئے خدا سے عرض کیا پالنے والے تو عظیم ہے کہ اہل محرم حسین پر کیسی مصیبت کا وقت ہے۔ پالنے والے یہاں نہ پانی ہے اور نہ کھانا۔ ظالموں نے تیرے حبیب کی عترت پر کھانا پانی بند کر دیا ہے پروردگار اے

تو یاری رس فریاد ہر کس	بفریاد یتیمان حسین اے رس
بمحق این غریبان سراہ	تہ تسلیم اسیران دل آگاہ
بمحق این زنان دل شکستہ	بمحق آن شدہ درخون تشنہ
بہر طاعت کہ نزد تو تواب است	بہر دعوت کہ پیش مستجاب است
من بیکس در این درگہ غبارم	از این افزوں گدہ طاقت ندارم
کہ یتیم دضران شاہ سردان	گرمہ تشنہ مائدہ در بیابان
ز جوش دور عطش آل پیغمبر	بشل مخقر باشت ندیک سر
بانعام خود ای فسد رنگانہ	طعامی بہر ایشان کن روانہ
چو این خواہش برآور داز دل پاک	بسان اٹک خود غلطیہ بر فاک
جبین بر خاک بوش تاکہ از غیب	بیامد نعمتی از ستر لاریب

ہمایوں سقرہ پرانہ مسہ چیز

ظروف از ہر مواند بود لبریز

ز جابر فاست فتنہ بادل شاد
ہمادہ ان سقرہ را در نزد آ نشاد
خلائق ریزہ نوار خوان بودت
ز مطبخ خانہ تال یعنی ز جنت
چو آورده کنیز آستانست
ز جوئی دیدہ زین العابدین اٹک
بگفت ای فتنہ فکر تازہ کردی
نہ من در ماندہ بہر نان و آبم
بزنجیر گلویم کن نظر ازہ
چو فتنہ چشم بزنجیر انداخت
کہ در ہر جنتی چندین قصور است
بیالائی سہر ہر حور رعنا
ہمہ استادہ اندر انتظار اند
چو فتنہ دید این واپس روان شد
علی ابن الحسین فرمودہ لاحسان
بیرزدیک زینب عتمہ من
بگوا ای عتمہ زین خوان خدا داد

بیامد خدمت بیمار سجاد
بگفت ای نکتہ من کنت مولاد
دو گیتی آفریدہ از وجودت
رسیدہ این غلہ بیز درد و منت
قبولش کن قداہ جسم جانت
ردان نبود بر رخسار چوں اٹک
بظہلان رحم بی اندازہ کردی
ز بہر باب خود من دل کبایم
بیما این حلقہ بہشت خرمی یانت
بہر حلقہ بہشت خرمی یانت
بہر قمری ہزاران قصر خواست
بود خوانی پر از نعمت ہمتیا
کو تا گوید بیاد در جملہ آزند
ز جان فتنہ ہم تاب تہ توانند
بیابار دارای فتنہ تو این خوان
جگر از خون لبالب عتمہ من
بدہ بر کس کہ میباید داد

سخن این فتنہ را ہی صدر بقدر

امام چارمین بدہ ترا اجر

ماصل اشعار یہ ہے کہ فتنہ نے بارگاہ خداوند عالم میں عرض کیا۔ پروردگار اے تو ہی

فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے حسین مظلوم کے یتیموں کی فریاد سن لے۔ تجھے ان غریبوں کا جو تیری راہ میں سفر شام طے کر رہے ہیں علم ہے اور تو ان اسیروں کے دل سے آگاہی رکھتا ہے یہ تیری اطاعت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ان بیکس عورتوں کے حق کا واسطہ کو جو سین مظلوم کے سوگ میں بیٹھی ہیں اطاعت کو تیری یاد گام سے ثواب ملتا ہے اور دعا تیری ہی جناب سے مستجاب ہوتی ہے میں اس سفر شام کی گردوغبار میں مبتلا ہوں بیکس ہوں مسافر ہوں اور کوئی طاقت نہیں رکھتی ہوں میں دیکھ رہی ہوں کہ علی مرتضیٰ کی بیٹیاں جھوکی دپاسی ہیں۔ ان پر جھوک دپاس کی وجہ سے احتقار کا عالم جیسا طاری ہے تو اپنے لطف و کرم سے انعام عطا کرنا دلان بیکسوں کے لیے طعام نازل فرما۔ پس میرے ہی یہ خواہش جناب فقہ کے دل میں دعائیں کرائی اور اس کی آنکھوں سے اشک زمین پر گرے۔ پیشانی جھکانی اور غیب سے نعمت کا نزول ہوا۔ اور مسافرت کا توشہ دان طعام گوناگون سے لبریز ہو گیا۔ فقہ خوشی خوشی حضرت سید سجاد کی خدمت میں وہ طعام ہشتی لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے مولا یہ طعام ہشتی حاضر ہے۔ اور اے مولا آپ ہی کی ذات اقدس کے صدقہ میں کائنات میں رزق جاری و ساری ہے۔ یہ طعام جنت مجھے کسی مزدوری کے عوض نہیں ملائے بلکہ یہ تو آب ہی کے کرم کی ایک دلیل ہے۔ سید سجاد نے دیکھا مگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا اے فقہ تم نے بچوں پر رحم کیا۔ لیکن اے فقہ ہم مجبور تو نہیں میں ذرا میری زنجیر کے حلقوں کو دیکھو۔ اب جو فقہ نے نظر کی دیکھا کہ ہر حلقہ زنجیر میں قصر جنت حوریں نعمتیں تازہ تازہ فرمے موجود ہیں جیسے ہی فقہ نے یہ نظارہ دیکھا فقہ حیران تھے کہ سید سجاد نے

فریاد کلامے فقہ حیران نہ ہو ہمیں تمہاری خاطر منظور ہے اپنے اس طعام ہشتی کو میری چھو بھی زینب کے پاس لے جاؤ وہ سب میں تقسیم کریں گی۔ جناب زینب خاتون نے سب میں وہ طعام تقسیم کیا۔ گویا یہ پہلی نذر حسین شہیدان کریم تھی جو راہ شام میں تقسیم ہوئے۔ صدر عالیقدر یعنی مولف کتاب نے یہ واقعہ نظم کیا ہے مرحوم کی دلی آواز ہے کہ اس کا صلہ ان کو حضرت امام چہارم زین العابدین علیہ السلام سے ملے گا اور مل کر رہے گا۔

واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ

اہلہار

کوفہ سے شام روانہ ہونے بعد اسیروں کے قافلہ منزل منزل قیام کیا۔ پہلی منزل قادسیہ ہے کہ جہاں یہ قافلہ لشکر ابن زیاد کے ساتھ ٹھہرا۔ قال ابو مخنف واساری بالرووس الى شرقی الجصاصۃ ثم عبدوا تکبیر یعنی کہ حصانہ کے مشرقی طرف اسیر اور سربراہ شہداء منزل قادسیہ سے روانہ ہوئے اور شہر نکیریت کو پار کرنے والے تھے کہ عامل شہر کو نامہ لکھا کہ پوری شان و شوکت کے ساتھ ہمارے استقبال کو پہنچو اور طعام و غذا ہمراہ لاؤ۔ ہمارے ساتھ سربراہ شہداء کریم اور امام حسینؑ کا سر بریدہ ہے اور ان کے اہل و عیال اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں اور لوگوں میں یہ تاثر دیا کہ یہ سر مبارک معاذ اللہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اتفاقاً اس مجمع میں ایک نصرانی شخص میں موجود تھا وہ ملت تراسا پر تھا مگر آئین مسیح پر عمل پیرا تھا۔ کوفہ سے شہر کریت وار دہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ویکھ انی کنت فی الکوفۃ۔ کہ میں کوفہ میں تھا اور کوفہ کے نزدیک

کھڑا تھا میں اس سر مبارک کے نام سے واقف نہ تھا مجھے بتلایا کہ یہ سر حسین
 ابن علیؑ ہے اور علیؑ مد توں تک کوفہ میں سلطنت رکھتے تھے۔ اس سر بریدہ کی
 ماں فاطمہ زہراؑ ہیں جو کہ رسول خدا کی دختر میں اس سر بریدہ کے نانا حضرت
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پس جیسے ہی اس جمعیت مردم نے
 نصرانی سے یرتائیں سنی تو بحر فکر میں ڈوب گئے اور سوچنے لگے کہ پھر یہ تو
 خارجی کا سر نہیں ہے۔ پس اس نصرانی نے کیرت شہر میں اپنے ناقوس بجائے
 اور اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ یہ سر بریدہ رسول اسلام کے نواسہ کا ہے پھر ان
 نصرانیوں نے قاتلان امام حسینؑ پر نفرین و لعنت کی۔ وہاں کے لوگ آمادہ شورش
 ہوئے اور لشکر ابن زیاد شہر میں داخل نہ ہو سکا وہاں سے روانہ ہوئے اور
 اُٹھاپہنچے مگر وہاں منزل نہیں کی اور روانہ ہوئے اور عروہ کی منزل کو بھی پار کرتے
 ہوئے منزل صلتیا پہنچے یہاں بھی قیام نہیں کیا اور وادی النخل پہنچے اور ایک
 رات یہاں پر بسر کی۔ وادہ مصیبتاہ راستہ بھر کسی نے اسیروں کے حال زار پر
 توجہ نہ کی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ جب لشکر والوں نے وادی النخل میں قیام کیا
 فنزلوا البلاء فیہا ویاتوا فسمعوا بکاء الحق علی الحسین ومن بطمن الخلد ووقلن
 اس وادی میں جنات کے نوحہ کی آواز سنی گئی۔ شیخ فخر الدین طریحی اپنی کتاب
 منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ رات کو جب کہ اہل عرم وادی النخل میں تھے جنات
 کی عورتوں کے نوحہ وزاری کی آواز سنی گئی۔ لیکن جب لشکر ابن زیاد نے یہ نوحہ
 سنا تو فوراً وہاں سے کوچ کیا۔ اور پھر لشکر اور قافلہ ارمیا پہنچا۔ اور قدے قیام
 کرتے کے بعد بلتا پہنچا اس شہر کی آبادی قریب قریب اس قدر تھی کہ بتنی آبادی
 مدینہ کی ہے۔ یہاں سے مرثاد پہنچے۔

شیخ طریحی لکھتے ہیں کہ اہلیت کو مرثاد لے گئے۔ اور بقول ابی مخنف
 اہلیت کو بلتا لے گئے بہر حال کوئی بھی منزل ہوا اہلیت وہاں گئے۔ اس
 شہر کی جمعیت باہر نکل آئی۔ اور تمام مرد و زن بچے بوڑھے جوان باہر آ گئے
 اور جب ان کی نظر سر مطہر امام حسینؑ پر پڑی انہوں نے بیسا خفقہ قاتلان امام حسینؑ
 پر لعنت کی۔ اور قاتلوں کو سخت و سخت کہا اور امام مظلوم پر گریہ وزاری
 کیا۔ اور کہنے لگے کہ یا قتله اولاد الانبیاء و آخر جوامن بلتا اسے قاتلان اولاد
 بنی ہمارے شہر سے نکل جاؤ جب لشکر بے حیائے یہ سنا اس شہر کو تباہ برباد
 کر دیا۔ اور رحلوا من بلتا اس جگہ سے کوچ کیا۔ و سادوا حق وصلوا
 الی النخیلة لشکر ابن زیاد منزل کیلہ پہنچا اور شہر کے رئیس کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ استقبال
 کے لیے آئے اور طعام و غذا کا انتظام کرے اور کہا کہ ہم سر امام حسینؑ ساتھ
 لائے ہیں۔ اور اب بسوئے شام جارہے ہیں کہ مزید کو سر امام حسینؑ پیش کریں
 چنانچہ عامل شہر نے ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کیا۔ شہر کو آراستہ کیا۔
 لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن ہر ایک شخص آپس
 میں ایک دوسرے سے دریافت کرتا تھا کہ یہ استقبال کیسا ہے کیا خبر ہے۔
 لیکن حقائق پر پردہ ڈالا جاتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ معاذ اللہ یہ ایک خارجی کا
 سر ہے۔ اس گروہ مردوں میں ایک شخص نے کہا وائے ہو تم پر یہ خارجی کا سر نہیں
 ہے بلکہ یہ تو حسین ابن علیؑ کا سر بریدہ ہے اس قوم جفا کار نے حسینؑ کو کربلا
 میں شہید کر دیا ہے اور اب سر حسینؑ لے کر شام جارہے ہیں جب عام لوگوں
 نے یہ سنا کہ کلم برپا ہو گیا و احسیناہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ گریہ وزاری کی
 آواز فلک تک جانے لگی چنانچہ اس نہر کے چار ہزار سواروں نے آپس میں عہد

کیا کہ سپاہ ابن زیاد تو ہم قتل کریں گے اسیروں کو ابن سے نجات دلائیں گے اور سر ہاد شہداء لے لیں گے۔ لیکن یہ خبر جاسوسوں کے ذریعہ لشکر ابن زیاد کو ہو گئی کہ جماعت اوس و خورج کے چار ہزار سوار عازم جنگ ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اسیروں کو رہا کر لیا جائے۔ چنانچہ لشکر ابن زیاد نے بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور منزل جہنیمہ پہنچے وہاں کے عامل کو اپنی آمد کی خبر بھیجی۔ استقبال کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن حبیب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ ابھرم حسین کو قیدی بنا کر لائے ہیں اور سر امام حسین بھی ہمراہ ہے کہ دربار میں پیش کریں۔ تیس ہزار کی جمیعت نے شور برپا کیا کہ اسیروں کو رہا کر آئیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ان کے حملے سے پہلے ہی وہاں سے کوچ کیا۔

مؤلف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ دو منزلوں کے ساتھ یعنی منزل کھیلہ اور منزل جہنیمہ کے ساتھ مشہور ہے بہر حال ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے تو وہ کسی منزل میں پیش آیا ہو۔ ورنہ الشہداء میں اس واقعہ کو شہر موصل کا بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ منزل موصل یہ ہے کہ حبیب لشکر ابن زیاد شہر موصل کے نزدیک پہنچا اور حسب دستور وہاں کے عامل سے استقبال کی خواہش ظاہر کی تو عامل شہر موصل نے عمائد بن شہر کو جمع کیا اور واقعہ بیان کیا کہ لشکر ابن زیاد سر بریدہ امام حسین اور ان کے ابھرم کو اسیر کر کے شام لے جا رہے ہیں اور ہم سے استقبال کے لیے کہا ہے لیکن اے موصل کے باشندوں ہم اصلاً انفصال کریں گے اور نہ اپنے شہر سے۔ اس پر حاضرین نے کہا اے امیر تم کو فدائے قعائے باعث تنگ و عار ہے۔ اس پر حاضرین نے کہا اے امیر تم کو فدائے قعائے خیر عطا کرے۔ لازلت امیرنا صفا مشفقاً یعنی کلمے امیر تم ہم پر ہمیشہ

ہمراہ رہے ہوا۔ اور ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم نہ ان لوگوں استقبال کریں گے اور نہ ہی لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر موصل سے گزرنے دیں گے۔ پس عامل موصل نے لشکر ابن زیاد کو اپنے عوام کی طرف سے یہ پیغام بھیج دیا کہ ہم ہرگز استقبال نہیں کریں گے اور نہ تم لوگوں کو ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت ہے البتہ طعام و غذا ارسال ہے۔

غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات

کا آنسو بہانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ شہر موصل کے باشندوں نے اپنا میر کے ذریعہ لشکر ابن زیاد کو پیغام بھیج دیا کہ ہم لوگ استقبال ہرگز نہیں کریں گے اور نہ ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت ہے جب یہ پیغام لشکر ابن زیاد کو ملا تو وہ ملعون بہت برہم ہوئے اور شہر موصل کے پشت کی جانب تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر لشکریوں نے منزل کی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کو نیزہ سے اتارا۔ وہاں پر ایک بڑا پتھر تھا اس پر سر مبارک سے ایک قطرہ خون گرا اور پتھر میں جذب ہو گیا۔ اور بعد ہر سال بروز عاشورا محرم اس پتھر سے خون تازہ جوش زن ہوتا تھا اس کی شہرت دور دور تک ہوئی اور مجتہد امام حسین ہر سال زیارت کے لیے آتے تھے ماتم حسین ہوتا تھا۔ گریہ و زاری اور نوحہ و سینہ کوبی ہوئی تھی۔

عبدالملک مروان ملعون نے اپنے عہد حکومت میں اس پتھر کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کرا دیا۔ مگر پھر بھی مومنین کلام روز عاشورا محرم اس جگہ جمع ہوتے تھے اور

عزاداری کے مراسم انجام دیتے تھے اہل موصل نے اس جگہ ایک قبتہ تعمیر کیا اور اس جگہ کا نام شہید النقطہ قرار دیا اور اس طرح موصل شہر میں عزاداری کا سبب رسول الشفیع جاری ہوئی۔

مولف کتاب هذا تحریر فرماتے ہیں کہ پتھر سے خون تازہ ظاہر ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے قزوین شہر کے نشیبی علاقہ میں ایک بہت پرانا درخت ہے کہ برسوں سے روز عاشورا محرم بوقت ظہر اس درخت سے ایک نالہ کمنے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی شاخوں سے خون تازہ ٹپکتا ہے یہ حالت گیارہویں شب محرم ختم بہانی ہے قزوین اور اس کے چاروں طرف کے مومنین و مومنات جمع ہوتے ہیں اور حسینؑ غریب کی عزاداری کرتے ہیں۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر روم کے بعض علاقہ میں ایک شیر جو پتھر سے تراشا ہوا ہے اس شیر کی دونوں آنکھوں سے ہر سال روز عاشورا محرم شہید اب رواں ہوتا ہے اور مومنین حضرت امام حسینؑ کی تشنگی یاد کر کے گریہ و ماتم کرتے ہیں قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ سلام اللہ علی الحسین واصحابہ لعنہ اللہ علی قاتل الحسین واعدائہ۔ کتاب الریاض میں ہے کہ ایک مولائی اور محب اہلبیت طاہرین کہتا ہے کہ میں شہر موصل میں تھا کہ ایک روز میل پنی منزل سے باہر نکلا۔ فضاء شہر شور و غلغلہ سے پُر تھی۔ میں نے کسی سے سوال کیا کہ خیر تو ہے۔ اس نے کہا کہ امام حسینؑ کے اہلجم کو لشکر ابن زیاد اسیر کر کے لایا ہے اور اسیروں کو لے کر دمشق جا رہے۔ اسیروں کے ہمراہ شہداء کے سر ہاں مہاکہ بھی ہیں اور لشکر ابن زیاد ہمارے شہر سے گزے گا وہ دستہ اہلبیت کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جاکر دیکھو کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط۔ جیسے ہی میں لشکر

کی طرف گیا تو قیامت نگاہ کے سامنے آگئی خدشات عصمت و طہارت برہنہ سر قدیمی بنی ہوئی تھیں۔ اور حضرت امام زین العابدین طوق و زنجیر سے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ۔

سراخی شہیدان بسر نیزہ اعدا۔ خونیں ہم چون دستہ گل با خطا عدا
پیوستہ زبان مینہ زبان بادل خونیں۔ بستہ بطنی ہم چون عقد ثریا
بیچارہ تن پیرہنی داشت ز آہن
انگش بر زمین میشد دآہش سوی بالا

شہیدان کربلا کے سر ہاں بریدہ نیزوں پر بلند تھے۔ اور خون میں رنگے ہوئے تھے جیسے سرخ پھولوں کا گلہ سستا ہوتا ہے۔ عورات اور بچے سیلندہ کوئی کہہ رہے تھے اور اسیروں کو طناب سے باندھا تھا۔ اور یہ سب آہنی پیرہن میں تھے یعنی زنجیر، طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ آنسوؤں میں گر رہے تھے اور وہ سوزاں فلک پر جاری تھی اور لشکر کے لوگ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا۔ اور مجھے گریہ و بکا کرتے ہوئے نیند آگئی عالم خواب میں دیکھا کہ عورتوں کا ایک ہجوم ہے اور سر امام حسینؑ درمیان میں رکھا ہوا ہے کہ نورانی بی بی آئیں ان کے پاس دو غلہ تھے ایک سبز رنگ کا اور دوسرا خون آلود پیراہن حسینؑ تھا۔ تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ میں نے کسی کنیز سے سوال کیا کہ یہ کون بی بی ہیں اس نے کہا کہ یہ فاطمہ زہرا ہیں ادباتی دوسری خواتین انبیاء ہیں اور عورتیں ہیں ادب آپ فرما رہی ہیں ولدی الحسینؑ اسے بیٹا حسینؑ تھے اعداء دین نے قتل کر دیا۔ اور تیرا سر بریدہ شام لیجا رہے ہیں اس وقت گریہ و بکا کا ایک ایسا عالم تھا کہ زمین میں لرزہ تھا ہے

ہنور فاطمہ اندر بہشت بادلِ نوین

برائے نور و چشمال خود عزا دار است

یعنی کہ خاتونِ جنت۔ جنت میں اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کی عزا دار ہیں۔ پس اے شیعوں تم بھی عزاداری امام حسین قائم کرو۔

شاعر علوی زادہ کا خواب میں حضرت فاطمہؑ زہرا

کا نوحہ سنا

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ شاعر علوی زادہ کی خواب کا کتاب حلیۃ الشہداء اور مخزن البکار باختلاف جنسی ذکر کیا گیا ہے اور المخزن میں بھی مسطور ہے۔ علوی زادہ صاحب ایک معزز گھرانے کی فرد ہیں انہیں شروع جوانی ہی سے نوحہ و سلام اور مرتبہ سرائی کا شوق تھا گویا کہ علوی زادہ صاحب سرشار و لائے مرتضوی تھے۔ مجالس عزائیں پابندی اور شوق کے ساتھ شریک ہونا ان کا شعار تھا۔ ایک شب نوحہ خوانی اور گریہ و بکا کے بعد علوی زادہ صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان سرسبز و شاداب پُر از میوہ جات باغ میں ہیں لیکن وہ یہ سمجھ سکے کہ یہ باغ کس کا ہے۔ باغ میں ایک چھوٹی سی نہر جاری ہے اس کے نزدیک یہ بیٹھ گئے دیکھا کہ ایک خاتون نہایت حللِ القدر تشریف فرما ہیں آہ سوزان بھر رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں میں ان سے مرعوب ہو کر ایک درخت کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ مخدومہ فرما رہی تھیں کہ اے میرے فرزند تو نے اعداءِ دین پر اپنا حسب و شمت کیوں ظاہر نہیں کیا ہو سکتا ہے

ہے کہ اعداءِ دین پہچاننے کے بعد تجھے قتل نہ کرتے میں نے یہ سنا اور فوراً ہی ایک دوسری طرف سے آواز آئی کہ اے مادرِ گرامی میں نے ان پر اپنا حسب و شمت ظاہر کیا میں نے کہا کہ میں پسرا فاطمہ ہوں، میں پسری مرتضیٰ ہوں میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ لیکن کسی نے کوئی نوحہ نہیں کی۔ اور اے اماں جان دشمنوں نے میری لاش پر گھوڑے دوڑا رہے۔ اس وقت جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون مخدومہ فاطمہؑ زہرا ہیں جو میری بھی جدہ ہیں اور وہ حسینؑ میں جو جدہ ہیں۔ میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ بے فلاں شخص یہ حسینؑ ہے کہ جن کی تو عزاداری قائم کرتا ہے۔ نوحہ پڑھتا ہے گریہ و بکا کرتا ہے۔ تو نے میرا حق ادا کیا۔ خدا و رسول تجھ سے خوشنود ہیں اور اے علوی زادہ حسینؑ کو کر بلا میں شہید کیا۔ انگشتی کی خاطر انگشت مبارک کاٹی۔ پائمال سم اسپان کیا پس اس وقت پورا باغ۔ عزا فتنہ سید الشہداء مرناسا ہوا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا اے سیدہ عالمین اے جدہ ماجدہ میرے والد بزرگوار مشہور و معروف شاعر ابلیسیؑ تھے اور معائب ابلیسیؑ نظم کرتے تھے۔ آیا ان کی مدح اور نوحہ کہنا آپ نے قبول فرمایا ہے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ ہاں تیرا اور میرے پردہ کا کلام ہے۔ اس وقت سیدہ عالم نے مندرجہ ذیل اشعار مجھے تلقین کئے۔

بنت النبی رسول اللہ فاطمہ	بکت الاواحیناء الا واولدی
دنبہ وھجرت الغم ساھرہ	فراح عنی الدار فی کیدی
ما ادر شمل ابجد السیف یدبحہ	بارض الطقوف فی الرضا فی کدی
حسین ضاقت علیہ الارض لجمہا	وجنت الی کربلا الذبخر یا ستدی
یا لیتنی کان شمل الوحس یدبحنی	او یترک السبط احیا وذاک مقصدی

منزل نصیبین اور ایک ملعون کا رسول کی بے

احترامی کرنا

روضہ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب اہل موصل نے لشکر ابن زیاد ملعون کو اسیر کرنے کر شام جاتے ہوئے اپنے شہر موصل سے گزرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو شہر لدا لحم نے لشکر کے ساتھ بیرون شہر منزل کی اور صبح کو وہاں سے نصیبین روانہ ہوا۔ سربراہ شہداء نیزوں پر بلند کئے جب حضرت زینبؓ نے بھائی کا سر دیکھا تو آہ سرد بھری اور نوحہ کیا۔ معین صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے کسی آدمی کو عامل شہر نصیبین کے پاس بھیجا۔ اس شخص کا نام مقصود بن الیاس تھا۔ کہ وہ حاکم نصیبین سے استقبال کرنے کے لیے کہے اور شہر کو آراستہ کرنے کے لیے شمر کا پیغام دے۔ وہ شخص حاکم سے ملا۔ مطلب برآری ہوئی اور پورا شہر تماشائی بن کر جمع ہو گیا اور اظہارِ نوحہ کرنے لگا کہ بقدرتِ خدا آسمان سے بجلی گری کہ پورا نصف شہر جل کر خاکستر ہو گیا اور لوگ قبر الہی میں مبتلا ہو گئے شور و غل برپا ہوا۔ لشکر باطل بہت زیادہ شرمندہ ہوا۔ مگر پھر بھی لشکر شہر میں داخل ہوا اور عامل شہر سلیمان بن یوسف تھا اس سے ملاقات کی۔ سلیمان بن یوسف کے دو بھائی تھے ایک جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اور ان میں سے دوسرا بھائی حکومت شہر میں شریک تھا شہر نصیبین کے دو دروازے تھے ایک کا تعلق سلیمان بن یوسف سے تھا اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جب لشکر ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ

از مؤلف کتاب سے

خاتون جنان جناب نہرا پارہ جگہ رسول بطحاء
بنشستہ باغ در لب جوی میبود حسین تشنہ لب جوی
میگفت حسینم ای حسینم ای میوہ مہلب نور عظیم
تا بستر تو بخاک دیدم من نیز ہماں زمین گزیدم
جسمت چو در آفتاب دیدم سوزش بدل خراب دیدم
ہر تیر کہ برسد تو آید بر دیدہ مادر تو آید
برگوی بزمیت غیسم و آند ختر مضطر و سزیم
منزل بہ کدام خسار دارد بستر بکدام خسار دارد
زارم ز غمش عظیم زارم ای وای کہ دست رس ندارم

غلامہ ان اشعار کا یہ ہے کہ خاتونِ جنت جنابِ فاطمہؓ زہراؓ پارہ جگہ رسولؐ تھا ایک باغ میں لب جو بیٹھی ہوئی حسینؑ کو درہی میں زبان پر ہاں حسینؑ ہاں حسینؑ ہاں جاری ہے۔ فرماتی ہیں ہاں میرے میوہ دل اور میری آنکھوں کے نور۔ میں تیرا بستر خاک پر دیکھتی ہوں۔ تو نے اے حسینؑ زمین کو پسند کر لیا ہے اے حسینؑ تمہارا جسم نازنین دھوپ میں پڑا ہے اور میرا دل یہ دیکھ کر جل رہا ہے۔ ہر وہ تیر کہ جو دشمن کی طرف سے تجھ پر آیا وہ مجھ کو کھلی ماں کی آنکھوں پر لگا۔ اے حسینؑ میری پارہ جگہ زینبؓ کیس سے کہنا کہ اے زینبؓ تیری منزل کہاں ہے۔ اور تیرا بستر تو پارہ پارہ ہو گیا ہے مجھے تیرا غم بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ میرا اس پر قابو نہیں کہ میں تیرا غم بانٹ ہوں۔

جھگڑا کھڑا کر دیا کہ لشکر ہمارے حصہ کے دروازے سے داخل ہو۔ اسی دوران آپس میں فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف تلوار چمکنے لگی۔ اسی ہنگامہ کے دوران سلیمان بن یوسف دار جہنم ہو گیا۔ اور شمر ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ حلب کو روانہ ہوں۔ کتاب کامل السقیفہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد نے راہ پہلو اختیار کی۔ اور لشکر باطل مینا فاروقین کی طرف روانہ ہو گیا۔ لفظ مینا فاروقین بفتح المیم ہے کتاب خاموس میں ہے کہ یہ منزل شاہ حلب کے زیر حکومت تھی۔ اور لشکر ابن زیاد اس خیال سے کہ شہیدال علیؑ راستہ میں حملہ نہ کریں۔ غیر معروف راستے اختیار کر رہا تھا بایں وجہ لشکر ابن زیاد کے حالات سفر ترتیب دار منزلوں کے حساب سے نہیں ہیں اور ارباب مقاتل ترتیب دار حالات قلمبند نہیں کر سکے جیسا موقعہ ہوا راہ اختیار کر لی۔

چنانچہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون نے نصیبین سے منزل علیؑ الوردہ کی راہ اختیار کی اور کاندہر کو عبور کر کے نامہر جان سے گزرتے ہوئے دوغان پہنچے مقتل ابی مخنف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عین الوردہ کو چھوڑتے ہوئے قریب دعوات پہنچے اور والی دعوات سے استقبال و طعام و غذا کی فرمائش کی۔ اور وہاں کا مالک شہریوں کے ساتھ استقبال کے لیے آیا۔ اور سپاہ شہر دروازہ اربعین سے داخل شہر ہوئی۔ اور پھر لشکر حلب شہر کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حلب کو اسیران المجرم کے لیے آراستہ کیا گیا تھا داسر تہا آل محمد قیدی بنا کر داخل شہر ہوئے اور شہر سجاد ہوا تھا۔ سبریریدہ امام حسینؑ رجبہ پر نصب کیا گیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو حجتان الملیت طاہرہ تھے وہ ناز و قطار و درہ سے تھے مگر ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور لشکر ابن زیاد

کا آدمی یہ نادی کہ ہاتھ کا معافانڈیہ خارجی کا سر ہے۔ کہ راس هذا راس خارجی مزج باری العراق علی یزید بن معاویہ۔ کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے یزید بن معاویہ پر خروج کیا تھا۔ جب یہ آواز حضرت زینبؑ خاتون کے گوش زد ہوئی تو المجرم میں شور مچا کہ یہ دیکھا پیدا ہوا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سبریریدہ امام حسینؑ کو رجبہ میں نصب کیا گیا تھا جو کہ شہر حلب میں موجود ہے۔ لایحوز فیہا احد الا لقتلی لہ حاجت۔ یعنی کہ یہاں ہر ایک حاجت مند کی حاجتیں اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ لشکر ابن زیاد عیش و طرب میں تھا اور آل رسولؐ آہ زاری میں مشغول تھے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے کہ شہر مدینہ الحرام اسیران آل محمدؐ کو شام لے جاتے ہوئے حلب پہنچا حرب کے کرد و نواح میں ایک پہاڑ ہے اس پر آبادی بھی ہے اس آبادی کو پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس قریہ کا نام معورہ ہے اس قریہ کا رئیس یہودی تھا اور رعایا بھی تمام قریہ یہودی تھی اور رئیس قریہ کا نام عزیز ابن ہارون تھا یہ لوگ حریر و دیبا کا کام کرتے تھے۔ بھائی کا لباس دور دور تک مشہور تھا۔ جب لشکر ابن زیاد بد نہاد اسیروں اور شہداء کے سر بار مبارک لے کر وہاں پہنچا تو ایک جگہ اسیروں کو ٹھہرایا۔ اور شہداء کے سروں کو کھٹے میدان میں رکھنے کی بجائے صندوق میں رکھا۔ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے معین الدین صاحب روضۃ الشہداء حکایت نقل کرتے ہیں کہ جناب شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بھی اسیروں میں تھیں۔ اور کہنے میں کہ قحوی خبر اس کے خلاف ہے۔ جس کا حسب موقعہ ذکر کیا جائے گا۔

واقعہ شیریں در راہ شام اور سر امام حسین علیہ السلام

کا اعجاز

جب لشکر ان زیاد نے اسیروں کو ملب میں ٹھہرایا۔ تمام اسیر حضرت سید سجاد کے گرد اگر دبیلے تھے اور سید سجاد ان کے درمیان میں طوق و زنجیر پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہر بانو کی ایک کنیز تھی جس کا نام شیریں تھا۔ لکھتے ہیں کہ جب حضرت شہر بانو اسیر ہو کر ایران سے یمن پہنچیں۔ تو ان کے ساتھ ایک سو کنیزیں اور بھی تھیں۔ حضرت شہر بانو نے پہلی ہی رات کی صبح کو پچاس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اور جب سید سجاد آپ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تو چالیس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اب ان کے پاس دس کنیزیں رہ گئی تھیں۔ ایک روز حضرت شہر بانو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تشریف فرما تھیں کہ شیریں آگئی۔ امام حسین علیہ السلام نے ازراہ خوش مزاجی فرمایا اے شہر بانو شیریں کس قدر شیریں ہے۔ جناب شہر بانو نے یہ خیال کیا کہ شاید حسین ابن علی اس کی خواستگاری فرما رہے ہیں آپ نے شیریں کو آزاد کر دیا اور لباس فاخرہ پہنا کر امام حسین کو ہنبہ کر دیا جب امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو فرمایا اے شہر بانو ہم نے بھی شیریں کو آزاد کیا۔ لیکن شیریں باوجودیکہ آزاد ہو گئی تھی مگر اس نے خالوادہ نبوت کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور خدمت شہر بانو میں رہی۔ وہ وقت آیا کہ امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق اختیار کیا و اردکر بلا معلق ہوئے۔ بعد شہادت امام عالم مقام شیریں نے بھی وہ تمام خدمات برداشت

کئے جو اہل علم پر پڑے تھے۔ یہاں تک کہ کوہ ملب پر قافلہ اسیران اکل محمد پہنچا۔ شیریں ایک شب غم و رنج خوردہ قافلہ اہل علم سے نکلی اور کوہ ملب پر کسی سمت چلی گئی اور سر بانو پر رکھے روتی رہی۔ شیریں کو جناب شہر بانو نے یہاں پر یہ اجازت دیدی تھی کہ جہاں دل چاہے چلی جائے۔ شیریں نے جناب شہر بانو سے یہ عرض کیا تھا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس قریہ میں جا کر بطور کنیزی فروخت ہو جاؤں اور جو درہم و دینار ملیں گے ان سے چادریں خرید کر کے اہل علم کے سروں پر ڈالوں۔ جناب شہر بانو نے شیریں کو اجازت دی اور شیریں تاریکی شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہو گئی اور قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ آہستہ آہستہ قلعہ کے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ سب نے پہلے اس قلعہ کے رئیس عزیز بن ہرون نے کہا کہ کون ہے جو دروازہ پر دستک دے رہا۔ اس نے نرم لب و لہجہ سے بات کی تھی شیریں متعجب ہو گئی۔ شیریں کے کہنے پر عزیز بن ہارون نے دروازہ کھولا۔ سلام کیا شیریں نے جواب دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ کیف علت الی شیریں۔ کہ اے بندہ خدا تو نے کس طرح سمجھ لیا کہ میں شیریں ہوں۔ رات کا وقت ہے و قلعہ بند ہے اور تو نے پہچان لیا کہ میں شیریں ہوں۔ عزیز نے کہا کہ اقل شب جب میں سو رہا تھا خواب میں حضرت موسیٰ و ہارون کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ سر و پا برہنہ ہیں اور رہے ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ہمارے سید و سر دار آپ گریہ کنان کیوں ہیں۔ فرمایا کہ اے عزیز تو اب تک بے خبر ہے سبط رسول آخر الزمان شہید ہو گیا ان کا سر بریدہ اور ان کے اہل علم قیدیوں کی طرح شام کو جا رہے ہیں لشکر ان زیاد انہیں دمشق لے جا رہا ہے تاکہ دریا یزید میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم نے عالم فر میں ہم سے عہد لیا تھا

کہ ہم فرزند رسول خدا پر گریہ کریں۔ عزیز نے کہا کہ کوئی نشانی بتلائے تاکہ میرے ایمان میں اضافہ ہو۔ تو مجھ سے خواب میں فرمایا کہ حسین فرزند رسول آخر ایمان کی ایک کنیز شیریں نامی قلعہ کے دروازہ پر موجود کھڑی ہے۔ تو دروازہ کھول دے اور اس کو ہم نے تیری زوجہ قرار دیا۔ موسیٰ نے شیریں کا ایجاب سختی سے عذر دیا یوسف انجام دیا اور ہارون نے قبول فرمایا۔ اس طرح شیریں پر عزیزین یوسف کی زوجہ قرار پائی۔ اور عزیز مسلمان ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ اے عزیز اسرائیل آل محمد کی خدمت میں جا اور اسلام لانے کی گواہی دے۔ اور سر بیوہ امام حسین سے خطاب کر کے یہ کہو کہ السلام علی الراس المذبح المفقوع فانه لیسع صوتک ویجیب سلامک دھو علی الریح المنسوب والدن من احوال مسجون جب وہ بزرگوار تیرا سلام اور کلام سنیں گے تو جواب دیں گے۔ ان کا سر مبارک نیز وہ ہے اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں یہ کہہ کر موسیٰ اور ہارون دونوں میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہونے پر ہراساں تھا تو در قلعہ پر تیری آواز دستک سنی۔ جب شیریں نے اس کی خواب سنی تو کہا کہ اے عزیزین ہارون اب تو مجھ پر ملال ہے پھر شیریں سے عزیزین ہارون کو کہہ دو کہ تو خدمت اسرائیل کر بلا میں جا اور امام حسین کی میرا سلام کہے اور نام مجھ کو میری طرف سے سکون سلام کہے۔ شیریں صبح ہونے پر پھر اہل محرم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ عزیزین ہارون بھی آیا اور ہزار دینار لشکر ابن زیاد کے ان لوگوں کو دیئے کہ جو سر ہارے شہداء کے محافظ تھے اور سر ہارے شہدار ان کی زیر نگرانی میں تھے۔ اور ان سے کہا کہ مجھے اسیروں کی خدمت کرنے اور سر ہارے مبارک کی زیارت کرنے دی جائے۔ ثم اقبل الامام اقولدیہ بحقیقۃ الاسلام۔ امام زین العابدین

علیہ السلام کی خدمت میں آیا اپنے اسلام لانے کا حال بیان کیا اور ہزار دینار دے کر امام کو دے۔ پھر وہ سر بیوہ امام حسین کی زیارت کے لیے اس جگہ آیا کہ جہاں سر رکھا ہوا تھا۔ اور کہا اے حسین میرا سلام اور سلام موسیٰ و ہارون قبول فرمائیے۔ سر بیوہ امام حسین سے آواز آئی کہ آپ عزیز تو نے ہمارے اہل محرم کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے نیکی کی ہے میرے نادر رسول خدا اور میرے بابا علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہ زہرا اور بھائی حسن مجتبیٰ ہیں خدا تجھ سے راضی ہے راضی ہے۔ اور تو روز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

قال المعین فلما انجز الاموالی همتنا۔ جب کام اس مقام تک پہنچا تو حضرت شہر بانو نے شیریں سے کہا کہ اگر تو میری خوشنودی چاہتی ہے تو عزیز کو بشوہری قبول کر۔ پس شہر بانو اور جناب سید سجاد کے فرماں کے بموجب شیریں نے عزیزین ہارون کو اپنے لیے قبول کیا اور اُس کی زوجیت میں داخل ہو گئی۔ اور شیریں کی بدولت اس قریہ کے سب یہودی مسلمان ہو گئے۔

جناب شہر بانو کا السیر ہو کر زمانہ خلافت حضرت

عمر میں مدینہ آنا

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لما قدموا بنت یزدجرد شہر یار آخر ملوک الفرس وحاتمہ علی عمر۔ یعنی کہ شہر بانو دختر یزدجرد شہر یار ایران خلافت ثانی میں آئی میں اور عرب،

ایران پر متحد ہوئے ہیں اور سلطنت ایران ختم ہوئی ہے۔ جب دخترانی یزدجرد اسیر ہو کر مدینہ پہنچیں تو تماشائی لوگ جمع ہو گئے۔ اور جب وہ وارد مجلس عمر بن الخطاب ہوئے تو بروایت انہوں نے فارسی زبان میں کلام کیا۔ لیکن چونکہ خلیفہ ثانی کی مادری زبان عربی تھی فارسی سے نا بلند تھے۔ گمان کیا کہ انہوں نے گامیاں دی ہیں۔ بلاؤ کو بلایا اور کہا کہ ان کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عرب کہ تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ تو ان کو قتل کرنا کیا معنی؟ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو قتل نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ ایسا لایعوز بیع بنات الملوک وان کاؤ کا مومنین یعنی کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بادشاہوں کی بیٹیاں فروخت نہیں کی جاسکتی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر کیا کریں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اعرض عنہا ان یختار رجلا من المسلمین حتی تزوج منه۔ یعنی کہ ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں سے اپنا زوج پسند کریں۔ اور پھر وہ شہزادی اس شخص حوالہ عقد میں دی جائے کہ وہ اس کی زوجہ ہے اور زہرہ بربیت المال سے ادا کیا جائے۔ (از مترجم۔ مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دخترانی بادشاہ یزدجرد فارس خلیفہ ثانی کے وقت میں بروایت فتح مدائن کے موقع پر آئی ہیں فتح مدائن ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی شہر بانو کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب کہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۳۵ھ میں ہوئی ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علی شہر بانو کا عقد امام حسین میں دیدیں جب کہ آپ

کی عمر صرف بارہ سال ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک امام حسن کی شادی بھی نہیں ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری خلافت کے دور میں اہل فارس نے بغاوت کر کے عبداللہ بن عمر فائی فارس کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر اسلام کو نکال دیا۔ اس وقت فارس کی فوجی چھاؤنی اصطخر تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد اہل فارس کے ساتھ تھا۔ چنانچہ تیسری خلافت کے دور میں عبداللہ ابن عمر حضرت عثمان کے حکم پر بصرہ اور عمان کے لشکر کو مار کر فارس پر چڑھائی کی حدود اصطخر میں زبردستی لڑائی ہوئی۔ مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہو گیا۔ اصطخر کے فتح ہونے کے بعد یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اور وہ وہاں سے خراسان ہوتا ہوا کربلا پہنچا۔ اس کے ہمراہ چار ہزار کی فوج تھی۔ یزدجرد غاقان چین کی سارشن کا لشکار ہو گیا اور مارا گیا۔ اور اس کی لاش کو لاکر اصطخر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آگیا اور جنگ کے بعد خراسان کے مقام مرو میں سخت بغاوت ہوئی اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا، حدیث ابن جعفر جعفی گوئی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے مرو کے قلعہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلیفہ ابن قرقہ یزید بوعلی کو روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ حریت ابن جعفر جعفی نے یزدجرد ابن شہر یار ابن کسری جو عہد اسلامی میں مارا جا چکا تھا کی دو بیٹیاں شہر بانو، گیہمان بانو، عام اسیروں کے ساتھ حضرت امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت امیر المومنین نے شہر بانو کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور گیہمان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۶ طبع نو کشور ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۹۳،

سر پر اپنی عبادت الی۔ الشاکر امام حسین علیہ السلام کو اپنے ناموس کے پردہ کا اس قدر
احساس تھا کہ حسین کی طرف نسبت بخونہ کے بعد شہر بانو بے پردہ شدہ ہے پھر
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فرمایا کہ مستلذذ خیر اهل الارض
فی زمانہ بعدک وہی امر الا وہی عیالہ العبدیۃ الطیبۃ فولدت علی بن الحسین
زین العابدین۔ یعنی کہ اسے حسین اس سے عیالہ میں ایک فرزند عطا کرے گا جو اس
برگ کا افضل عالم کے لیے امان کا باعث ہوگا اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ
امام زین العابدین کی والدہ جو شہر بانو دختر زین جبر ہیں ان کا اصلی نام جہان شاہ ہے
اور شاہرہ شہرہ آپ شہر بانو کہلاتی ہیں۔

حضرت شہر بانو کے حالات اور نام کی تحقیق

امام زین العابدین علیہ السلام کے القایات میں سے ایک لقب کریم الطرفین
و ابن الخیر ہے آپ کو کریم الطرفین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو داد ہیرال اور
نیتھال دونوں طرف سے بزرگی و مالت حاصل ہے کیونکہ آپ از جانب
پدر غلامہ فاندان ہاشم میں جو تمام عالم میں برگزیدہ فاندان ہے۔ اور آپ مادر
کی جانب سے آپ آل کسری ہیں۔ باپ کو کہتے ہیں حسین ابن علی اور مادر کو کہتے
ہیں غلامہ آل کسری آپ کی والدہ ماجدہ یعنی جناب شہر بانو کے اسم مبارک کے بارے
میں اباب مقال میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل خبر کہتے ہیں کہ شہر بانو نام
تھا بعض کا خیال ہے شاہ تان نام تھا۔ بعض غزالہ اور بعض چہان شاہ بتلاتے
ہیں۔ لیکن مقلد قزوینی والد ماجد مولف کتاب نے ریاض الانحزان میں فرمایا ہے
و علی بن الحسین زین العابدین امہ شاہ زمان ۷ شہر بانو۔

اعلام الودی ص ۱۰، عمدۃ الطالب ص ۱۶۱، جامع التواریخ ص ۱۴۸،
کشف الغمہ ص ۸۹ ابی طالب السؤل ص ۲۶۱، صواعق ص ۱۲، انوار الایصار
ص ۲۶، تحفہ سلیمانہ شرح ارشاد ص ۳۹ میں موجود ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ
علیہ السلام کی خلافت ظاہری ۳۶ سے ۳۸ تک رہی ہے اور جناب
شہر بانو سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ میں پیدا ہوئے ہیں۔
اور گہمان بانو سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے ہیں موقوف از افادات علامہ السید
نجم الحسن صاحب قبیلہ رضوی کراچی اعلیٰ الشہ مقامہ) جس میں واقعہ درست ہے
پنا سچہ امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد پر عمل ہوا اور ان شہزادیوں نے
جس کو پسند کیا اسی کی زوجیت میں دے دی گئی اور مذاق بیت المال سے ادا
ہوا۔ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی نکلی فجاءت و صنعت پیدا ہوا
علی منکبہ الحسین علیہ السلام یعنی کہ وہ دختر مردوں میں آئی۔ اور اس نے امام حسین کے
دوش مبارک پر ہاتھ رکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے امام حسین کو پسند فرمایا
ہے کہ ان کی زوجیت میں رہے۔ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب
علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اس سے فارسی زبان میں گفتگو کی فرمایا اے کثیر تیرا کیا
نام ہے ای منی اسمک۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام جہان شاہ ہے میں
پر حضرت علیؑ نے فرمایا "بار خدا" یعنی ملک الشہر کیا خوب نام ہے شہر بانو
نے عرض کیا کہ وہ میری بہن ہے ای تلک اختی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا
پھر جناب شہر بانو امام حسین کی طرف متوجہ ہوئیں امیر المومنین علی علیہ السلام
نے امام حسین کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حفاظت کر دینا تمہاری زوجہ ہے
امام حسین نے جیسے ہی ارشاد امیر المومنین سنا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے

بعض ازادے عمران خطاب کی طرف تھوڑا سا شہر بانو کہنے کی کوشش کی تھی کہ وہ شہر بانو کا نام لے کر

بعض ازادے عمران خطاب کی طرف تھوڑا سا شہر بانو کہنے کی کوشش کی تھی کہ وہ شہر بانو کا نام لے کر

و شہر بانوینہ خالہ علی الاصحیح - یعنی امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ کا نام
شاہ زنان تھا۔ شہر بانو نہیں تھا بلکہ شہر بانو نامی - شاہ زنان کی بہن اور امام زین العابدین
کی قالہ تھیں اور یہی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے۔ شاہ زنان و شہر بانو دونوں
یزدجرد بن شہر بان بن خسرو پرویز تھیں۔ شہر بان آخری بادشاہ فارس تھا اور
اولاد نو شیر وال کسری سے تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ زمانہ خلافت عمر بن
الخطاب میں دونوں شہزادیاں اسیر ہو کر مدینہ آئیں تھیں۔ حضرت امام حسین
کو شاہ زنان نے اختیار کیا تھا اور شہر بانو حائلہ عقد محمد ابن ابوبکر میں آئی تھیں۔
ان سے محمد ابوبکر قاسم پیدا ہوئے اور قاسم کی دختر ام فروہ ادیطن شہر بانو سے
تھیں جو والدہ ماجدہ حضرت امام جعفر صادق میں محمد ابن ابوبکر حضرت علی علیہ السلام
کی خلافت کے زمانہ میں والی مصر مقرر ہوئے مگر عمرو بن عاص نے مصر میں محمد
بن ابوبکر کو قتل کر دیا۔ اور اس بد بخت نے ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں
رکھ کر جلادیا۔ شہر بانو یہ بیوہ ہو گئیں۔ اور حضرت امام زین العابدین شاہ زنان کے
بطن سے پیدا ہوئے ہیں جب شہر بانو یہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت امام حسین
نے ان سے عقد کر لیا۔

راز مترجم - یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدہ جناب امام زین العابدین
علیہ السلام کا خواہ وہ شاہ زنان نامی ہوں یا بر بنائے مشہور شہر بانو ہوں۔ آپ
کی پیدائش کے وقت میں انتقال ہو گیا تھا جس کے بعد امام حسین علیہ السلام
نے اپنی سابقہ زوجہ کی بہن سے عقد فرمایا ہے

علامہ مجلسی کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ شہر بانو سے ایک فرزند تھا جو
حضرت علی اکبر کی لاش پر جاتے ہوئے شہید ہوا۔ صاحب روضۃ الشہداء حضرت

علی اصغر کو بطن شہر بانو سے مانتے ہیں جو کہ کر بلا میں موجود تھیں۔ بعض کہتے
ہیں شہر بانو گھوڑے پر سوار ہوئیں اور وقت اسیری اہلبیت علی گئیں۔ قاضی
نور الدین کتاب مجالس میں، اور سید نعمت اللہ انوار نعمانیہ میں اور معین الدین
روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام حسین کے گھوڑے پر سوار ہوئیں
اور کوہ دبی پہنچ کر پوشیدہ ہو گئیں۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں کہ انہا اتلفت نفسها فی الغرات - کہ شہر بانو نے خود کو نہر فرات
میں ڈال دیا اور جاں بحق ہو گئیں یہ شہر بانو نامی زوجہ امام حسین کا انجام ہوا۔
راز مترجم - الشیخ مفید کا یہ ارشاد کہ انہا اتلفت نفسها فی الغرات
کہ شہر بانو نامی زوجہ امام حسین آپ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور نہر فرات میں
خود کو تلف کر لیا۔ قطعاً غلط ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب شہر بانو
کا حضرت سید سجاد کی پیدائش کے فوراً میں انتقال کر جانا صحیح
ہے پس حضرت سید سجاد کی والدہ کا نام ہی شہر بانو ہے کیونکہ ماہ امام حسین کی طرف خود کشی
کا نسبت دینے والی روایت بخلاف کتنے ہی موثقی راوی سے منقول کہیں نہ ہو قابل رد اور ناقابل قبول
بہر حال دختران یزدجرد حبیب مدینہ پہنچیں تو ان میں سے ایک شہزادی
بقول مولف کتاب "شاہ زنان" نے امام حسین کو اختیار کیا اور وہ آپ کے عقد
میں آئیں۔

شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت

فاطمہ زہرا کے ہاتھ پر اسلام لانا

جناب شاہ زنان دختر یزدجرد بادشاہ فارس فرماتی ہیں کہ میں نے اسیر ہو

کہ دینہ پہنچنے سے پہلے عالم خواب میں کیجا کہ ایک نورانی تخت آنا سے ہے اور اس پر ایک بزرگ بہ جاہ و جلال نبوت تشریف فرما ہیں اور ان کے پہلو میں ایک جوان رعنا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی پروقار صورتیں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ شاہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان بزرگ کے بارے میں موجود کسی شخص سے سوال کیا کہ یہ بزرگ اور یہ جوان رعنا کون ہیں جواب ملا

نور ہفت باغ چرخ کہن	دورہ التاج عقل و تاج سخن
ہست این خواب نویدای	احمد مرسل آن رسول فدای
ہست سستی طفیل اور مقصود	او محمد رسالتش محمود
ایتکہ بینی نشستہ با آن شاہ	ان چون نور شید و آند گچولہ
پس دفتر رسول خداست	شمع پر نور سینہ دوم است
ہست محبوب عالین این شاہ	نور چشم علی ولی اللہ

نام نامی حسین خدا خواندہ

معن عالین خدا خواندہ

یعنی کہ یہ ساتوں آسمانوں کے باغ کا ثمر ہے یہ موتی ہے تاج عقل و سخن کا یعنی کہ یہ عقل اقل ہیں۔ یہ بزرگ احمد مرسل ہیں۔ یعنی خدا کے رسول ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو آسمان وزمین نہ ہوتی یہ مقصود کائنات میں خدا کو پیدا کرتا تو زمین آسمان کچھ بجا پیدا نہ ہوتے۔ ان کا نام نامی محمد ہے اور ان کی رسالت محمود یعنی پسندیدہ ہے۔ اور یہ جوان رعنا خوش رو کہ جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے ماہ آسمان نبوت ہے یہ بزرگ نور شید اور یہ جوان چاند ہے یہ جوان ان بزرگ یعنی رسول خدا

کی بیٹی کا فرزند ہے تمام عالین کا محبوب ہے اور یہ نور چشم علی ولی ہے نام نامی حسین ہے۔ اور خود خدا نے اس کو کائنات کا سر تاج و فخر قرار دیا ہے شاہ زنان کہتی ہیں کہ اس جوان رعنا کی زیبائی کے نقوش میرے لوح دل پر کھینچ گئے ناگاہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا میں حاضر خدمت رسول خدا ہوئی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے اس فرزند کو اپنا زوج قرار دے میں نے اذنا عیاد و شدم سر ہنچا کر لیا۔

اور بنان مال یہ عمر کیا ہے

گر بدیں مژدہ حبان بیفشام	در حوزم ز آنکہ هست جانانم
گفتم اسی ختم انبیا کی بار	بر منست ہیست منت بسیار
ہست عقد مرا رسول مجید	داد بدوست ہیکل توحید
ماہ درخشندہ دست من گرفت	من در آن ماہ روی ماندہ شکفت

بسکہ دلشاد بودم خسترم

کہ ز شادی ز خواب بر خستم

غلام یہ ہے کہ شاہ زنان کہتی ہیں کہ بے برگزیدہ خدا، اے اللہ کے رسول آپ میرا عقد اس جوان سے باندھنے اور اس جوان رعنا۔ منفرد کائنات کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیکھئے پس اس ماہ رُونے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خوش و خرم خواب سے بیدار ہوئی۔ جب بیدار ہوئی تو میرے بستر سے خوشتر از غیر مشک خوشبو آرہی تھی۔ چند روز اسی نشہ خواب خوشگوار میں گزارے پھر میں نے خواب میں ایک خاتون معظمہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں ان کے تشریف لانے سے میرا مکان روشن اور معطر ہو گیا ہے میں نے کسی

زیارت کیا کہ یہ خاتون معظمہ کون ہیں جواب ملا ہے

گفت ایہ بانوی حیم خداست فاطمہ دختر رسول خداست

گفت خاتون مالین است این فاطمہ مادر حسین است این

یعنی کہ یہ خاتون حرم - خانداد خدا ہیں علی ولی کی زوہرہ میں نبی پاک کی پاک دختر

ہیں تمام مالین کی عورتوں کی سردار ہیں یہی تو والدہ حسین ہیں کہ جن کی زیارت کا

شرف مجھے پہلے حاصل ہو چکا ہے میں نے اس وقت ان کے قدم چومے۔

اور بعد احترام ان کو سلام کیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے نور نظر مجھے دیکھنے

نہیں آتے۔ ورنہ میرا غم بڑھ رہا ہے۔ وہ کونسا دن ہوگا کہ تشریف لائیں گے۔

جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے شاہ زنان وہ میرے

پاس کس طرح آئیں تو ابھی مسلمان نہیں ہوئی ہے تو کلمہ شہادت زبان پر جاری

کر اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمد رسول اللہ تاکہ میں اپنے فرزند کے

ہاتھ میں تیرا ہاتھ دوں۔ پس میں نے کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا اور

دل سے تصدیق نبوت آنحضرت کی مسلمان ہو گئی۔

لما حضرت بی الاسلام واسلمت شرعاً قلت سوف یجئ عسکر

الاسلام الیکو ویكون الغلبة للمسلمین و انک تصلین عنقریب

الی ابی الحسین سالمة لا تصیبک ید اجدا الخ

جب اسلام قبول کر لیا۔ تو جناب سیدہ عالمین نے فرمایا کہ غم مت کر عنقریب

شکر اسلام ایران پر حملہ کرے گا اور اسلام کو فتح نصیب ہوگی۔ اور تو اسیر ہو کر

مومنین پہنچی گی اور دست غیر تجھ کو مس نہ کرے نہ کرے گا صحیح و سالم با عفت

تو مدینہ پہنچے گی اور تجھے میرا نور نظر مدینہ میں ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا

کہ مدینہ میں خبر پھیلی کہ دختران شاہ خداس اسیر ہو کر مدینہ ہی آئی ہیں۔ اور بصورت مذکورہ میں باطنی مسلمان ہو کر آقائی نامہ ارحضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور آپ نے حسین ابن علی کو میرا ستر بجہ قرار دیا ادب مجھے شرف زوجیت امام حسین عطا ہوا۔

دیر راہب میں سر ہاے شہداء کربلا کا رکھنا جاتا۔

جنت سے سیدہ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی

کا مسلمان ہونا

یہ کہ راہ شام میں بعض واقعات ایسے رخ اختیار کر گئے ہیں کہ جن کی نشاندہی

کسی منزل کے ساتھ نہیں کی جاسکتی ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن شہر

آشوب و سیدہ جزائری، مناقب میں معمولی اختلاف کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ

الولہ یہ کہتا ہے کہ میں مشغول طواف بیت اللہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص

خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے مناجات کر رہا ہے کہ اللھم اغفر لی و ما

اراک فاغفر لہ۔ اے خداوند عالم تو میری خطا بخشنے والا کہ میں جانتا ہوں

کہ تو میری خطا نہ بخشے گا بلکہ عتاب و عذاب کرے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ

اے بندہ خدا۔ تو شرم کر خدا سے اس طرح کہہ رہا ہے گناہ اگر پیر برگ ہاے شہر سے

بھی زیادہ ہوں تو خدا معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے۔ اس نے کہا کہ میں

رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوں۔ لیکن جو ظلم و جفا میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

اعلم ان کنا خمسين نفرا من سار مع راسب الحسين
یعنی کہ میں ان پچاس آدمیوں میں سے ایک ہوں کہ جو سر امام حسینؑ شام لیجاتے
ہوئے حفاظت کو رہے تھے۔ ہم سب کے سب شراب نوشی اور سستی میں
تھے اور سر امام حسینؑ علیہ السلام پر ہر ایک شُب جیب کہ اس کا نصف حصہ
گودا تھا کہ تیز و تند آمدی آئی۔ باہل کر بے گے اور بجلی کر گئے گی۔ اور درہائی آسمان
کل گئے اور آسمان سے آدم صنی اللہ، نوحی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، اسماعیل و بیچ اللہ
موسیٰ کلیم اللہ اور موسیٰ روح اللہ بہ ہر راہی حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے۔
ان کے ساتھ جبریلؑ اس ملائکہ کا ہم غیریہ ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ اس وقت
سر امام حسینؑ ایک صندوق میں دکھا تھا۔ جبریلؑ نزدیک لائے اور صندوق کھولا۔
سر ہانک باہر نکالا۔ سینہ سے لگایا اور پچشم گریان۔ آنحضرتؐ کو پیش کیا۔ آنحضرتؐ
نے گریہ فرمایا تمام انبیاء و مرسلین نے باگریہ و زاری آنحضرتؐ کو پرہہ دیا۔ اس وقت
جبریلؑ انہیں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے خداوند عالم نے کم دیا ہے کہ میں آپ سے
حکم حاصل کروں اور زمین میں زلزلہ پیدا کروں۔ میں نے خدا کے حکم سے قوم کو طو کو
زمین دھنسا دیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبریلؑ آخر قیامت تو آنے والی
ہے میں میر کرتا ہوں کہ قیامت میں ان سے مخاصمہ پر کروں پھر رسولؐ خدا پر
گریہ طاری ہو گیا ملائکہ گریہ رسولؐ خدا سے ملے ہوئے اسی دوران پاسبانان سر
امام حسینؑ تھے وہ سب کے سب لائے گئے اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔
اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ جب میر انبر آیا تو میں نے فریاد کی اور رسولؐ خدا
سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ الامان الامان۔ بخدا میں تمہارے فرزند کے قتل میں
مشرک نہ تھا۔ اور اس پر راضی بھی نہ تھا کہ حسینؑ قتل کئے جائیں مجھے آپ بخشنیں

فرمایا وای ہو تجھ پر کیا تو اس قوم کے ہمراہ نہ تھا۔ اور میرے اہلبیت کی یکس
غربت پر نگاہ نہ کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لا غفر اللہ لک۔ خدا تجھے نہیں
بخشنے گا۔ پس رسولؐ خدا نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھو کہ یہ شخص خود
ہی مر جائے گا میں نے یہ سن کر وہاں سے حسرت لگائی و دفی الشائب اصبح
رایت اصحابی کلہم جاشین رماداً۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ تمام رفقاء کہ جو سر امام حسینؑ
پر راہ شام میں پاسبان تھے یک بیک خاکستر ہو گئے ہیں گویا جل کر خاک ہو
گئے ہیں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس واقعہ میں جزئی اختلاف کیا ہے وہ
نقل کرتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ شخص ابو الحنوق تھا آنحضرتؐ کے یہ فرماتے پر کہ اس
پر تم ہاتھ رکھو۔ ملک الموت، یا کسی دوسرے فرشتے نے اس کے موہنہ پر
طاشیہ مارا پس جب ابو الحنوق ملعون پیدا ہوا۔ دیکھا کہ اس کی نصف صورت سیاہ
ہو گئی ہمارے دل جل گئی ہے۔ اور اے شیعوں اس حرام زادے نے روز عاشورا
امام حسینؑ علیہ السلام جیب کہ آپ میدان میں کھڑے تھے تیر مارا تھا وہ تیر سر شہید
تھا امام مظلوم زمین پر گر پڑے تھے۔ (از مترجم بہر حال ابو الحنوق ملعون قاتلان
امام حسینؑ سے تھا اور ابو لہیفہ کہ جس کا ذکر کیا جا چکا شریک قاتلان امام حسینؑ تھا۔
بعد واقعہ شہادت ان ملعونوں کا توبہ کرنا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ثابت ہے مگر ان
کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ پس قاتل امامؑ کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے مکواہ مصیبتا
پھر بھی کوئی نہ کوئی مفتی قاتلان امام حسینؑ کی وکالت کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتا
ہے کہ اگر قاتل امامؑ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے قاتل امامؑ کی توبہ قبول نہ ہونے
کے بارے میں ہماری کتاب عقیدہ و عمل اور نجات ملاحظہ ہو)

واقعہ دیربراہیب کا ذکر کتاب فوارح الحسینیہ میں حسین بن محمد بن احمد رازی

نے اور اس نے شیخ ابوسعید شامی سے نقل کیا ہے۔ معین الدین نے روضۃ الشہداء میں ابی سعید دمشقی سے روایت کیا ہے کہ میں اس جماعت کے ہمراہ تھا کہ جو سرام حسین اور آپ کے المعجم کو شام لیجا رہے تھے۔ جب دمشق کے نزدیک پہنچے یہ خبر ملی کہ قعقاع خزاعی نے لشکر جمع کر گیا ہے اور وہ لشکر ابن زیاد ملعون پر شب خون مارے گا۔ ابن زیاد کے لشکر یہ سن کر گھبرا گئے۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ رات ہونے تک وہ منزل پر پہنچے وہاں دیر راہب تھا۔ اور وہاں نصرانی لوگ ٹھہرتے تھے۔ لشکر ابن زیاد نے اسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ اگر شب خون کا موقع درپیش ہو تو سرہاد شہیدان کو بلا محفوظ رہیں اس خیال سے لشکریوں نے دیر کے بزرگ عالم کو بلایا اور اس سے کہا۔ خطبہ شیخ من سطح الحصان فالتفت الی الیمین والیسار۔ اس وقت اس بزرگ دیر نے اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں جانب نظر ڈالی دیکھا کہ فوج سے سارا میدان گھیرا ہوا ہے راہب نے دریافت کیا۔ کہا کتنے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ ایک شخص نے عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد والی کوفہ نے اپنی فوج بھیجی اور اس کو فتح ہوئی اب ہم اس باغی (معاذ اللہ) کا سرا اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر یزید بن معاویہ کو پیش کرتے آئے ہیں۔ اس راہب نے جب سرہاد شہداء پر نظر کی تو دیکھا کہ یہ تو نورانی پہرے میں پھر اس نے بغور سربریدہ امام حسین دیکھا تو حیران رہ گیا کہ سربریدہ کی حالت درخشندہ ہے اس کے دل پر اثر ہوا اور حالت متغیر ہونے لگی۔ راہب نے سوال کیا کہ آخر دیر کس لیے چاہتے ہو۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ سرہاد بریدہ کی حفاظت کے لیے کیونکہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ایک گروہ شب خون مارنے کا

ارادہ رکھتا ہے راہب نے دیر میں سرہاد شہداء رکھنے کی اجازت دیدی۔ پس سرام حسین ایک مقفل صندوق میں رکھ کر دیر میں لایا گیا۔ اور شمر ملعون نے حکم دیا کہ سروں کے پاس بان باری باری پاسبانی کریں۔ اس دیر میں علیحدہ علیحدہ محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ سرام حسین دیر میں رکھ دیا اور المعجم کو بھی دیر میں جگہ دی اور دروازہ دیر مقفل کر دیا۔ جب رات کا تقریباً نصف حصہ گزر گیا۔ راہب نصرانی اپنے حجرہ سے باہر نکلا۔ اور اس محراب کا کہ جس میں سرام حسین علیہ السلام رکھا تھا۔ طواف کرنے لگا اور دیکھا کہ دیر میں تو روشنی وغیرہ کچھ نہیں تھی آج دیر منور ہو رہا ہے روشنی ہی روشنی ہے راہب اپنے حجرہ گیا اور اس میں ایک روزن تھا اس میں دیر کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اس صندوق سے کہ جس میں سربریدہ رکھا ہوا ہے نور ساطع ہو رہا ہے۔ اور روشنی سارے دیر میں پھیلی ہوئی ہے محقر یہ ہے کہ وہبطل من السماء ہودج وطلعت منه خاتون رضیۃ واحنقت جوار بدیع والجمال۔ دیر کی تنگافہ ہوئی اور ایک ہودج آسمان سے اتری اور دیر میں داخل ہوئی اس ہودج سے کچھ خواتین اتریں۔ منادی صدادے رہا تھا۔ یہ ہاجرہ مادر اسمعیل میں یہ آسیہ میں یہ مریم ہیں۔ سب کے آخر میں ایک اور ہودج نازل ہوا۔ آواز آئی کہ یہ خدیجہ الکبریٰ میں ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نازل ہوا اور اس سے ایک بی بی اتریں اس وقت آواز آئی کہ اے راہب ہودج کی طرف نگاہ نہ کر۔ اس میں رسول خدا کی بیٹی فاطمہ زہرا ہیں جو اپنے فرزند حسین کے سربریدہ کی زیارت کے لیے آئی ہیں۔ راہب کہتا ہے کہ میں اس آواز کو سن کر یہ ہوش ہو گیا مگر جب افاقہ ہوا اور اس طاق کی طرف نگاہ کی جس میں سربریدہ رکھا ہوا تھا تو میری نگاہ پر پردہ پڑ گیا اور میں نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس طاق سے گریہ و زاری اور نوہ

کی آواز گوش زد ہو رہی تھی۔ اس وقت ان مخدّرہ نے سربریدہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ السلام علیک ایہا المظلوم الحدیب السلام علیک ایہا الشہید الغریب السلام علیک یا ضیاء العین ومحبۃ قلب الام یا حسین قتلتک ومن شراب الساء منحولک۔ یعنی اسے میرے مظلوم و شہید و غریب ینوا فرزند حسین صائب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یہ وار دہوا ہے کہ اس شب کو سخیہ عالم نے ماتم حسین میں مرنیہ کہا ہے پیر راہب نے جب دہر میں گریہ و ناری کی آواز سنی اور مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا۔ تو طاق کے نزدیک گیا مگر وہاں کوئی عماری یا ہودج کا نشان نہ تھا۔ لہذا اس نے وہ صندوق کھولا کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ تھا۔ جب صندوق کھولا تو سر بریدہ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا حالانکہ وہ سرخاک و خون میں غلطان تھا۔ راہب بہت رویا اور سر مٹھ کر مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے عبادتی سجادہ پر بیٹھا اور دوڑا نو مودب ہو کر عرض کیا اے سرور ان عالم مجھے بتا کہ تو کس برگزیدہ سر مٹھ ہے۔ سر بریدہ سے آواز آئی کہ سے

من کشتہ تیغ کو فی انم

من کشتہ تیغ ز شامیانم

کو فیوں اور شامیوں نے مجھے قتل کیا ہے اور میں فرزند رسول ہوں۔ میں محمد مصطفیٰ کی آنکھوں کا نور ہوں اور علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ اور میں فاطمہ کا نور نظر ہوں۔ جب اس راہب سے آپ نے اپنے مصائب بیان کئے تو وہ راہب بیہوش ہو گیا اور ہوش آنے پر اس نے ان تمام نصاریٰ کو جمع کیا کہ جو اس قلعہ میں رہتے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے لوگوں کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام

کی خدمت میں آیا دیکھا کہ ایک بیما ناثواں۔ طوق و سلاسل میں گرفتار اسیروں کا سالار ہے یہ حالت امام دیکھ کر راہب اور تمام نصرانی روئے گئے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو شب خون ماریں اور آزاد کرالیں مگر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گروہ ستم شعار کو ان کے حال پر چھوڑ دو سے

ظالمان را بگردگار سپار

تا جہراشان دہر بزاری نہا

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ۔ وہ راہب سر مٹھ امام حسین علیہ السلام کا اعجاز دیکھ مسلمان ہو گیا۔ حسینیہ زندہ باد۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ چند مقام پر از روی جہت دھویا گیا ہے اور ایک جگہ از روئے عداوت دھویا گیا ہے اول خوبی کی زوہ نے سر امام مظلوم دھویا۔ دوم شمر ملعون کی زوہ نے سوم دہر راہب میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ان تینوں جگہ از روئے عقیدت و مودت سر امام مظلوم کو مشک و گلاب سے دھویا گیا ہے اور از روئے عداوت دربار یزید ملعون میں پیش کرنے سے پہلے سر امام کو دھویا گیا اور طشت طلا میں رکھ کر پیش کیا۔

منزل قنسرین میں سر بریدہ امام حسین کا راہب نصرانی

کو دعوت اسلام دینا

کتاب الخراج میں سانچہ راہ شام کے سلسلہ میں قطب راوندی نے ابو القریظ

سے اور اس نے سعید بن ابی رجا سے اور اس نے سلیمان اعثم سے روایت کیا ہے کہ ایک روز میں مشغول طواف خانہ کعبہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلاف خانہ کعبہ پکڑے ہو کہہ رہا تھا کہ اللہم اغفر لی وانا اعلم انک لا تغفر یعنی خدا یا تو مجھے بخش دے مگر میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا کہ اسے شخص تو ایسا کیوں کہتا ہے خداوند عالم غفور رحیم ہے وہ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ آخر مجھ سے ایسا کون سا گناہ عظیم ہوا ہے کہ تجھے اپنی مغفرت کی امید نہیں ہے اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ حرم سے باہر چلو تو میں تم کو اپنے گناہ سے آگاہ کروں گا۔ باہر پہنچنے پر اس نے کہا کہ اے برادر میں لشکر عمر بن سعد میں تھا۔ اور ان چالیس آدمیوں میں سے تھا کہ جو راہ شام میں سر باہر شہداد کی پاسبانی پر لگائے گئے تھے۔ اتنا راہ میں ایک شخص نصرانی ملا وکان الذئب معنا فکونا علی رحمہ ومعہ الاحرار اس نے سر مقدس امام حسین ایک نیزہ پر نصب تھا ہم لوگ غذا و طعام میں مشغول تھے کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے دیر کی دیوار سے لکھا ہے

انرجوا امة قتلت حسینا

شفاعة جده يوم الحساب

کہ وہ امت یعنی وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یوم حساب رسول خدا کی شفاعت کی کیا امید رکھ سکتی ہے ہمارے ساتھیوں نے اس کو محض وہی چیز تصور کیا اور ہم کھانے پینے میں مشغول رہے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہاتھ دوبارہ نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر یہ تحریر کیا ہے

فلا والله ليس لهم شفيعة وهم يوم القيامة في العذاب

فلکی قسم ہرگز ہرگز اس گروہ یعنی قاتلان امام حسین کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے ان کا زور قیامت کوئی شفیع نہ ہوگا اور وہ دائمی عذاب میں رہیں گے ہم اگرچہ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے مگر پھر بھی شقاوت سے باز نہیں رہے۔ اور بدستور طعام و غذا میں مشغول رہے پھر تیسری مرتبہ وہی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے قلم قدرت سے لکھا کہ ہے

وقد قتلوا الحسين بحكم جور

وخالف حكمهم حكم الكتاب

کہ امام حسین کو حاکم جابر و ظالم کے حکم پر قتل کیا اور ظالموں نے حکم قرآن کے خلاف کیا اسی اثنا میں ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور دیر راہب پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ راہب اپنے دیر کی چھت پر آیا اور اس نے سر مطہر امام حسین پر نظر کی۔ فرمایا مودا سا طحان فوق الراس۔ کہ سر امام حسین علیہ السلام کے اوپر ایک نور تابنہ ہے وہ راہب اپنے دیر سے باہر آیا۔ دریافت کیا کہ تمہارا لشکر کہاں سے آیا ہے اور یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ جس سے نور ظاہر ہو رہا ہے اور نور بالائے نور احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ہم نے کہا کہ ہم اہل عراق میں اور یہ سر مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے جو نواسہ رسول خدا اور پسر علی ابن ابی طالب ہیں۔ جب راہب نے یہ سنا کہ سر بریدہ پیغمبر اسلام کے نواسہ۔ فاطمہ زہرا کے نور عین کا سر ہے کہنے لگا کہ تبا لکم واللہ لو کان بعیسی بن مریم ابن لحدنا علی احدنا قتل۔

اے لوگو! تم پر تمہارے آئین پر فائے ہو کہ اگر عیسیٰ ابن مریم کے کوئی فرزند ہوتا تو ہم گروہ نصاریٰ فرزند عیسیٰ کو اپنی آنکھوں کا نور قرار دیتے۔ اے بے جایا

لوگوں نے اپنے پیغمبر کی اولاد کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل ہونے پر خوشیاں منا رہے ہو۔ میری تم لوگوں سے ایک خواہش ہے ہم نے کہا آخر تم کیا چاہتے ہو راہب نے کہا کہ دس ہزار درہم جو مجھے میرے بزرگوں سے میراث میں ملے ہیں مجھ سے لے لو اور اس مطہر کو مجھے دید و کہ میرا بھائی ہے۔ ہم نے راہب کی بات مان لی اور اس نے مذکورہ رقم لا کر دیدی وہ دو تھیلیاں تھیں اور ہر ایک تھیلی یعنی ہمیانی میں پانچ ہزار پانچ سو درہم تھے۔ عرضہ ملعون نے ان کو اچھی طرح کسوٹی پر پرکھ کر اپنے خازن کے حوالہ کیا۔ اور مطہر راہب کو دے دیا۔ راہب سر بریدۂ امام حسینؑ لے کر اپنے گھر آیا اور اس کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے حجرہ میں رکھ دیا اور خود سر امام کی طرف دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہتا رہا کہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کے فرزند کے مبارک کے ساتھ اس قدر خوار و کاسک کیا ہے کہ نیزہ پر آ دی تان کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ گریہ بھی کر رہا تھا اور نوحہ کر رہا تھا۔

علامہ مرحوم اپنی کتاب الایمان میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ راہ شام میں منزل قفسرین کا ہے۔ جب راہب سر امام مظلوم لیکر اپنے گھر آیا ہے اس نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ طوی لکم و طوی لمن عرف حد متہ۔ لے راہب خوشحال تو کہ تو نے سر مطہر کی اس قدر تعظیم و تکریم و تقدیس کی ہے۔ ابھی وہ راہب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی احترام و عظمت سر امام بجالایا۔ پھر راہب نے سر مطہر کو اپنے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا پروردگار! حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی پاکیزگی کا واسطہ اس سر مطہر کو حکم دے کہ وہ اچھا تعارف کر لے۔ اور مجھ سے کلام کرے۔ ناگاہ سر امام مظلوم گویا کہ اے راہب انا ابن محمد المصطفیٰ

انا ابن علی المرتضیٰ انا ابن فاطمۃ الزہراء۔ انا المقتول بکریلا انا المظلوم انا العطشان جب سر امام کلام کر چکا تو راہب نے سر پاک کو زمین پر رکھا اور اپنے چہرہ پر خاک ملی بالوں میں خاک ڈالی۔ اور سر مبارک پر اپنی پیشانی رکھ کر عرض کیا۔ حتی نقول انا شفیعک یوم القیامۃ۔ کہ آپ اپنی زبان مبارک سے قربائیں کہ میں روز قیامت تیرا شفیع ہوں گا۔ سر امام حسینؑ سے آواز آئی اے راہب اگر تو میری شفاعت چاہتا ہے تو میرے نانا کا دین قبول کر۔ پس راہب نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ۔ پھر سر امام حسینؑ نے فرمایا اے انا شفیعک یوم القیامۃ۔ اے راہب بروز قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔ بروایت ابن شہر آشوب راہب نے شکر والوں سے کہا کہ تمہارا رئیس کون ہے مجھے اس کے پاس لے چلو شکری لوگ راہب کو عمر بن سعد ملعون کے پاس لے گئے۔ جب راہب پسر سعد کے پاس گیا تو اس نے نہایت عاجزانہ طور پر اس سے سوال کیا کہ یا عمر سئلتک باللہ و بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ان لا تعود الی ما کنت تفعلہ بهذا الرأس۔

یعنی کہ میری تجھ سے یہ خواہش ہے کہ تجھے اقدس الہی کا واسطہ اور حضرت رسول خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس سر مطہر کی بے حرمتی نہ کر اور اس کو نیزہ پر نصب نہ کر۔ عمر سعد بد نہاد نے اس وقت کو قبول کر لیا مگر جب راہب چلا گیا تو اس ملعون نے پھر سر امام مظلوم کو نیزہ پر بلند کیا۔ جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ شام پہنچا اور اس نے اپنے خزانچی سے وہ دونوں تھیلیاں جس میں درہم تھے طلب کیں جب وہ ہمیائیاں کھولی گئیں تو وہ تمام دینار ٹھیکری ہو گئے تھے۔ اہل ان درہموں کے ایک طرف و لا تحسبن اللہ غافل عما یعمل الظالمون۔

اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔
جب عمر بن سعد ملوٹ دیکھا تو کہنے لگا۔ حسرة الدنیا والاخرۃ۔

شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیت او وہاں

کے حالات

جب لشکر ابن زیاد راہ شام میں منزل سرمدین پہنچا جو کہ حکومت حبش کا ایک شہر ہے۔ یہاں کے لوگ دیندار، صاحبان خیر اور دوستدارانِ غنا وادہ نبوت ہیں جب شہر والوں کو خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام کو عراقیوں نے قتل کر دیا ہے لشکر ابن زیاد ان کے الحرم کو اسیر کر کے شام لیجا رہا ہے اور وہ اس شہر سے گزریں گے۔ انہوں نے شہر نپاہ کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ کی چھت پر جا کر لشکر ابن زیاد کو لعن و طعن کی۔ ان پر تیزی کیا۔ اور ان پر سنگ بادی کی۔ اور کہنے لگے اے قاتلوں تم تو ہرگز اپنے شہر میں نہیں داخل ہونے دیں گے جب وہاں کی عورتوں کی دُور سے نظر اسیران اہلبیت پر پڑی اور ان کو رسن بستہ اور کھلے سر دیکھا تو بے چین ہو کر اپنے سروں کے بال کھول دیئے اور گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جناب ام کلثوم نے یہ لوح پڑھا۔

کہ تنصبون لنا الافتاب عاریۃً کائنات من بنات العروم فی البلد

الیس جدی رسول اللہ ویکم هو الذی ذلکم قصد الی الوشید

یعنی اے بیچیا تو لشکر ابن زیاد ہمیں برہنہ سر رسن بستہ شتران بے کجاہ پر شہر شہر

لیے اس طرح پھرتے ہو جیسے لوگ دفترانِ رومی کو لے کر پھرتے ہیں حالانکہ ہم آل رسول ہیں بنی زادیاں ہیں۔ تم کیسے کہہ گؤ ہو۔ ہماری کیا خطا ہے۔ ہم ان اونٹوں پر سخت تکلیف میں ہیں اور تم کوئی خیال نہیں کرتے غصہ میں کہ اہل سرمدین نے لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

بیعتی حرانی کی حمایت اسیران آل محمد میں شہادت او

بعض منازل راہ شام کے واقعات

جب لشکر ابن زیاد ملعون شہر مدین میں داخل نہ ہو سکا تو اس نے منزل حران کا رخ کیا حران بروزن شہاد ہے۔

صاحبِ روضۃ الشہداء تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون حران پہنچا۔ تو وہاں کے لوگ استقبال کے لیے نکلے اور تماشاء اہلبیت اطہار دیکھنے لگے اس جگہ ایک یہودی کا مکان تھا۔ جو کہ بیعتی حرانی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ یہودی بھی بغرض تماشا لوگوں کے مجمع میں موجود تھا۔ وہ کھڑا تماشا ٹائی اسیرانِ اطہار دیکھ رہا تھا کہ نگاہ اس کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی جو ایک نیزہ پر بلند تھا۔

جب اس نے بغور سر مبارک کو دیکھا تو اسے امام مظلوم کے لبوں کو جنبش کرتے دیکھا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ سبیلہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

یہودی کو بہت تعجب ہوا کہ سر بریدہ اور تلاوت کلام مجید اس نے خیال کیا کہ یہ سر۔ سر رسولؐ فذلہ یا کسی پیغمبر کے دم کی سر مبارک ہے کسی

سلام بھی خزانہ شہید آل محمد کو ہو سے

دہر دو جہان گر آبروی طلبی

بلکہ ریسر خاک شہیدان درش

یعنی کہ اگر دونوں جہان میں تو آبرو و عزت کا خوشگوار ہے تو شہیدان الہرم کے دروازے پر جیہ سائی کرنا چاہیئے۔

منزل اندرین ————— منزل خزان سے۔

لشکر ابن زیاد بہ نہاد بطرف قریہ اندرین روان ہوا اور وہاں یہ پہنچ کر یس قریہ کو خبر بھیجی اور اپنے لشکر کے لیے طعام و قیام کے بندوبست کی خواہش ظاہر کی۔ شہر حلب سے منزل اندرین ایک دن اور ایک کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صاحب کامل التقیفہ لکھتے ہیں کہ والی اندرین نصر بن عقبہ تھا اور یزید بن معاویہ سے پہلے ہی سے یہاں اس کی حکومت تھی۔ جب والی اندرین نے یہ سنا کہ حسین بن علی قتل کر دیئے گئے اور ان کے الہرم اسیر ہو کر یہاں لانے گئے ہیں اور یہاں سے شام جا رہے ہیں۔ اس حرام زادے نے خوشی کا اظہار کیا۔ شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ مصیبت الہرم نے جب یہ خوشیاں دیکھیں تو آہ سوزان جگر سے کھینچی اور غریبی امام حسین پر آنسو بہائے اور اہل کوفہ عیش و طرب میں مشغول تھے کہ الہرم کی آئیں رنگ لائیں اور سخت و تند آمدی چلی۔ بجلی کرچی آسمانی بجلی زمین پر گری اور اس شہر کے مکانات جل کر سیاہ ہو گئے۔ گویا آسمان کے آل ایتہ پر لعنت بھیجی۔

سے سوال کیا برائے خدا یہ تو بتلاؤ کہ یہ سر پاک کس بزرگ کا ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ لشکر والوں نے بتلایا کہ یہ حسین ابن علی کا سر ہے۔ اور اس کی ماں کا نام فاطمہ ہے جو رسول خدا کی بیٹی ہے۔ اس یہودی نے سنا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اس کے نانا کا دین سچا اور برحق نہ ہوتا تو یہ سر مبارک ہرگز کلام نہ کر سکتا پس وہ امام حسین کے سر پریدہ کے کلام کرنے کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اور اس نے کلمہ پڑھا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ وان ابنہ هذا من اولیاء اللہ اسے لوگو گواہ رہو کہ محمد برحق پیغمبر خدا ہیں۔ اور ان کا فرزند حسین کہ جس کا یہ سر مبارک ہے اس کے وحی برحق میں اور یہ بے نقاب اسیران نبوت۔ شہیدان نبوت ہیں اور برحق ہیں۔ پھر اس نے کچھ چادریں اور کچھ نقابیں الہرم کو پیش کیں۔ اور اس نے اپنا حصہ حضرت سید سجاد کو نذر کیا اور آپ کے جسم مبارک پر ڈال دیا۔ جب ابن زیاد ملعون کے لشکر والوں نے اس یہودی کو الہرم کی محبت میں شہر دیکھا تو اس غریب کو خوب مارا اور چادریں چھین لیں۔ یہ بھی خزانہ کو جوش آگیا اور تلوار نیام سے نکال لی اور اُن پر حملہ آور ہوا اور لشکر باطل کے پانچ افراد کو قتل کیا۔ اور باوازی بلند کہا کہ میں خدا اور اس کے رسول محمد پر ایمان لایا ہوں اور اس کے اہلبیت سے محبت کرتا ہوں۔ اس وقت لشکر ابن زیاد ملعون نے اس پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا۔ معین الدین رد عنہ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یہ بھی خزانہ۔ مزار مبارک دروازہ شہر خزان کے اندر واقع ہے مومنین و موالیان اہلبیت طاہرین اس کی زیارت کرتے ہیں اور یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں مزار مبارک کے سرانے جو دعا کی جائے وہ منور قبول ہوتی ہے ہمارا ایک سلام سر مطہر امام حسین کو ہوا اور دوسرا سلام امام زین العابدین کو ہو۔ اور ہمارا ایک

منزل معرۃ النعمان یہاں بھی لشکر ابن زیاد ملعون

نے پڑاؤ ڈالا تھا

اس شہر کو معرۃ النعمان اس لیے کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری اس شہر میں آئے اور اس شہر میں وفات پائی اور دفن ہوئے۔ البتہ ان کی نسبت سے یہ شہر معرۃ النعمان ہوا مشہور ہو مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب لشکر ابن زیاد بدکر دار شہر کے نزدیک پہنچا تو والی شہر نے دروازے کھولنے کا حکم دیا کہ لشکر شہر میں داخل ہو سکے۔ اس شہر والوں نے کوفیوں کو طعام وغذا فراہم کی و احسرتا کسی نے یہ نہیں کہا کہ آل رسولؐ بھی بھوکے و پیاسے ہیں۔ (اللعنة

اللہ علی القوم الظالمین)

منزل شیرز :-

منزل معرۃ النعمان سے روانہ ہو کر لشکر ابن زیاد نے منزل شیرز پر پڑاؤ ڈالا جب اس شہر کے رہنے والوں کو خبر ہوئی تو ان کی قوم کے بزرگوں نے کہا اے جوانو! اس لشکر یمین نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا ہے۔ اور امام حسینؑ کا سر بریدہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے سر اور حضرت کا لہجہ قیدی بنا کر شام لیجا رہے ہیں۔ ہم اس قوم نابکار کو اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اس پر اس قریہ کے تمام لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ مقابلہ کی صورت ہی کیوں نہ ہو ہم لشکر ابن زیاد کو ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور جیسا کہ ہمارے قومی بزرگ فرماتے ہیں اس پر عمل کریں

کریں گے۔ اس شہر کے ارد گرد ایک خندق تھی اور اس پر عبور کرنے کے لیے پل بنا ہوا تھا۔ لشکر ابن زیاد کے پہنچنے سے پہلے ہی ان لوگوں نے اس پل کو توڑ دیا۔ اور تمام لوگ تلواریں اور سیرے گھروں سے باہر نکل آئے۔ ادھر لشکر ابن زیاد جب خندق کے نزدیک پہنچا دیکھا کہ لوگ داخل شہر ہونے کے سخت مخالفت میں۔ اور ان لوگوں نے خندق کے پل کو توڑ دیا ہے۔ جب لشکر ابن زیاد نے دیکھا کہ لب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس بد نہاد نے یزید بن معاویہ کو خط تحریر کیا۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ اور فوراً ہی مزید ملعون نے جواب دیا۔ جس پر اس نے حکم دیا کہ اس قریہ کو آگ لگا دو عامل بلدیہ کو گرفتار کر لو۔ ان ظالموں نے یزید ملعون کے حکم پر اس قریہ کو غارت و تاراج کر دیا۔ اور آپ اس کی جہت دیکھ کر لشکر ابن زیاد نے کوشح کیا۔

منزل کفر طاب :-

کفر بفتح کاف واسکان الفاء ای قریہ طاب فات الکفر۔ بمعنی القریہ ہے یعنی کہ لفظ کفر کے کاف پر زبر ہے اور باقی حروف ساکن ہیں۔ مقل ابی مخنف کہتا ہے کہ کفر طاب ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس جگہ اہل خیر و سعادت اور دیندار لوگ دیتے تھے۔ جب یہاں کے لوگوں کو ابن زیاد ملعون کے آنے کی خبر ہوئی۔ فخلقوا علیہم الاجواب۔ یعنی کہ اپنے مکالموں کے دروازے بند کر دیے۔ اور لشکر ابن زیاد کو کھانا پانی کچھ نہیں دیا۔ خولی بن یزید علیہ اللغۃ قلعہ کے نزدیک آیا اور کہنے لگا اے قوم کیا تم ہمارے زیر اطاعت نہیں ہو جو تم ہمارے احکام تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم لوگ تمہیں ہرگز آب و کھانا نہیں دیں گے کیونکہ

حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کیا ہے اور انہیں تشنہ دین شہید کیا ہے۔ پس لشکر ابن زیاد ملعون وہاں سے دوسری منزل کے لیے روانہ ہو گیا۔

سیور۔ یہ بھی کفر طاب سے روانہ ہونے کے بعد ایک منزل ہے۔
ابی مخنف لکھتا ہے کہ بزرگان قوم نے اپنے قریب کے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ لشکر ابن زیاد نے فرزند حضرت رسول خدا کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے اہل حم اسیر کئے ہیں۔ اب یہ قوم نابکار سر مار شہداء اور اسیروں کو لے کر شام جا رہے ہیں۔ اسے ہماری قوم اگر تم نے ان ظالموں کو طعام و غذا دی یا ان کی حمایت کی تو روز قیامت خدا و رسول خدا مواخذہ کریں گے۔ ہم ہرگز ان کو اپنے شہر میں قدم نہیں رکھنے دیں گے اور البتہ اگر اسیران حرم آئیں تو ہمارے گھر حاضر ہیں تمام لوگوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور بزرگان قوم کو یقین دلائیا کہ لشکر ابن زیاد کو ہم ہرگز اپنے شہر میں داخلہ کی اجازت نہیں دیں گے چاہیے خون خوار ہو۔ خولی بن یزید ملعون نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ اس قریہ پر حملہ کرے جنگ ہوئی اور اہل سیور نے لشکر ابن زیاد کے چھ سو افراد کو قتل کر دیا۔ اور ان کے پانچ شخص شہید ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ خدا کی رحمت ہو ان پانچوں شہیدوں پر۔ بعض نسخوں میں یہ درج ہے کہ اہل قریہ کے ستر افراد سیور شہید ہوئے اور چھ ستر افراد لشکر باطل وارد جہنم ہوئے۔ جناب ام کلثوم نے اس شہر والوں کو دعا فرمادی اور فرمایا کہ خداوند اس شہر والوں کے رزق اور امور خیر میں برکت عطا فرما لشکر باطل وہاں سے دوسری منزل کی طرف روانہ ہوا

منزل حماة اور مسجد راس الحسین

ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حماة کے لوگوں نے لشکر ابن زیاد ملعون اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا ففتحوا الابواب علی وجہہم و رکبوا بیسوس۔ یعنی دروازہ بند کر لیے اور دروازے کے برج پر تکران بیٹھا دیئے کہ لشکر دلے داخل نہ ہو سکیں۔ ان لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ ہم سب قتل ہو جائیں مگر ہم قاتلان فرزند رسول خدا کو شہر میں نہیں وارد ہونے دیں گے۔ جب لشکر ابن زیاد نے یہ حالت دیکھی تو حکم دیا ارتحلوا الی حمص کہ حمص کے لیے سوار ہو یحییٰ ابن شہر آشوب اور دیگر علماء کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سپاہ ابن زیاد داخل شہر حمص ہوئی ہے۔ اور اس وقت ایک پتھر پر سر بریدہ ام حسین علیہ السلام رکھا پتھر پر خون امام خشک ہو گیا ہے اور وہ جگہ مشہد الان کے نام سے مشہور ہے مرحوم علامہ کتاب الریاض میں اپنے ہمراہ محاب سے نقل کرتے ہیں کہ فاضل معاصر نے خود بیان کیا کہ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ سفر مکہ میں شہر حماة پہنچے وہاں ایک باغ و بستان میں ایک مسجد دیکھی جو مسجد الحسین کے نام سے معروف مشہور ہے۔ مسجد کی عمارت کی ایک دیوار پر پردہ کھینچا ہوا ہے اور دیوار میں ایک پتھر نصب ہے۔ اور اس پر گلوے بریدہ اور شیران نشان پایا جاتا ہے۔ فاشرفی هذا الحجر ما تراء قاتلہ۔ یہ اس قاتل معاصر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خدام مسجد سے دریافت تو اس نے کہا کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون سر مار شہداء اور اسیران حبشیہ کو لے کر کوفہ سے شام جا رہا تھا تو لشکر اس شہر میں پہنچا۔ اور بیرون شہر اس پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا

تھا کہ شہر چھینیہ میں حکومت کرتا تھا۔ اور ایک بھائی حص میں عامل شہر تھا جب لشکر کا خط اس کو ملا۔ تو اس بد بخت نے استقبال کرنے کا حکم دیا۔ شہر آراستہ کیا گیا اور رنگ برنگ کے جھنڈے لے کر لوگ استقبال کے لیے نکلے۔ اور لشکر ابن زیاد نے صندوقوں میں سے سراہ شہداء نکال کر نیزوں پر بلند کئے اور امام حسینؑ کا سر مبارک بھی بلند کیا۔ اہل حص دروازے سے تماشہ سراہ شہداء کے لیے جمع ہوئے لیکن جب ان کو یہ تحقیق ہو گیا کہ یہ اسیر ذریت پیغمبر اسلام ہے اور یہ سراہ لاؤنبی وحیدؑ کے ہیں اور اسیروں میں دخترانِ فاطمہؑ اور حسینؑ کے ناموس ہیں تو ان لوگوں میں حمایتِ اہلبیتؑ کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ مردوں آواز دہانے لگے اور کہنے لگے وامصیبتا کہ ان ملعونوں نے خاندانِ نبوت کو تباہ کر دیا۔ چونکہ لشکر ابن زیاد سے مقاتلہ کی طاقت نہ تھی پس اہل حص نے ان پر سنگ باری شروع کر دی اور ان پر لعنت ملامت کرتے تھے۔ اسی سنگ باری سے لشکر کو فہ کے چھ سوار واصل جہنم کئے اور شہر پناہ کے دروازوں کو بند رکھا اور ان کا یہ نعرہ تھا یا قوم لا کفر بعد الایمان۔ کہ لے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہ کرو۔ ہم خولی بن یزید ملعون کو واصل جہنم کر کے دم لیں گے ہم سر امام مظلوم آزاد کرائیں گے تاکہ روز قیامت پیغمبر اسلامؐ کی بیٹی جناب سیدہ کی شفاعت ہمیں نصیب ہو۔ اور ہمارے شہر کو یہ فخر حاصل ہو چناںچہ نصاریٰ کے کیسے یعنی گرجا گھر کہ جو خالد بن شیط کے پہلو میں تھا کے نزدیک اجتماع کیا۔ لشکر ابن زیاد نے اس لشکر سے جنگ وجہل کیا۔ مگر شہر حص کے کسی دوسری دروازہ سے سراہ شہداء اور اسیروں کو لے کر فرار کر گئے۔

منزل بعلبک :- لشکر ابن زیاد ملعون نے شہر حص سے کوئٹہ کرنے کے بعد

سریریدہ رکھا تھا چناںچہ آپ کے گلوے بریدہ اور گلے کی رگوں کا نشان پتھر پر نقش ہو گیا اور خون پتھر کے دل میں اُتر گیا۔ فاشرفی هذا الحجب ما تدرہ تاثيراً پس گلوے بریدہ اور رگ شریان کا نقش ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ درمیان مسجد تلامت قرآن مجید کی آواز سننے میں آتی ہے اور کوئی تلامت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ اور ہر سال شب عاشورا محرم نصف شب کے بعد ایک نور اس پتھر سے رونے کی آواز آتی ہے۔ اور روز عاشورا آخر وقت (یعنی ہنگام عصر) اس نشان گلوے سے خون کے قطرے ٹپکنے شروع ہوتے ہیں اور پھر وہ خون منجمد ہو جاتا ہے اور کسی کو یہ جرئت نہیں ہوتی کہ خون کو جمع کر لے خادم مسجد نے یہ بھی کہا کہ ساہا سال سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے فاضل معاصیان کہتے ہیں کہ جب ہم مسجد سے باہر آگئے تو ہم نے وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا تو واقعہ کی تصدیق کی ہے

بعد از شہادتِ پسر فاطمہ حسینؑ

داغ شہادتش جگہ جگہ آب کرد

حاصل کلام یہ ہے کہ لشکر ابن زیاد بد نہاد نے حماء سے کوئٹہ کیا اور شہر حص پہنچا۔

منزل حص۔

لشکر ابن زیاد منزل حماء سے شہر حص پہنچا۔ اور وائی حص کو خط لکھا کہ ہم کو فہ سے شام جارہے ہیں اور ہمارے ساتھ سر حسین ابن مٹی ہے ان کے محرم ہمارے قیدی ہیں تم ہمارے استقبال کو آؤ۔ شہر کو آراستہ کر داور لشکر کے لیے طعام و غذا دیانی کا انتظام کرو۔ اس وقت امیر شہر حص براد خالد بن شیط

شہر بعلبک میں قیام کیا اور عالی شہر کو حکم دیا کہ استقبال کرے۔ یزید کی فتح کی خوشی میں شہر کو آراستہ کیا جائے اور محفل رقص و سرود منعقد کی جائیں۔ صاحب منزل اس منزل کا حال دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد کو شراب نوشی اور خوشی و سرور کے علاوہ کوئی اور شغل نہ تھا۔ یہاں کے لوگ اہلبیت طاہرین کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان کی عظمت کے بھی منکر تھے۔ اور طرح طرح کی خلاف دین باتیں کرتے تھے۔ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے کسی سے دریافت کیا کہ اس شہر کا کیا نام ہے کہ لوگ اسقدر بیدین ہیں۔ جواباً لوگوں نے کہا کہ اس شہر کو بعلبک کہتے ہیں۔ پس جناب ام کلثوم نے نفری کی اور فرمایا۔ یا اے اللہ تعالیٰ حضورم و لا اعذب اللہ تعالیٰ شر بہم ولا رفع ایدی الظلمۃ عنہم الخ۔ یعنی کہ خداوند تعالیٰ اس شہر والوں کو کمزور اور پرانگندہ کر دے حاصل یہ ہے کہ اس شہر والوں کو آب شیریں میسر نہ ہوا۔ اہل اس قوم سے دست ظلم کوتاہ نہ ہوا۔

ماحصل بزبان عربیۃ از مؤلف کتاب ہے

الا لعن اللہ الذین توازدوا علی ظلم آل المصطفیٰ و تجمعو ایا سادتی یا آل بدت محمدؐ بکر صد مستعتصم متمتع

روضہ خوانی مجالس عزرا

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ہم نے واقعات منازل راہ شام پیش کر دیئے ہیں گریز مجالس کا ذکر نہیں کیا ہے شیوخ و لشکر ابن زیاد ملعون ان منازل میں اسیران آل محمد کو مروّجہ شاہ راہوں سے نہیں لے گئے انہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مروّجہ شاہ راہوں پر گزرتے ہوئے دستداران آل محمد متصادم نہ ہوں اور

جمعیت کے ساتھ مقابلہ کی نوبت نہ آجائے پس ان ملائین نے آل رسول کو راہ بیراہ لے جانا پس نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محفل کی ریت و گرد و ابرگم ہواؤں نے اسیروں کے چہروں کو متغیر کر دیا تھا۔ ساریاں تیزی سے اونٹ چلا رہے تھے اور بے کجاوہ و محل اسیران کربلا سوار تھے جب اونٹ تیز چلتے تھے تو سیکینہ خاتون اپنی چھوٹی زینب خاتون سے کہتی تھیں کہ چھوٹی اگر اونٹ آہستہ آہستہ چلتے تو ہمیں اسقدر تکلیف نہ ہوتی۔ اے چھوٹی اماں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساریاں ہمیں نہیں پہچانتے آپ ان کو اپنا تعارف کرائیں شاید ان کے دل میں رحم پیدا ہو جائے۔ جناب زینب خاتون نے فرمایا اے بیٹی سیکینہ اگر ساریاں اونٹوں پر نگاہ رکھیں تو البتہ خشکی کم ہو سکتی ہے لیکن اے بیٹی زینب کیا کرے لیکن جناب سیکینہ آپ کو بہت پیاری تھیں، حضرت زینب نے ساریاؤں سے خطاب فرمایا۔

ان جدنا طہ و فاطمہ امہا
و علی والدنا البطیق الانزع

کہ میرے جد امجد حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہ جن کو خداوند عالم نے قرآن میں ناطہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ میری ماں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور میرے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ ہیں اور تم نے ہماری یہ حالت بنائی ہے کہ لوگ ترک دین کی گینزیں سمجھتے ہیں۔ و اما علی بن الحسین السید العلیل مع الصدرا العلیل و دمہ یسبل علی ابن الحسین۔ یعنی امام زین العابدین بیمار و ناتوان ہیں و امصیبتاہ ان کے پیاد مبارکہ اونٹ کے شکم کے نیچے باندھ دیتے ہیں۔ آپ کی رازوں کے رنجوں سے خون ٹپکتا ہے۔ صحرای گرم ہواؤں میں۔ طوق و زنجیر نے اور بھی ٹڈھال کر دیا ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حضرت سجاد مجاہد سے کسی نے سوال کیا کہ

آپ پر سخت ترین مصائب کس جگہ پڑے اور وہ کون سے مصائب تھے تو بیمار کر بلانے سوز دل سے تین مرتبہ کہا۔ اٹام اٹام اٹام، سرنگے میر کہنہ تھا اور گرد و خاص تھے لوگ بیسیوں کے نام لے کر ہنستے تھے۔ پھر سائل نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس طرح شام لے گئے۔ تو بروایت حضرت امام جعفر علیہ السلام کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار محمد باقر علیہ السلام نے اس طرح بیان کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ۔ حلتی علی بعبیر نظم بعبیر وطاء وراس الحسین علی علم ونسوتنا خلقی علی بغال فاکف والغارطہ خلقتنا وحو لنا بالومما ان دمعت من عین احد قمر عراسہ بالدمع حقی اذ ادخلنا الی دمشق۔ مصائب اہلبیت طاہرین میں یہ ایک عجیب مصیبت ہے امام زین العابدین علیہ السلام وائحدہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاغراونٹ پر سوار کیا تھا نہ اس پر حمل تھی نہ ہودرج۔ برہنہ تھا۔ اور ہمارے اہل حم کو نبی زادوں۔ فاطمہ کی بیٹیوں اور بچوں اور ناموس اہل حم کو خچروں پر سوار کیا تھا۔ یہ سب میرے اونٹ کے عقب میں تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی میں ایک لفظ والغارطہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ کہ جو بزدلی کی طرف سے پاسبان مقرر کئے گئے تھے اور یزید ملعون کے ہوا خواہ تھے وہ سب کے سب ہم ظلم و ستم کرتے ہیں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ ہم اس حالت میں دمشق پہنچے۔

مقتل جو ابی مخنف کی طرف منسوب ہے اس کے ایک نسخہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون بجلیک میں رات بسر کی تو وہ سب کے سب نشہ شراب میں غمور تھے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے عصر کے ہنگام تک صومعہ راہب

پہنچے۔

واقعہ صومعہ راہب

جب لشکر ابن زیاد ملعون نزدیک صومعہ راہب پہنچا تو اس جگہ پڑاؤ ڈالا سر ہاد شہداد صومعہ سے ایک طرف رکھے اور دوسری طرف اسیران اہلبیت طاہرین کو جگہ دی۔ اور خود لشکر والے عشرت و سرور میں مشغول ہو گئے۔ اور اہلبیت اہلہارگریہ وزاری کرنے لگے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی یتیم بیٹیاں کبھی گریہ وزاری کرتیں اور کبھی پدر بزرگوار کی لاش کو دفن کرنے کی بابت خیال کرتیں مگر مجبور تھیں کس طرح دفن کرتیں کتاب مقتل میں ہے فلما سمع البیل سمع الراہب دویا کدوی الرعد و تسبیحا و تقديسا۔ یعنی جب تلک کی شب زیادہ ہوگی تو راہب نے تسبیح و تقدیس کی آواز سن۔ اور وہ آواز کرک دار تھی پھر ایک نور پیدا ہوا کہ اس سے عالم منور ہو گیا اور اس کا پر تو صومعہ پر پڑا اور صومعہ میں نور پھیل گیا۔

فالطعم الراہب راسہ من الصومعة یعنی کہ راہب نے اپنا سر صومعہ سے باہر نکالا۔ دیکھا کہ جس نیزہ پر سر بڑیدہ بلند ہے اس سر سے نور ظاہر ہو رہا ہے۔

قد لحق النور بعنان السماء اس سر مطہر کا نور مثل عمود نور آسمان تک بلند ہے راہب نے دیکھا کہ آسمان کے دروازہ کھلا ہوا ہے اور بیشمار فرشتے اس دروازہ سے زمین پر نیزہ کے نزدیک نازل ہو رہے ہیں۔ اور سر مطہر کو مخاطب کر کے سلام کرتے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ السلام علیک یا ابا عبد اللہ راہب نے جب یہ شان دیکھی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ سر مطہر بادشاہ دین و دنیا کا ہے۔ اپنے صومعہ سے باہر آیا۔ لشکر کے اور لوگوں سے دریافت کیا من زعیم القوم۔

کہ تھا راز بزرگ کون ہے۔ لشکریوں نے بتلایا کہ غولی بن یزید ملعون راہب نے غولی بن یزید سے دریافت کیا کہ سر کس بدرگ کا ہے۔ اس نے کہا یہ حسین بن علی کا سر ہے اور رسول خدا کا نواسہ ہے۔ اس کی ماں فاطمہ زہرا دختر رسول ہے۔ راہب نے کہا تبا نکم و نجا جنتم فی طاعة۔ وای ہو تم پر کہ تم نے اپنے پیغمبر کے نواسہ کو قتل کر دیا۔ اور پھر بھی تم اطاعت رسول خدا کے مدعی ہو۔ راہب نے کہا کہ ہمارے علماء نے خبر دی ہے کہ جب مسلمان اپنے نبی کے نواسہ کو قتل کریں گے تو آسمان سے خون برسے گا۔ میں نے روز عاشورا محرم آسمان سے خون کے قطرے گرتے ہوئے دیکھے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی رسول خدا کا سر ہے۔ اب میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ ایک ساعت کے لیے یہ سربارک مجھے دیدو۔ اور وقت کو حج مجھ سے واپس لے لینا۔ غولی ملعون نے سر دیتے سے انکار کیا اور کہا کہ اس سر کو یزید بن معاویہ کو پیش کرنا ہے۔ تاکہ میں اکرام و انعام ملے۔ راہب نے کہا یزید جس قدر درہم و دینار دے گا اس قدر جائزہ میں دیتے کو تیار ہوں۔ چنانچہ غولی راضی ہو گیا اور راہب نے حسب خواہش غولی درہم و دینار حاضر کئے۔ سر مہر نیزہ سے اتار کر راہب کو دیا۔ جب سر مہر امام حسین راہب کو ملا تو راہب رونے لگا اور کہا یعز و اللہ علی یا ابا عبد اللہ ان لا واسیک بنفسی اے فرزند رسول خدا مجھ پر بہت گراں ہے اگر میں اپنی جان آپ پر قربان نہ کروں میں آپ سے عرق کرتا ہوں کہ مجھے آپ درجہ شہادت عطا فرمائیں تاکہ میں شہیدان کربلا میں محشور ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت ابن زیاد سے ادا کیا۔ اشعد ان لا الہ الا اللہ وحد لا شریک لہ وان محمد اصی اللہ علیہ والہ رسول اللہ وان

علیاً ولی اللہ و انک الامام۔ اس کے بعد راہب نے سر مہر غولی کو دے دیا اور اپنی نگاہ اٹھا کر موضع کی طرف دیکھا۔ غولی ملعون اور اس کے ساتھیوں نے وہ درہم و دینار جو راہب نے دیئے تھے آپس میں تقسیم کئے۔ بعد وہ دیکھا کہ وہ مٹی کے ہو گئے ہیں اور ان پر تحریر ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ دیکھ کر لشکر کے لوگ حسرت میں رہ گئے مگر غولی بد نہاد نے کہا کہ اس معاملہ کو چھوڑو اس نے وہاں سے کوچ کیا اور عسقلان میں پڑاؤ ڈالا۔

منزل عسقلان اور ضریر خزاہی کا حمایت اہلبیتؑ

اہلہام میں خروج

علامہ مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل نے منزل عسقلان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس منزل کا تذکرہ سہواً ہو۔ البتہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں تحریر کرتے ہیں کہ عسقلان ایک جگہ ہے کہ اس کو مشہد الراس کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سر مہر امام حسین علیہ السلام اس شہر میں لایا گیا ہے اسی وجہ سے سر مہر کی طرف اس کو نسبت ہے اور مشہد الراس الحنین کے نام سے موسوم ہے مناقب کے علاوہ معین الدین نے بھی کتاب روضۃ الشہداء میں مشہد الراس الحنین کا ذکر کیا ہے اور خصمی طور پر لکھا ہے کہ لشکر ابن زیاد نے ملعون عسقلان میں بھی منزل کی ہے اور واقعہ ضریر خزاہی کو اس شہر کے حالات میں مفضل اور تشریح لکھا ہے واقعہ عسقلان یہ ہے کہ۔

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ لشکر ابن زیاد اسیران اہلبیت طاہرین کو شہر عسقلان میں لایا ہے و عسقلان مدینہ بالشام یعنی عسقلان شام کا ایک شہر ہے وہی عروس الشام یہ شہر شام میں بہت خوبصورت حیثیت رکھتا ہے اسی لیے اس کو عروس شام کہتے ہیں۔ کما فی الصحاح و فی القاموس انه بلد بالساحل الشام بحجة النصارى و کیفیات - یعنی کہ جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے کہ شہر ساحل شام پر واقع ہے اس شہر کا عامل یعقوب عسقلانی تھا اور وہ شام کے امیر لوگوں میں سے ایک تھا۔ اور یعقوب عسقلانی کربلا میں جنگ حضرت امام حسینؑ میں موجود تھا اور اپنا لشکر لے کر واپس چلا گیا تھا۔ جب اپنے شہر کے نزدیک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کو آراستہ کیا جائے اور اہل شہر عمدہ اور فاخرہ لباس پہنیں۔ اور خوشی و سرور کا اظہار کریں۔ اور نتیجہ یزید کا جشن منائیں۔ چنانچہ شہر آراستہ کیا گیا اور بیل و دف بجائے گئے محافل شراب منہقد کی گئی۔ یہاں تک کہ اسیران کربلا کا داخلہ ہوا۔ اس وقت شہر عسقلان میں یزیدی ہوا خواہوں میں حسن منایا جا رہا تھا اور مولیان اہلبیت طاہرین میں صدائے ماتم و نوحہ بلند ہو رہی تھی۔ اسی دوران ایک شیعہ مسافر بھی عسقلان وارد ہوا تھا۔ وہ شور و غل سن کر اپنی منزل سے باہر آیا۔ جدای الخلائق یسقبشرون ویتضاحکون ویزن فوجا فوجا لوگوں کو دیکھا کہ خوش خوش گروہ درگروہ رقص و سرور میں مشغول ہیں اور یزید پلیدی کی فتح کے ترانے گارہے ہیں۔ مزید خزاہی نے کسی سے دریافت کیا کہ شہر کو آراستہ کس لیے کیا گیا یہ خوشی کیسی ہے اس سے جوابا کہا کہ تو مسافر معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ یزید کے خلاف عراق میں بغاوت ہوئی تھی اس کو شامی اور کوئی لشکر نے قتل کیا

ہے۔ مزید خزاہی نے سوال کیا کیا وہ مسلمان تھا یا مشرک و کافر۔ اس پر مزید کو جواب دیا کہ وہ نہ مشرک تھا نہ مسلمان بلکہ معاذ اللہ باغی تھا۔ اور یزید نام مسلمان پر خروج کیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں۔ یزید کا یہ دعویٰ تھا کہ میں بہتر ہوں۔ وہ یہ کہتا تھا کہ میرے نانا رسول خدا ہیں میرے بابا علی مرتضیٰ امام ہدیٰ اس میری ماں فاطمہ زہرا و دختر رسول خدا ہیں۔ میرے بھائی حسن مجتبیٰ ہیں جو صلح کل ہیں۔ یزیدی فوج نے معاذ اللہ اس باغی کو قتل کیا ہے اور ابن زیاد کا لشکر شہیدوں کے سر اور اہل حرم کو اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں۔ مزید خزاہی نے جب یہ سنا تو کلیجہ شق ہو گیا و مصیبتا۔ آنکھوں سے اندھیرا چھا گیا حسینؑ قتل ہو گئے۔ اس دروازہ دمشق کی طرف دیکھا کہ حبس قیدیوں کا قافلہ داخل ہونے والا تھا بے پناہ آزدہام نظر آیا۔ اذا قبلت الروایات وارتفعت الاصوات وبعاء ہا لرؤس و السبا یا علی و کاف البعال و اقطاب المطایا۔ علم کھٹے ہوئے آگے آگے تھے نیزوں پر سر ہا شہداء کربلا نصب تھے۔ اور ان کے عقب میں اسیران خستہ حال۔ بال پریشان سر کھٹے ہوئے نبی زاریاں اور ہجوم عام۔ اور ایک ناقہ عربیان پر سید سجاد علیہ السلام۔ اونٹ کے شکم سے قدم ہا مبارک بندھے ہوئے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ مزید خزاہی آگے بڑھا اور سید سجاد کو سلام کیا اے آقا و مولیٰ میرا سلام قبول فرمائے۔ مزید خزاہی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ادھر اہل زین العابدین علیہ السلام گمبہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اس کو سلام جواب دیا پھر دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ کہ اس بیکس و مظلوم کو سلام کر رہے ہو۔ جب کہ سب لوگ خوش ہیں اور تم درہے ہو۔ مزید خزاہی نے صرف اتنا کہا کہ کاش میں مردہ ہوتا اور یہاں

jabir.abbas@yahoo.com

اور ادھر مزید نے بھی حملہ کیا۔ شور و غل برپا ہوا۔ ان ملعونوں نے اس قدر سنگباری کی کہ مزیدان میں قتل ہو گئے۔ اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شہید ہو گیا ہے۔ مگر مزید خرواعی اسی حالت میں اٹھے اور تھوڑے سے فاصلہ پر کچھ مرسلین کے مرادات تھے اور لوگ زیارات کر رہے تھے مزید وہاں پر پہنچے دیکھا کہ یہاں پر لوگ برہنہ سرگرمیاں چاک ماتم و نوحہ کر رہے ہیں۔ مزید نے اس قوم سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم ماتم کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا اے جوان ہم دوستداران آل رسول ہیں اگر تو بھی ان کا محب و دوست ہے تو شریک ماتم بہادر نہ یہاں سے چلا جا۔ مزید نے اپنا سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ میں تو دوستداران محمد ہوں یہ کہہ کر سن پر گریہ طاری ہو گیا۔ اپنے ارادہ میں مضبوطی پیدا کی اور سامان حرب خرید کیا کہ خروج کریں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس کے بعد کے حالات علیحدہ منضبط کئے ہیں اگر مزید خرواعی نے خروج کیا ہوگا تو اسیران کربلا کے کوئٹہ کرنے کے بعد تاکہ حرمت و تقدیس اہلبیت اہلدار دشمنوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہو۔

العلم عند اللہ۔

مزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ

دمشق خبر ملنا

ملازم مرحوم کتاب الایض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ فدا قارب خیل الکوفان من الدمشق بعد طی المراحل نزلوا منزلا الی دمشق اربعة فراسخ۔ جب کوفہ و شام کا لشکر سر امام حسین علیہ السلام کو لے کر اور اہل حرم کو اسیر کر کے دمشق آ رہا

نہ آتا دفتران فاطمہ اسیر ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں۔ میں مسافر بھی ہوں تہما بھی ہوں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے جوان میں تم سے بڑے محبت محسوس کر رہا ہوں مزید خرواعی نے عرض کیا مولیٰ کوئی خدمت کرنے کا موقع رحمت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ سر ہاء شہداء پر کھلاں شخص موکل ہے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ سر ہاء شہداء کو اہل حرم کے اونٹوں سے دور لے جائے تاکہ تماشا شائی لوگ سہول کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نبی زادیوں پر نظر نہ پڑے مزید نے عرض کیا مولیٰ ابھی جاتا ہوں چنانچہ مزید اس کے پاس گئے اور اس کو پہچاس دینار دیئے اور کہا کہ سر ہاء شہداء کو اسیروں کے اونٹوں سے دور لے جا بعدہ مزید خرواعی امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کوئی اور حکم ہو تو ارشاد فرمائیں ہمارے۔ یار امام علیہ السلام نے فرمایا مزید اگر ہو سکے تو کچھ چادریں لا دو تاکہ اہل حرم اپنا سر ڈھانپ سکیں۔ مزید گئے اور چادریں لائے۔ سید سجاد کے لیے عامہ جہتہ لائے۔ اور پیش کنیں کہ بازار میں شور و غل برپا ہوا۔ مزید نے نظر کی دیکھا کہ شہر و لا الحرام لٹہ شراب میں مست، سنگ ناپاک کی صورت میں آ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ خوشیاں کرو۔ بعض ناروا الفاظ بھی امام علیہ السلام کے بارے میں کہے۔ مزید سے ضبط نہ ہو سکا آگے بڑھے اور اس مردود کے گھوڑے کی لجام تھام کیا اور کہا اے شمر نیزہ پر کس کا سر بلند ہے کیا تو حسینؑ کے ناناکا کلمہ نہیں پڑھتا۔ بدستخت تو نے آل رسولؐ کو تباہ و برباد کر دیا نبی زادیوں کو اسیر کیا ہے۔ لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں تجھے خوف فدا نہیں ہے۔ جب شمر ملعون نے مزید کا کلام سنا اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ مزید پر حملہ کریں۔ کوئی لوگوں نے مزید خرواعی پر حملہ کیا۔ اور وہ بے ادب لوگ سنگ سنگ باری کرنے لگے۔

تھا تو ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ ورد ابوہبیتؓ اظہار کی خبر یزید کو پہنچ چکی تھی مگر پھر بھی لشکر ابن زیاد کے امیر نے یزید کو نامہ تحریر کیا اور سربراہ شہداد کے پہنچنے کی خبر تحریر کی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کا قاصد یزید کے پاس پہنچا تو اس وقت یزید کے سرخس پر رومال بندھا ہوا تھا اور وہ گرم پانی کے ایک طشت (یعنی ٹب) میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اعصابی درد میں مبتلا تھا اور طبیب نے گرم پانی میں بیٹھنے کی اس کو ہدایت کی تھی بنی امیہ کی ایک جماعت بھی اس وقت موجود تھی کہ قاصد دروازہ سے داخل ہوا اور کہا کہ راس الحسینؑ سے تیری آنکھیں روشن ہوں۔ یزید بد نہاد نے کہا کہ تیری بھی آنکھیں روشن ہوں ابی مخنف کی طرف منسوب مقتل ہی ہے کہ قاصد نے آواز بلند یہ کہا کہ تیری آنکھیں روشن ہوں یزید ملعون نے لوگوں میں یہ کہا کہ میں اس خبر سے خوشحال نہیں ہوں اور قاصد کو زندان بھیج دیا پھر یزید نے طبیب کی طرف توجہ کی اور کہا جو کچھ علاج کرتا ہے جلدی کرو۔ طبیب کے جانے کے بعد یزید ملعون نے اولاً ابن زیاد کا خط پڑھا۔ اور جو مصیبتیں سرام حسینؑ پر پڑیں ان کا بغور مطالعہ کیا اور انکشت بدندان ہو کر کہے لگا کہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے وہ میری اجازت سے نہیں کیا۔ اس نے خود امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اور اہل حرم کو اسیر کیا ہے۔

حاضرین مجلس یزید نے جب نامہ پڑھا تو کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بہتر تھا۔ ہذا ما کسبت ایدیکہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابن زیاد بد نہاد نے اس نامہ سے پہلے ہی یزید کو اطلاع دیدی تھی مگر یزید نے اس کو ظاہر نہیں کیا۔ علاوہ ان میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ تھا کہ یزید کے

خبر می کارندوں نے ابلیسؑ اظہار کے اسیر ہونے کی خبر دیدی تھی بہر حال جب یزید کو نامہ ملا تو اس نے حکم دیا کہ شہر دمشق آراستہ کیا جائے۔ قتل حسینؑ کی خوشیاں منائی جائیں۔ اور خود یزید کی تاج پوشی کی جائے چنانچہ دمشق شہر سجایا گیا۔ گلی کوچہ تماشا یوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ فافرو لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور اس آرائش سے اہل دین شرمندہ ہو رہے تھے۔ دین اسلام پڑ مردہ ہو رہا تھا۔ شریعت رسولؐ خدا کے نقوش مٹ رہے تھے۔ قرآنی احکام پس پشت ڈال دیئے گئے تھے۔ اور یزید شاہنشاہ بنا ہوا تھا اہل شام سے حقیقت کو چھپایا جا رہا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے کہ جنہیں قتل امام حسینؑ کا علم ہو۔

اسیران ابلیسؑ کا شام میں داخلہ اور نجوم عام

مصنف کامل التقیفہ لکھتے ہیں کہ قریب قریب پانچ لاکھ مرد و زن تماشائی موجود تھے بیرون دروازہ شام لوگوں کی کثرت اور خوشتر کاسماں پیش کر رہی تھی۔ اسی دوران اسیران کربلا اوٹوں پر سوار نمودار ہوئے۔ مخدرات کے سر برہتھے بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی گویا چادر گرد پردہ کر رہی تھی شامی لوگوں نے شور مچایا کہ باغی و خارجی (معاذ اللہ) آگئے۔ اس وقت ابلیسؑ اظہار میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کیا بابا علی آئیے۔ مزار سے نکلتے اور دیکھتے کہ آپ کی بیٹی زینبؑ کس طرح قیدی بنائی گئی ہے۔ اور سب زیادہ ظلم کی بات یہ تھی کہ شامی لوگ آل رسولؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہہ رہے تھے اور ہمارے بیمار امام زین العابدینؑ سن رہے

تھے۔ وسیعہ الدین ظلموا ای منقلب یقبلون سے
 شخصی سوال کرد زبیرا کر بلا کامی بتلا کو قہ دای داغلہ شام
 جو رکلام و رطہ شمارا عظیم تر آہی کشید گفت کہ دادا جغانی
 کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سوال کیا کہ اسے بتلا بیداد
 کو فیال اور اسے گرفتار مصیبت شام۔ تم پر جو ظلم و ستم ہوئے ہیں اور تمہاری
 شہادت عظیم تر ہے آپ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ جفا و شام کی داد چاہتا
 ہوں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین
 علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا حمید علی بیہ و طاء و اس
 الحسین علی علم و نسوتنا خدقی علی بغال خاکت یعنی کہ مجھے ایک لاغر برہنہ ہونٹ
 پر سوار کیا تھا۔ اور میرے بابا کا سر مطہر ایک نیزہ پر بلند تھا۔ اور مخدرات حسرت
 خیز دل پر سوار کی گئی تھیں ہمارے چاروں طرف لشکر ابن زیاد کے لوگ تھے۔ ہم
 اس طرح داخل دمشق ہوئے رسید کہتے ہیں کہ جب امیران کربلا نے یہ مشورہ دیا
 دیکھا تو جناب ام کلثومؓ نے شرمیلوں کو بلایا فقال علیک حاجتہ فرمایا کہ اے
 شمر میں تجھ سے ایک حاجت بیان کرتی ہوں شمر نے کہا بتاؤ کیا حاجت ہے
 آپ نے فرمایا ہمیں ایسے دروازے سے داخل کر کہ جہاں تماشا خانہ کم ہوں۔
 اور ان سربراہ شہداد کو ہم سے دور کر دے تاکہ لوگ سردوں کے دیکھنے میں مشغول
 ہوں ہم اولاد پیغمبرؐ خدا ہیں جب لوگ دیکھتے ہیں تو ہمیں بے حد مدد ہوتا ہے۔
 لیکن اس ملعون نے نہ مانا۔ اور سربراہ شہداد اور مومنوں سے جدا نہ کئے۔ کتاب
 منتخب میں ہے کہ سہل بن سہل شہر زورلی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے شہر
 زور سے بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے نکلا۔ وہ ایام قتل امام حسینؑ تھے

جب شام پہنچا تو میں نے ایک اڑھام دیکھا۔ شہر کو آراستہ دیکھا۔ اور تماشا خانہ
 لوگ باس فخرہ پہنے ہوئے تھے میں کسی سے سوال کیا کہ یہ آرائشیں شہر
 کیسی ہے۔ مجھے بتلایا کہ معاذ اللہ کسی خارجی نے کہ جس کا نام حسین ابن علی
 ہے یزید خروج کیا تھا۔ وہ قتل ہو گیا اب اس کا سر اور اس کے اہلیت داخل دمشق
 ہوئے ہیں جس کی خوشی میں شہر آراستہ ہوا ہے۔ سہل نے جب نام حسین
 ابن علیؑ سنا تو بے ساختہ کلمہ استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون بیان کر دی
 کیا اور کہا کہ قتل فرزند رسولؐ خدا پر یہ خوشی کا مظاہرہ ہے اسی اثنا میں شہداد
 کے سربراہ مبارک داخل دروازہ دمشق ہوئے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا
 کہ سربراہ حسین علیہ السلام آگے آگے اور آپ کے سر کے ساتھ حضرت قمر بنی ہاشم
 عباس علمدار کا سر مبارک داخل ہوا۔ یہ ہر دوں سے جلالت و نور ظاہر ہو رہا تھا جب
 میں نے سر مبارک امام حسینؑ دیکھا تو طاقت و تاب صبر نہ رہی میں نے اپنے موہنہ
 پر طانچہ مارے و احینہ کہہ کر رونے لگا۔ اپنے گریبان کو چاک کر دیا۔
 قریب تھا کہ صدمہ سے میری روح نکل جائے۔ میں نے عالم تصور میں روح
 پیغمبرؐ خدا سے خطاب کیا یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں قیدی ہو کر شام آئی ہیں پھر
 میں نے پکارا ابن علی ابن ابی طالب۔ کہ علی کہاں ہیں مولاد کو آئیے۔ میں
 گریہ و زاری کرتا رہا مگر چونکہ بہت زیادہ لوگ تھے وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئے
 اور سربراہ مبارک کے دیکھنے میں مشغول رہے اسی اثنا میں محل جناب زینبؑ خاتون
 گدرا۔ میں آگے بڑھا اور کہا السلام علیکم یا اہل البیت محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 ان مخدہ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا اے عید خدا تو کون ہے کہاں کا ہے
 والد ہے کہ اس شہر میں تو میں سلام کر دیا ہے میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت

میں شہر زوری کیا سب بندہ ہوں اور پہل میرا نام ہے اور میں خدمت حضرت رسول خدا میں رہا ہوں۔ اس وقت بے تکلف رہنے کے لیے فرمایا اے پہل دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے ہمیں کس طرح ذلیل و رسوا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ سارے بازار سے کہہ کر سر ہار شہداء۔ محلوں سے علیحدہ رکھیں تاکہ تماشا خانوں کے سروں کے دیکھتے ہی مشغول ہوں اور ہمارا پردہ رہ جائے۔ پہل کہتے ہیں کہ میرا ساتھی نصرانی تھا میں اسے اس سے ذکر کیا اور ہم دونوں نیزہ دار کے پاس گئے۔ اور اس سے درخواست کی کہ سر اسیروں سے علیحدہ لیجائیے۔ مگر وہ بد سخت زانی نہ ہوئے بلکہ ہمیں گالیاں دیں۔ میرے رفیق نصرانی کی نظر امام حسین علیہ السلام کے مبارک پر پڑی۔ اس کے دل پر ایک غاص اثر ہوا۔ اس نے دیکھا اور سنا کہ سر مطہر امام مظلوم نے اس آیت کی تلاوت کی ولا تحسبن الله غافلاما يعمل الظالمون توفیق ایڑی اس کے شامل ہوئی وہو متقلد سیفنا و شہ علی القوم ایک تلوار خون نشان اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ چونکہ وہ مظلومی اسیران کر بلا دیکھ چکا تھا اور مبارک کا تلاوت قرآن کرنا دیکھ چکا تھا۔ اس نے باؤں بلند کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا کہ اشھدان لا اله الا الله و اشھدان محمد رسول الله کہہ کر مشرف باسلام ہوا ثب انتضی سیفہ و شد علی القوم۔ تلوار پیام سے نکالی اور شامیوں پر حملہ کر دیا۔ اور ایک جماعت کو زخمی کیا اور کچھ لوگ واصل جہنم گئے۔ اس وقت ایک بڑا ہجوم اس پر آپڑا۔ اور نصرانی تازہ محب آل رسول زخمی ہو کر زمیں پر گرا۔ اور اس کا سر اڑنٹوں کے پیروں تلے کچل گیا۔ اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔ ام کلثوم نے کسی دریافت

کیا کہ کیا ماجرا ہے جواب ملا کہ ایک نصرانی سر سید الشہداء دیکھ کر متاثر ہوا وہ مشرف باسلام ہوا اور اسیروں کی حمایت میں جہاد کیا اور اڑنٹوں کے پیروں تلے اگر شہید ہو گیا۔ اس وقت جناب ام کلثوم نے فرمایا اے بے حیا قوم نصرانی تو حرمت اولاد رسول خدا کرے اور تم تماشا بن رہے ہو۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہل نے کسی سے سوال کیا کہ اسیران کر بلا کس دروازے سے داخل ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ باب الساعات سے داخل ہوں گے۔ مرحوم علامہ کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ شام میں اس نام کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس دروازہ کا نام دردار الامارہ ہے چونکہ اس دروازہ پر اہلبیت طاہرین تین گنتہ کھڑے ہیں پس یہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ بلکہ باب جیرون باب غیران سے گزرنے کی خبر بھی پائی جاتی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں باب البجایہ کا نام آتا ہے کتاب تیرغلاب میں زہری سے منقول ہے کہ ایک عیب اسیران اہلبیت اطہار اور سر ہار شہداء داخل دروازہ ہوئے تو یزید ملعون دروازہ جیرون پر بیٹھا ہوا تماشا خانہ اہلبیت دیکھ رہا تھا اس وقت ایک نازک کوٹا نے بلند آواز میں قہقہہ مچایا جسے یزید ملیح نے فال بد تصور کیا۔ اور پھر یزید نے اس مضمون پر بیانیہ اشعار انشاء کئے کہ اے غراب (کوٹا) کیا فریاد کر رہا ہے کیا شور مچا رہا ہے ناہر کس لیے قواڑتا ہوا آیا ہے میں نے اپنا کام خود بنایا ہے یعنی حسین فرزند رسول خدا کو قتل کر دیا ہے۔ اور اس نے اس طرح اپنے دل سے اس غصہ کو دور رکھا ہے کہ محمد عربی نے میرے اجداد کے سر کاٹے ہیں۔ گویا محمد کا قہقہہ میرے ذمہ تھا کہ اُسے ادا کروں اور اس کی اولاد کے سر قطع کروں دین وہ قہقہہ

ہے کہ جس کے ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہو یعنی کہ یزید وقت کا منتظر تھا کہ وہ تخت خلافت پر بیٹھے اور آل رسول کو تباہ و برباد کرے۔
اشعار عربی یہ ہیں

لما بدت تلك الرؤوس واشترقت تلك الشمس على ربي جبرون
لعب الغراب فقلت صحام لا نصحر فلققت قضيت من النبي ديون
ايل دلا کے لیے یہ اشعار مزنیہ ہیں جسے جناب اُمّ کلثوم نے پڑھا اور علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے۔

تعدی سبایا جربلا الی الشام والبلد
قد انتعلن بالدماء لیس لهن فاعل
الی یزید الطاغیة معدن کل و ابیتہ

شام میں ورود اہلبیت اطہار اور صدر دروازہ مسجد پر
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک شامی بزرگ

کے ساتھ احتجاج

شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور ابن نما فرماتے ہیں کہ جب اسیران اہلبیت قریب دمشق پہنچے عبداللہ بن ریح حیری کہتا ہے کہ میں یزید کے پاس موجود تھا کہ زہرا بنت قیس ملعون قہر یزید کے دروازے سے داخل ہوا اُس نے دریافت کیا اے عبداللہ بن ریح ما ورائک وما عندک تیرے نزدیک کیا خبر ہے یعنی کوئی خبر ہو

تو بیان کر۔ اس ملعون نے کہا کہ اے یزید مجھے حسین پرنس و کامرانی مبارک ہو کہ حسین نے اٹھارہ جوانان ہاشمی اور ساٹھ اصحاب و انصار ہمارے مقابل کئے اور سب کے سب قتل ہو گئے۔ اور ان کے سر ہاں بریدہ ہم یہاں لائے ہیں اور ان کے لاشے بے گور و کفن۔ خون میں غلطان ریگ کر بلا پر پڑے ہیں۔ دن کی دھوپ لاشوں پر پڑتی ہے اور صحرا کی گردان کا کفن بنی ہوئی ہے۔ اور اسیران کر بلا و سر ہاں شہداء متین دن سے یہاں سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرے رہے اور روز چہار شنبہ۔ پندرہ ربیع الاول کہ مدت دو ماہ چھ روز ہوتی ہے کہ حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اب وہ دار دہشہر ہوئے میں کتاب کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ تین دن شہر شام آلاستہ کیا گیا یاں وجہ داخلہ اہلبیت میں تاخیر ہوئی۔ اور جب دربار یزید میں تمام درباری، اموی و جہ داخلہ اہلبیت میں تو جیسا کہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر ہاں شہداء کر بلا علماء نصاریٰ جمع ہو گئے تو جیسا کہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر ہاں شہداء کر بلا باب حیران سے داخل کئے گئے۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا کہ جو وہاں پر جمع تھے میں نے دیکھا کہ وہ علم دروازے سے شہر میں وارد ہوئے جن پر شہداء کے سر ہاں مبارک تھے اور ان کے عقب میں اسیران کر بلا تھے اور سر ہاں بریدہ امام حسین علیہ السلام ایک طویل۔ یعنی کہ میں ہی طویل نیزہ والا ہوں کہ جس پر سر امام حسین ہے۔ اس وقت حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو اس پر فخر کرتا ہے حسین کہ تین کا سر تو بلند کر رہا ہے وہ ہیں کہ جبریل نے ان کا گوارہ بھلایا ہے۔ اور میکائیل لوریاں دیا کرتے تھے حسین کا نام قائم عرش پر کندہ ہے۔ حسین کے نانا رسول خدا میں اور ماں فاطمہ زہرا بنت رسول خدا میں سر امام حسین کے بعد حضرت علی اکبر کا سر مبارک تھا۔ پھر سر حضرت عباس علیہ السلام

تھا اور آپ کا سر جس نیزہ پر نصب تھا اس کو قطع جعفی ملعون اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ سر عون تھا۔ نیزہ دار سنان بن انس نخعی تھا اور اصحاب یاور و انصار کے سر بار بیدہ میں آگے آگے نیزہ پر حضرت حُربن یزید راجی کا سر تھا۔ اور اس کا نیزہ اٹھانے والا شمر و لہ الحرام تھا اور ابن زیاد بکر دار نے جناب شمر شہید کے کان میں ایک رقعہ لٹکایا تھا اور اس رقعہ میں جناب حُر کا اشارہ کیا ہوا قصیدہ تھا جس میں حُرنے بنی امیہ، یزید بن معاویہ اور ابن زیاد کی قدر و بڑائی نظم کی تھی اور مدح حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نمایاں طور پر تھی۔ یہ رقعہ اس لیے تھا کہ یزید اس کو دیکھے تو آل رسول کے خلاف جذبہ عداوت اور زیادہ پیدا ہو سہل کتاب ہے کہ سر شہداء کے بعد اسیران کو بلا تھے اور ان میں آگے آگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور اہلبیت اطہار فریاد کر رہے تھے وابتاہ و امحمد اہ و اعلیاء و احسناء و احسیناء و عباساء و حمزتاہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی نے مجھے اور سے پکارا میں ان کے گونڈ کے نزدیک پہنچا دریافت کیا اے مخدرہ کس لیے آواز دی ہے۔ اس مخدرہ نے دریافت کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں سہل بن سعد شہر زوری ہوں۔ میں آپ کے گھرانے کا غلام ہوں آپ کے گھرانے کا دوستدار ہوں۔ کوئی فرمائش تو کیجئے اُس نے امام زین العابدین کی طرف اشارہ کیا سہل حضرت سید سجاد کی خدمت میں آیا مولیٰ میں آپ کے گھرانے کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔ دوستدار ہوں کچھ حکم ہو تو فرمائیے آپ نے فرمایا اے سہل کچھ درہم رکھتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مولیٰ ہزار درہم میرے پاس ہیں اس پر سید سجاد نے اس سے کہا کہ یہ درہم اس نیزہ والے کو دو اور اس سے کہو کہ سر بیدہ کو الحرام سے دور

لے جائے تاکہ دار ثمان عصمت پر ان لوگوں کی نظریں نہ پڑیں۔ سہل گیا اور درہم دیئے۔ اور واپس آکر خدمت امام علیہ السلام فرمائش کے پورا ہوئے کی خبر دی۔ سید سجاد نے یہ مرثیہ کہا۔

افاد ذلیلا فی دمشق کانتی من الزنج عبد غاب عنہ نصیرہ
و شیعنی امیر المؤمنین و زیدہ
فیالیت اعی لہ تلک فی ولہا کن یولی فی یزید فی البلاد اسیرہ
ما حصل ان کلمات کلہ ہے کاش میں زندہ نہ ہوتا اور یزید پلید کا موہنہ نہ دیکھا۔
اور مجھ کو وہ قیدی کی صورت میں نہ دیکھتا۔ یہیں اس طرح قیدی بنایا گیا ہے جیسے ترک و دہلم کے اسیر ہوں میرے جدا نجد حضرت رسول خدا میں میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو رسول خدا کے وزیر اور خلیفہ ہیں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب اللعالی میں فرماتے ہیں کہ ایک گروہ کہ جو اسیران آل محمد کے ساتھ کوفہ سے شام آیا تھا روایت کرتا ہے کہ جیسے ہی ہم وارد شام ہوئے وقت ظہر تھا۔ اہلبیت رسول اور ذریت فاطمہ زہراؑ برہنہ سر و چہرہ (صرف بالوں سے موہنہ چھپا ہوا تھا) تھے اور تماشا بے حیا لوگ اپنے رسول کی اولاد کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ مارا بیٹا سبایا احسن من ہولاء۔ کہ قیدی تو اس شہر میں بہت دیکھنے میں آئے ہیں لیکن ان اسیروں کی طرح بزرگ و پاکیزہ قیدی اب تک نہیں دیکھے ہم نے ان مخدرہ سے دریافت کیا کہ من اتم کہ تم کس سلسلہ سے ہو۔ سیکینہ بنت الحسین نے فرمایا کہ اے شخص نحن اساری من آل محمد کہ ہم اہلبیت محمد میں جو قیدی بنائے گئے ہیں اسی اثنا میں قیدی مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں پر تماشا یوں کی کثرت تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر پہنڑائے

ہوئے طوق پہنے ہوئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیر دل میں بیڑیاں پہنے ہوئے تھے کہ آپ کے اونٹ کے نزدیک کہ شامی سن رسیدہ شخص آیا اور باواز بلند کہا۔
الحمد لله الذی قتلکم و اھلکم و قطع قرن الفتنہ - کہ شکر خدا ہے کہ تم کو قتل و ہلاک کیا اور شاخِ فتنہ کاٹ دی۔ اور اس نے جو باپا سخت و سُست اور ناروا الفاظ کہے۔ جب وہ غموش ہوا تو حضرت سید سجادؑ اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے شیخ کہا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ کیوں نہ پڑھتا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ آیت مجیدہ پڑھی ہے۔ قُلْ لَا اسئلكم علیہ اجرًا الا المودة فی القربی۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب کہدو کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ قرابتداروں کی مودت کا طالب ہوں۔ اس پیر نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وَاَتِ الْقُرْبٰی حَقَّہ۔ پڑھی اس نے کہا کہ ہاں ضرور پڑھی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ آیت کہ وَاَعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنْ لِّلّٰہِ خُمُسُہٗ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔ پڑھی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ آیت بھی پڑھی ہے پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیَذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسُ اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ پڑھی ہے اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے اس شیخ نے پوچھا کہ تمہارا ان آیات سے کیا رابطہ و تعلق ہے یہ تو تمام آیات اولادِ عزت رسول خدا سے متعلق ہیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ ہم عزت رسول خدا ہیں ہم اولادِ فاطمہؑ ہیں ہم علیؑ کے فرزند ہیں۔ اور یہ فرما کر سید سجادؑ روئے گئے جب اس پیر بزرگ نے یہ سنا تو کہنے لگا آہ یہ تو آل رسول ہیں کہ جن کو شامیوں نے قیدی بنایا ہوا ہے۔ آل رسول کجا اور اسیری کجا۔ صاحبانِ تطہیر کجا اور دربارِ شام کجا اس

شخص نے اپنا سر اٹھایا سید سجادؑ کو دیکھا اور کہا باللہ انتہہ ہر کیا۔ بخدا تم غناوہ رسالت سے ہو۔ آپ نے فرمایا باللہ نجات ہر کہ خدا کی قسم ہم وہی ہیں کہ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اس نے عرض کیا خدا را مجھے معاف فرمائیں مجھے آپ کی معرفت نہیں تھی العفو العفو اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر کہا بارالہا میں توبہ کرتا ہوں میں یزید اور دشمنانِ آل سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اور آلِ محمدؑ سے تولی رکھتا ہوں اس نے علامہ زین پر پھینک دیا اور کہا آہ حسین بن علیؑ شہید ہو گئے اور آل رسولؑ اسیر ہو گئے۔ پھر اس نے بیمار امام سے عرض کیا۔ مولیٰ میری توبہ قبول ہے یا نہیں آپ نے فرمایا اے شیخ تیری توبہ قبول ہے یہ سن کر اس نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہو بروایت لہوف اس کی خبر یزید ملعون کو ہو گئی اور اس نے اس مرد بزرگ کو قتل کر دیا۔ اور اس کی روح شہداء کی ملاک خدمت میں پہنچ گئی

مقدمہ درود اہلبیت اطہار باخبرائے شام اور

شکوہ مؤلف

جو کچھ کتبِ مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسیرانِ اہلبیت اطہار جس روز وارِ دغائبہ شام ہوئے ہیں اسی روز ان کو دربارِ یزید میں پیش کیا گیا ہے اور ذاکرینِ دواعظین حضرات ایسا ہی بیان کرتے ہیں لیکن روایات کی پیروی کرنا ہر کس و نا کس کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ فی زمانہ روزگار کو چمکانے کے لیے رواہِ عامہ اور عبا کا سہارا لیا جاتا ہے حالانکہ اس لباس کی زینت علم و فقہ سے عبارت

ہے رہا خواندگی مجالس کا کام سو مجالس میں اہل علم و اہل نظر بھی ہوتے ہیں۔ پس حقائق اور روایت فہمی کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ بہر حال مؤلف کتاب کی دلی آرزو ہے کہ فاضلین و ذاکرین حضرات وسعت نظر پیدا کریں اور روایات کی جانچ و پرکھ کے بعد ان کو صرف بیان قرار دیں۔ الغرض بغرض محال اہلبیت النبوة اقل روز شام پہنچے مالا کہ ایسا نہیں ہوا ہوگا کیونکہ شام سے چاند فرسخ کے فاصلہ پر لشکر ابن زیاد نے پڑاؤ ڈالا تھا اور یزید کو خیر آمد اہلبیت ہو گئی تھی بلکہ شام میں عام طور پر خبر پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے شام سے لے کر لشکر ابن زیاد کے پڑاؤ کی جگہ تک اثر دھام تھا اور راستہ گزرنے کے لیے جگہ کا ملنا دشوار تھا چنانچہ کامل التیقفہ میں ہے اور دوسرے حضرات نے بھی لکھا ہے کہ۔

منہم من العبور فی المأبى و السکک من کثرة الخلائق و هم یبشرون یرقصون یغنون بالدفوف و المزامیر و البوقات و الطبل کہ تماشائی لوگوں کی وجہ سے راہ نہ ملتی تھی کہ سر ہار شہداء اور اسیروں کو شام تک پہنچائیں۔ تماشائی گروہ درگروہ رقص و مرقع اور شہنائی بجانے میں مشغول تھے۔ دف بجائے جلیے تھے۔ طبل کی آوازیں فضا میں بکھری ہوئی تھیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے ہر چند چاہا کہ اہلبیت کو باب الساعات سے لے جائیں یعنی اس دروازہ سے داخل شہر کریں لیکن وہ ناکام رہے۔ آخر کار اسیرانِ کربلا اور شہداء کے سروں کو ایک دوسرے دروازہ سے کہ جس کا نام نود تھا داخل شہر کیا۔ الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ وقت ظہر تھا کہ اسیروں کو جامع مسجد میں پہنچایا گیا۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ بعد از زوال وقت نماز دوم اہلبیت اظہار دارالامار کے مدد دروازہ پر کھڑے رہے اور درگروہ پیش گوئی کا اثر دھام تھا۔ ابی مخنف اپنے مقل میں

لکھتے ہیں کہ جب سر ہار شہیدان کربلا اور اسیران کربلا یزید کے دروازے پر پہنچے میں فادقوا ثلاث ساعات فلاجل ذلك سبی بباب الساعات۔ چونکہ تین گھنٹہ تک اس دروازہ پر اسیروں کو ٹھہرنا پڑا پس وہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ علاوہ ازیں یہیں سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ تین گھنٹہ تک داخل دربار ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ لہذا اس روز اتنا وقت باقی نہ رہا ہوگا کہ سر ہار شہداء اور قیدی داخل دربار کئے جائیں دوسرے دربار یزید کے جہاں وہ پلید خود بیٹھا ہوا تھا وہاں تک پہنچے میں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پہنچنے میں اکثر ایسے واقعات رونما ہونے کا امکان ہے کہ جس کے وجہ سے کافی وقت صرف ہو سکتا ہے پس یہی قرین عقل ہے کہ وارد شام ہونے کے دوسرے دن سر ہار شہداء اور اسیران حرم داخل دربار یزید ہوتے ہیں۔

دوسرے جناب سکینہ خاتون نے دربار میں قربا کہ کل شب کہ ہمیں اس درخانہ خرابہ میں جگہ دی گئی میں نے خواب دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل حرم داخل دربار ہونے سے پہلے دروازہ دارالخلافہ میں ٹھہرے اور شب بسر کی۔ اور دوسرے دن دربار میں پیش کئے گئے اور اس روز کہ جس دن شام پہنچے میں داخل دربار یزید نہیں ہوئے ہیں۔ علامہ مجلسی ہمارے نقل کرتے ہیں ایک شخص جی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مجھے کسی رفیق کے ساتھ شام لے گئے۔ جعدوہ فی بیت ان کو یعنی اسیران کربلا کو ایک خراب مکان میں ٹھہرایا۔ کہ اس کی چھت بہت بوسیدہ تھی قیدی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ چھت گرے اور ہم دب کر ہلاک ہو جائیں اور جو لوگ پاس بان تھے وہ بھی ایسا

ہی کہتے تھے قطب راوندی نے بھی قریب قریب اسی مضمون کی تائید کی ہے کہ پاسبان اسیروں پر طعنہ زنی کرتے تھے کہ ان کو اس جگہ اس لیے ٹھہرایا ہے کہ سقف گرے اور یہ دب کر مر جائیں۔ غرض کہ یہاں شب کو رہنے کے بعد دوسرے دن پیش از ظہر اسیران اہلبیتؑ اظہار داخل دربار یزید پلید ہوئے۔ غلام یہ ہے کہ شام میں داخل ہونے کے دن۔ اسیران کربلا رسن بستہ بھی تھے اور ان کے قتل کئے جانے کا غالب گمان بھی تھا۔ مفصل تحقیق کے لیے کتاب ریاض الاحسن ملاحظہ ہو۔

دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور

سرباء شہداء کا داخل دربار ہونا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ سرباء شہیدان کربلا اور اسیران اہلبیتؑ اظہار جب وارد شہر ہوئے تو اسی روز مجلس یزید میں پیش نہیں کئے گئے بلکہ ایک بوسیدہ و شکستہ مکان میں جگہ دی گئی اور شب گزارنے کے بعد دن میں قبل از ظہر داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ یزید کے دربار دوسرے ممالک کے سفراء، شام کے امراء و رؤساء اور اراکین سلطنت خون آشام موجود تھے۔ اور خود یزید پلید رزق برق لباس شاہانہ پہنے ہوئے تخت خلافت پر بیٹھا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شایان کسریٰ کا دربار ہے کہ جس کا اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یزید نے دوسرے لوگوں کو بھی بادائش حاضر دربار ہونے کا حکم دیا تھا دربار میں کھلے بندوں شراب چل رہی تھی۔ اور اسیران کربلا۔ رسن بستہ حاضر دربار تھے اور سید سجادؑ طوق و سلاسل پہنے ہوئے

تھے۔ سرباء برہنہ تھے۔ آل رسولؐ بھرے دریا میں قیدی بنے ہوئے تھے اور عورت آل ابوسفیان پس پردہ بیٹھی تھیں۔ وحسرتاہ جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہو وہ بے پردہ دریا میں بلائی جائیں۔ ابن زیاد بد تہاد نے اعلان کیا تھا کہ جس کا دل چاہے اسیروں کا تماشا دیکھنے آئے۔ وامصیبتا کہ نبی زادیاں اور امام زین العابدینؑ شترانی کے دربار میں۔ سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ میں رسن بستہ کیا تھا۔ دربار میں جب آل رسولؐ کو تازیانوں کا نشانہ بنایا تو حضرت علیا زینبؑ بیکس نے سوز دل سے اپنے بابا علی مرتضیٰ سے فریاد کی ہے

یہی بتا زیانہ بھی زربعا بد بیار

رخ سکیدہ زرسبیلی کی کبود نمود

یعنی تازیانہ سید سجادؑ کو اور سکیدہ خاتون کو ٹانپے مارے گئے۔ وحسرتاہ حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکیدہ کجا اور طانسجہ کجا سید سجادؑ امام زمانہ کجا اور تازیانہ کجا۔ دربار میں سرباء شہداء اسیروں کے سامنے تھے اور میسروں کو اپنے اپنے عزیز یاد آئے تھے کوئی بی بی علی اکبرؑ رو رہی تھی۔ کوئی بی بی حضرت عباسؑ کو یاد کر رہی تھی کوئی بی بی قاسمؑ کی لاش پائمال سم اسپان کا تصور کئے رو رہی تھی اور زینبؑ خاتون کی نگاہوں کے سامنے سربیدہ حسینؑ مظلوم تھا۔ سہل کہتا ہے کہ جب اسیران اہلبیتؑ دارالامارہ کے صدد دروازہ پر تھے اس وقت پانچ عورتیں یزید کے محل کے غرفہ (دریچہ) میں بیٹھی ہوئی دیکھ رہی تھیں ان عورتوں میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی جو نہایت گندیہ صورت اور اٹھتر سالہ تھی اس ملعون نے غرفہ سے سر امام حسینؑ پر پتھر مارا۔ وحسرتاہ پتھر امام مظلوم کے دندان مبارک پر لگا۔ سہل کہتے ہیں کہ یہ مصیبت دیکھ کر حضرت امام زین العابدینؑ بے چین ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھا

اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ اللہم عجل فی عزہا و اہلک من معہا
خداوند اتواس سیعفہ ملعونہ کو اور اس کی ساتھی عورتوں کو ہلاک کر دے۔ سہل کہتے
ہیں کہ خدا کی قسم ابھی کلام سید سجاد تمام نہ ہوا تھا کہ غرقہ کی ساری عمارت ہندم ہو
گئی یعنی گر پڑی اور وہ سب عورتیں واصل جہنم ہو گئیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب
اسیران اہلبیت اطہار داخل دربار و مجلس یزید ہوئے میں تو صدائے تکبیر بلند کی۔
اور تمام درباریوں نے بھی صدائے تکبیر بلند کی۔ اور یزید نے صدائے تکبیر سنی تو
دیانت کیا کہ کیا بات ہے یہ صدائے تکبیر کیسی ہے۔ بتایا گیا کہ اسیران اہلبیت
داخل دربار ہوئے میں یہ سن کر دوبارہ ہواد خوش ہوا اور ہنسنے لگا۔ اذہکا چہ خوب
کیا میں نے آل ہاشم سے انتقام لیا ہے۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں
فرماتے ہیں۔ وَبَيَّنَّا هُمْ كَذَلِكَ اِذَا خَرَجَ مَدَوْنِ الْحَكْمِ فَلَمَّا نَظَرَ اَس
الحسين عليه السلام الى اعطافه جدا لظربا اس وقت کہ حضرت فامس آل عبا امام حسین
کا سر بریدہ دار اللامارہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا ناگاہ مروان بن الحکم ملعون آگیا۔ اس
کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی۔ اس بد بخت نے اظہا خوشی و مسر کیا۔ در رقص کرنے
لگا۔ نارا الفاظ زبان نجس پر جاری کئے۔ اس وقت اس کا بھائی عبدالرحمن بھی آگیا
اس کی نظر سر بریدہ امام حسین علیہ السلام پر پڑی تو اس نے ہا ہا کہہ کر لوگوں کی
طرف دیکھا اور باوازی گویہ کہا اما انتم فقد حجبتم عن جدہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ۔ اے ظالموں تم روز محشر کی رسول خدا کو نہیں دیکھو گے
اور آنحضرت تہا اگر بیان پکڑ کر فرمائیں گے اور تم سے محاصمہ فرمائیں گے۔ اور
پھر کہا یا اللہ لاجا معکم آید۔ کہ میں اب ہمیشہ کے لیے تم سے جدا ہوتا
ہوں اور میں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا۔ اور یزید پلید کی صورت نہیں دیکھتا

پسند کر دے گا۔ اس کے بعد اس نے سر بریدہ امام حسین کی طرف رخ کیا اور عرض
کیا اے آقا مجھ پر سخت گراں ہے کہ میں آپ کے سر بریدہ کو اس حالت میں دیکھ
رہا ہوں۔ یزید و ابن زیاد ملعون خوش ہو رہے ہیں اور آل رسول کی بے عزتی کی
جاری ہے۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین

قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سر بریدہ امام حسین کی طلبی

جناب علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب مجلس یزید ملعون آراستہ
ہو گئی اور ارکان دولت اور سفراء غیر مالک، شعرا سب دربار میں اپنی اپنی نشستوں
پر بیٹھ گئے اور خود یزید ملعون حامل نقض و میر عیب بنام خلیفۃ المسلمین دربار پر عید
میں آگیا۔ محفل طرب آراستہ ہوئی اس وقت اس نے حکم دیا کہ سر بریدہ امام حسین
اہلبیت کو دربار میں لایا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیت اس طرح دربار میں لائے
گئے کہ آگے آگے شہیدوں کے سر تھے اور عقب میں اسیران اہلبیت تھے ان
کے آگے آگے امام زین العابدین برہنہ سر گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور
پاؤں میں زنجیر تھی۔ کہتے ہیں کہ دار اللامارہ کے صدر دروازے سے لے کر یزید کی
مجلس تک سات دروازہ بنائے گئے تھے۔ اور ہر ایک دروازہ پر سات سو غلام
پاسبانی کر رہے تھے۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ہر ایک دروازے سے اسیران
اہلبیت گزرتے اور ہر ایک دروازہ پر اسیروں کو تازیانے برداشت کرنا پڑے۔
جب زینب خاتون ساتویں دروازے پر پہنچیں تو آپ زمین پر بیٹھ گئیں حضرت
سید سجاد نے فرمایا کہ اسے بھونچھی جان۔ یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے
سجاد اب زیادہ چلنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ چونکہ واقعات دربار یزید کثیر ہیں

بنابری چند مجلسوں میں ان واقعات کو تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں سے پہلے ہم سر امام حسین علیہ السلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں کامل السقیفہ میں مسطور ہے کہ یزید ملعون نے سر امام شہداء کو طلب کئے۔ ناگاہ بھڑے ہوئے دربار میں جہاں آل رسول بھی بیٹھے ہوئے نیزوں پر سر امام شہداء لائے گئے۔ اور ان کو نیزوں سے اتار کر چاندی کے ٹشت میں رکھا گیا۔ اور سر بیدہ حضرت امام حسین ٹشت ملا میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔ اور بعض دوسرے ٹشت میں اعزاز امام حسین کے سر امام مطہر رکھے گئے۔ بروایت ابی مخنف۔ پہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت موجود تھا۔ جب امام مظلوم کا سر پاک نیزہ سے اتارا گیا۔ اول سر بیدک کو خوب دھویا گیا۔ ریش اقدس میں شامہ کیا گیا اور بعدہ یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ قال الدامیری فی حیوۃ الحیوان ودخل امراء العراق علی یزید بن معاویۃ معہم رأس الحسین و یزید بن یزید دامیری کہتا ہے کہ امراء عراق یعنی عمر بن سعد ملعون، شمر بن ذی الجوش اور عمر بن النجاشی، خولی بن یزید، زجر بن قیس، بشیر بن مالک، محضر بن ثعلبہ، ابی برة بن عوف ازدی، طارق بن ابی ظبیان، وثیث بن ربیع وغیرہم جب دربار یزید میں پہنچے اولاً یزید کو سلام کیا۔ اور پھر سر امام حسین تذکر کیا۔ اسی طرح دوسرے شہداء کے سر پر ترتیب کوفہ کے دوسرے بعض نامور لوگوں نے پیش کئے یہ واضح رہے ان کی ناموری کا معیار دشمنی اہلبیت تھی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شمر بن زجر بن قیس کو مقرر کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر ولد الحرام مذکورہ گروہ کی طرف سے شکم تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ زجر ملعون نے کلام شروع کیا ہے۔ شیخ طبرسی، او صاحب کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون نے ہر ایک سر کے متعلق علیحدہ علیحدہ دریافت کیا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اور یہ سر کس کا ہے۔ زجر ملعون بتلاتا

رہا۔ پھر یزید نے سر مطہر امام حسین کی طرف رخ کیا چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے سر امام حسین سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے

تقلق هاماً من رجال اعزۃ

علینا وھم کانوا اعداؤنا واطغماء

یعنی کلاے حسین تم نے عزت دار لوگوں کے سر قطع کر دیئے اور ہم پر ظلم کیا۔ مروان بن الحکم کا بھائی یحییٰ وہاں موجود تھا اسے یزید کا یہ طنز ناگوار گزرا۔ اس نے جواباً کہا۔ لھام یار صن الطف ادنی قرابۃ من آل زیاد العبد ذی الحسب الرذل امیۃ امی نسلھا عدد الإحصی و بنت رسول اللہ لیس لھا نسل۔ یحییٰ برادر مروان بن الحکم نے کہا کہ یہ سر جو کہ بلا میں کاٹے گئے ان زیاد یعنی معویٰ سی قرابت دار کہتے ہیں۔ بنی امیۃ کو راتیں کاٹنی چائیں کہ ان کی اولاد بے شمار ہو لیکن دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد کہ بلا میں قتل ہو گئی۔ فضر یزید فی صدر یحییٰ بن الحکم وقال اسکت یزید نے یحییٰ کے سینہ پر ضرب لگائی اور کہا خموش رہ غلط نہ کہے۔ مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ یحییٰ مجلس یزید ملعون سے اٹھ کر باہر آیا اور لوگوں کی نگاہوں سے غالب ہو گیا اور پھر کسی نے یحییٰ کو زندہ یا مردہ نہیں دیکھا۔

یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر

سید الشہداء کے ساتھ جسارت کرنا

عن المناقب وضع رأس الحسین علی طبق من ذهب یعنی کہ سر امام حسین ٹشت ملا

میں رکھا تھا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی کیا ہے۔ جب سر امام حسین علیہ السلام اس ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیف رایت الضرب یا حسینؑ۔ یعنی کسے حسینؑ تم نے میری تلوار کی ضرب کیسی دیکھی (مطلب یہ تھا کہ وہ بدنہاد قتل حسینؑ کو اپنی فتح سمجھتا تھا۔ حالانکہ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے) شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ثم اقبل علی اهل مجلسہ یعنی کہ یزید نے حاضرین دربار کو دیکھا اور کہا کہ یہ مرفا بہرے یہ مرفا بہرے۔ مجھ پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا پیر یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ اسے لوگو اس کے باپ نے میرے باپ معاویہ سے سلطنت و خلافت کے بارے میں معاملہ کیا۔ یعنی جنگ کی خدائے تعالیٰ نے میرے باپ کو اس کے باپ پر فتح عطا کی۔ یہ شخص (امام حسینؑ) کہتا ہے کہ میری ماں یزید کی ماں سے افضل و بہتر ہے یہ کہتا درست ہے فلحمدری ان فاطمة بنت رسول اللہ - ادریہ کہتا کہ میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر ہیں یہ کہتا شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور دروازہ کو مانتا ہے وہ جانتا ہے کہ رسول خدا تمام کائنات میں افضل ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ میں۔ یزید سے بہتر ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے قل اللہم مالک الملک تؤق الملک من تشاء الخ صاحب کتاب الیمان لکھتے ہیں کہ یزید ملعون یہ تاثر دے رہا تھا کہ میری سلطنت و حکومت و خلافت و سلطنت تو فرعون و نمرود نے بھی کی ہے۔ بخت النفر نے بھی سلطنت کی ہے خلافت صرف اس کے لیے ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر کاربند رہے نہ کہ مخالفت کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مثال کے ذریعہ استحقاق خلافت پر روشنی ڈالی ہے اس

طرح کہ ایک شخص باس پہنے ہوئے ہے دوسرا شخص آنکھیں ادرہ اس سے باس غصب کر لیتا ہے تو کیا وہ صاحب باس ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ غصب کے ذریعہ خدائی عہدہ نہیں ملا کرتے۔ تبرکات ذکر اسمہ لال یزید یاہی تل الفلم کرنے کے بعد کہتے ہیں اور خوب کہا ہے۔ اور تاریخ عین العفاد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مقدس یزید کو پیش کیا گیا تو اس وقت اس ملعون کے چوب دستی خیزران تھی۔ اس ملعون نے آپ کے لبہائے مبارکہ پر وہ چوب دستی لگائی۔ اور کہنے لگا کہ میرے ابا و اجداد جو جنگ بدر میں مارے گئے زہرہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمدؐ کی اولاد سے آج کیسے بدلے لیے ہیں اور ان کی اولاد کے سر قلم کر دیئے ہیں گویا یزید ملعون نے اس طرح اپنے اندر دنی کفر اور ظاہری اسلام کو نمایاں کیا ہے (مسلمان اگر بنا حامل کفر ہو تو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔ خلافت المسلمین منافق کا حق ہے یا نہیں۔ مسلمان خود سوچیں) مردمان شامی موجود تھے اور یزید ملعون سے کفر کے کلمات سن رہے تھے۔ اور اہل شام یزید کے ان کفر آمیز کلمات کو سن کر اگرچہ خوش رہے مگر ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے خاف ما شاهد من الناس۔ حالت اہل دربار دیکھ کر یزید کو خوف ہوا کہا اے درباریو پہچانتے ہو کہ یہ سر کس کا ہے۔ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے۔ کہ جو ہمیشہ اپنے ابا و اجداد، ماں باپ اور نانا پر فخر کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کہ رسول خدا کے زانو پر میں بیٹھا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ میرے باغ کی خوشبو ہے۔ حسینؑ جو انان بہشت کا سردار ہے۔ اور آنحضرتؐ نے میری ذریت کے حق میں دعا فرمائی ہے پس یاسی امور میں یزید سے برتر و اعلیٰ ہوں لیکن گویا کہ حسینؑ کی نگاہ اس آیت پر نہیں پڑی کہ قل اللہم کہ خدا بہر کہ جسے چاہے سلطنت عطا

کرے۔ اور جس کو چاہے تخت و تاج سے معزول کر دے (معاذ اللہ) حسین کو خدا نے قابل سلطنت نہ جانا اور مجھے نوازا۔ اس نے یہ دلیل اس لیے قائم کی کہ شامی لوگ عقل سے بے بہرہ۔ عدل الہی کے منکر دام فریب یزید میں آجائیں آمد ہر سر مطلب جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون کے ہاتھ میں خیزران کی چوب تھی اس زمانہ میں صاحبان شوکت چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے حالانکہ یہ چھڑی رکھنا جابر لوگوں کی نشانی تھی۔ مرحوم سید کتاب ہوف میں فرماتے ہیں کہ دعایزید بقضیب خیزران۔ کہ یزید نے چوب خیزران طلب کی۔ غلام نے چھڑی پیش کی۔ فجعل ینکت بہ ثنا یا الحسین اس نے دندان مبارک حسین کو اس چوب سے کھولنا شروع کیا۔

ابن شہر آشوب، طبری، بلاذری، اور ابن اثم کوئی لکھتے ہیں کہ جب سربراہ شہداء اس ملحد و کافر کو پیش کئے گئے۔ تو اس نے اسی چوب خیزران سے سب سروں کے ساتھ جسارت کی اور اپنی باطنی جہالت کا ثبوت دیا۔ جب وہ چوب لہرائی سر بریدہ پر لگاتا تو کہتا۔ یوم یوم بدر۔ یعنی آج روز بدر کی تلافی ہوگئی۔ نگشت کے از روئے لغت معنی ہیں خط کشیدن شغص متفکر۔ اور اظہار تفکر میں انگشت بدندان ہوتی ہے یا چوب سے زمین پر خط کھینچتے ہیں۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیکٹ ثنائیا کہ یزید پلید ایک متفکر کی طرح دندان امام حسین کے ساتھ بازی کر رہا تھا۔ لیکن زیارت آنحضرت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

السلام علی الثعلب المقترع بالقضیب اور لغت میں قرع کے معنی ہیں مارنا اور کوٹنا "وہ معاذ اللہ دندان مبارک امام حسین پر چھڑی بار بار مار رہا تھا۔ چنانچہ کامل التقیفہ میں مروی ہے کہ سر بریدہ امام حسین پر پردہ پڑا ہوا تھا اور یزید ملعون نے اپنی چوب دستی سے اس پردہ کو اٹھایا اور بار بار اسی طرح جسارت کرتا رہا۔

اور بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے جب سر امام مظلوم دیکھا تو خدا اس کے سینہ میں جھرک اٹھی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ فجعل یزید ینکت ثنا یا الحسین۔ یعنی کہ یزید ملعون نے امام مظلوم کے دندان مبارک دٹایا۔ چار دانتوں پر بولا جاتا ہے دو دانت کے اور دو دانت نیچے کے) پر چھڑی ماری۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ سمرو بن جندب صحابی رسول خدا وہاں موجود تھے وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور باوازد بلند کہایا یزید لعنہ قطعہ اللہ یدک تضرب ثنا یا عالمک را یت رسول اللہ یقیدھا یکم ماین سے یزید خدا تیرا ہاتھ قطع کرے میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خدا حسین کے دونوں لبوں کے درمیان بوسہ لیتے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے بھی اس واقعہ کو قتل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یزید نے سمرو بن جندب کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور کہا کہ مجھے اس کے صحابی ہونے کا خیال ہے ورنہ اس کی گردن کرا دیتا۔ واحسرتا صحابیت کی یہ قدر و منزلت اور پارہ تن رسول خدا کے ساتھ یہ جسارت کہ چوب خیزران اور دندان مبارک حسین۔ مرحوم علامہ اپنی کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید نے سر شہداء دیکھنے کے لیے منگائے ہیں اس وقت اسیران کربلا قصر یزیدی کے صدد دروازہ پر موجود تھے کہ جو باب الساعات کے نام سے مشہور ہے۔ اہل حرم کی اس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب سر شہداء نیزوں سے اُتار کر مجلس یزید میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی کتاب ریاض میں ہے کہ اہل حرم باب الساعات پر دیر تک کھڑے رہے اور لوگ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ آخر کار یزید نے اسیران اہلبیت کو داخل دربار ہونے کا حکم دیا اور آل رسول امیرول کی مورت میں داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ ابو الحسن ابن ابی سعید کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے امام حسین کے دندان مبارک

کے ساتھ جسارت کی سر مطہر چپ پیش ہوا تو امام مظلوم کی جسم مبارک کھلی ہوئی تھیں اور ان سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے۔

لیت اشیاخی بیدار شہد و جزع الحزرج من وقع الاستل
لاهلوا واستهلوا فرجا ثم قالوا یا یزید لعل لا تشل
یعنی کلمے کا شش بزرگان امیر آج زندہ ہوتے کہ جو میرے اپنے تھے اور وہ
بدر میں اصحاب محمدؐ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اس مجلس کو دیکھتے تو کس قدر خوش
ہوتے کیونکہ میں نے محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے لیے ہیں اور آل رسول کو
ترغیب کیا ہے۔

اسی کتاب لہوت میں لکھتے ہیں کہ مجلس یزید میں ابو بکر اسلمی موجود
تھے چپ انہوں نے دیکھا کہ یزید امام حسینؑ کے مبارک پر چوب دستی مار رہے
تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید میں نے بخدا رسولؐ خدا کو حسن و
حسینؑ کے دندان مبارک کو چومتے دیکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جو انسان
نہشت کے سردار ہیں۔ خداوند العنت کرے تا ملان حسینؑ پر۔ اور ان کو اصل
جہنم کرے ابو بکر اسلمی کا یہ کلام سن کر یزید ان پر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان
کو یہاں سے نکال اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو۔

علامہ ریاض فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ قتل ہونے کے بعد عرصہ بعد
بھی سر بیدہ مطہر بالکل تروتازہ تھا حالانکہ کس قدر دھوپ سر مطہر پر پڑ چکی تھی۔
غرض کہ تمام کتب معتبرہ میں ہے کہ یزید ملعون چوب خیزران سے جسارت کرتا رہا۔
اور ایک طویل نظم پڑھتا رہا جس کا ایک یہ شعر ہے کہ جس سے یزید ملعون کے عقائد
کا اظہار ہوتا ہے۔

لعبت ہاشم بالملك فلا

خبر جاء ولا دحی نزل

یعنی کہ (معاذ اللہ) محمدؐ عربی نے ایک کھیل کھیلا تھا کہ ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ
کوئی فرشتہ آیا۔

ابن مخنف کہتا ہے کہ مجلس یزید میں مروان بن الحکم موجود تھا۔ تخت یزید کے
قرب بیٹھا تھا اور وہ یزید کی وہ یزید کی جسارت دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

یزید کے اہل حرم میں سے ایک عورت کا خواب اور۔

شہادت

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت ان
امام حسینؑ پر چھڑی مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کیف دایت الضرب یا حسینؑ
کہ اے حسینؑ میری ضرب لگنا دیکھنا کیسی ضرب ہے۔ یزید کی زبان نجس پر یہ الفاظ
کہ ایک عورت قہر یزید سے نکلی۔ اور مجلس یزید میں آئی اور اس نے یزید کی طرف
دیکھا کہ وہ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے۔ کہا اے یزید قطع اللہ یدیک
ورجلک واحرقک اللہ بنارک الدنیا قبل الاخرة۔ اس عورت
نے کہا اے یزید خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور مجھے دنیا میں روز آخرت
سے پہلے ہی آگ کا مڑا چھکائے۔ آگ میں جلائے اے ملعون رسول خدا ان
دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کو دوپٹے کہا کہ اے عورت تو کیا کہتی ہے
قطع اللہ راسک ما هذا الکلام۔ خدا تیرا سر قطع کرے یہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔

اور وہ بھی میری مجلس میں نہ میرے جاہ جلال کی پرواہ اور نہ میری سطوت کا خوف
 ڈر۔ اس عورت نے کہا اے ظالم آگاہ ہو کہ میں نے اسی دم عالم خواب میں
 دیکھا کہ دریاء آسمان کھلے ہوئے ہیں اور زمین سے آسمان تک ایک زینہ بنا ہوا
 ہے میں نے دیکھا کہ دو جوان خوش رو، نکو خوبرو لباس پہتے ہوئے آسمان
 سے اس زینہ کے ذریعہ زمین پر آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بزرگوار اس بساط پر
 نور پر تشریف فرما ہوئے اور باوازا بلند فرمایا کہ یا ابا آدم اہبط اے پدر
 اے آدم ابو البشر نیچے اترئیے۔ آدم آئے مگر سر کھلا ہوا۔ اور ہانڈ پر نہ گریاں گنان
 پیمبران بزرگ نے فرمایا کہ یا ابراہیم اہبط یا موسیٰ اہبط یا خاعیس اہبط۔ حتیٰ اے
 غلیل خدا، ابراہیم، یاموسیٰ و عیسیٰ آپ بھی نیچے اتریں۔ پس یہ بزرگوار بھی آئے
 اور ایسی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ایک دستور تشریف لائیں سے
 پس بدیدم یک زنی آمد بزریر صورتش رخسار تراز بد منیر
 مو پریشان دیدہ گریان اشک ریز دہم گفت اے عزیزم اے عزیز
 میں نے دیکھا کہ دستور کہ جن کا چہرہ نوران تھا۔ بال کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں
 سے آنسو برساتی ہوئی آئیں اعلان ہوا کہ یہ اماں تھو میں۔ بعدہ جناب سارا۔
 مریم، جناب خدیجہ الکبریٰ اسی زینہ سے زمین پر تشریف لائیں سے
 آمد ندا تا سدوسینہ زنان
 حوریاں شیون زنان و نالیشان
 اور پھر جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ دوران
 جنت توحہ و ماتم حسین کرتی ہوئی آئیں۔

آن حسین کی لب تشنہ بید نہ سرش
 لالہ رمان سوخت ز داغ علی اکبر کش
 اس حسین کا ماں کہ جس حسین کا سر کاٹا گیا وہ حسین کہ جس کا جگر علی اکبر کے داغ سے
 سوختہ ہو گیا تھا۔ اس وقت جناب فاطمہ زہرا نے اپنے بابا رسول خدا کی طرف
 دیکھا اور عرض کیا یا ابتا الا تری ما فعلت امتک بولد الحسن یعنی اے
 بابا جان کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کی امت نے میرے فرزند حسین کے ساتھ
 کیا ظلم کیا ہے۔

پیکر ہزار پارہ دیر لوگ نے سرش
 گویم ز داستان سرش یا ز پیکر شش
 گویم گرا ز سرش سر او را بید شمر
 در پیش روی زینت عمیدہ خواہش
 گویم اگر ز پیکر او کرد این سعد
 با خاک رہ منرب نم اسپ ہمش
 تقصیر او چہ بود ندانم کہ تا سر روز
 از خاک تر نہ داشت کسی جسم اورش
 با ساربان بغیر محبت چہ کردہ بود
 کہ نبد او نمود جد دست اطہر شش
 ابن زیاد کہ زدہ چوب بر لبش
 اکنون یزید دست نمدار دواز شش

غلامان اشعار کا یہ ہے کہ سیدہ عالم نے اپنے بابا رسول خدا کی خدمت میں

عرض کیا بابا میرے حسین کا جسد پارہ پارہ ہے سر حسین نیزہ پر ہے۔ میں پیکر حسین کی داستان بیان کروں یا سر حسین کی داستان سناؤں اگر شرمگاہوں نے حسین کا سر قطع کیا تو اسے بابا میری بیٹی زینب غم رسیدہ کے سامنے بہن دیکھی اور اس کے بھائی کا سر قطع ہوتا رہا عمر ابن سعد نے حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے۔ بابا میرے حسین کی کوئی خطا بھی نہ تھی۔ تین دن تک لاش حسین بے گور و کفن پڑی رہی اُمت میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ اسے بابا ساریان نے انگشت مبارک جدا کی۔ اسے بابا ابن زیاد نے حسین کے لبوں پر چھڑی لگائی۔ اور یزید نے تو حکہ دی اور بار بار دندان حسین پر چوب دستی لگاتا رہا۔ پس حضرت رسول خدا اس وقت بہت زیادہ روئے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ آدم، موسیٰ، عیسیٰؑ نے بھی گریہ فرمایا اور عورت بہشتی جو ہمراہ سیدہ عالم آئی تھیں سب نے نوہ و ماتم کیا میں نے اسی حال میں دیکھا کہ اسی حلقہ آئے کہ جو اپنے ہاتھوں میں گرز آتشیں لیے ہوئے تھے۔ اور سب کے سب ان بزرگ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور پھر ان بزرگ نے حکم دیا کہ یا نادر خذی صاحب هذا الدار یعنی اسے آگ اس گھر والے کو جلا کر خاک کر دے پس بے یزید میں نے دیکھا کہ تو نے خوف کی وجہ سے بھاگنا چاہا۔ اور تو کہہ رہا تھا النار النار ولا مدارو النار۔ کہ آگ سے پناہ مانگتا ہوں مگر آگ سے فرار کب ممکن ہے۔ جب اس عورت نے خواب تمام کیا تو یزید ملعون غضب آلودہ نہ ہوا اور اس عورت کو گالیاں دیں بھرے ہوئے دیباہیں سب کے سامنے اس زن مومنہ کو قتل کر دیا۔ ”رمی اللہ عنہا“ چند لوگوں نے یزید سے یہ بھی کہا کہ سر بریدہ امام حسینؑ کے ساتھ اس قدر بے ادبی نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو یزید نے قتل کر دیا ہوگا۔

راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل

ابن حنفیہ نے مقتل میں تحریر کیا ہے کہ جب سر ہمدان اور اسیران اہلیت اظہار مجلس یزید میں پیش ہوئے میں تو حاضرین مجلس میں یہودیوں کا عالم اور بزرگ دین موسیٰ راس الجالوت بھی تھا۔ شنیہہ بات دیکھی ہوئی بات کی براہ نہیں ہوتی۔ جب راس الجالوت نے یزید پلید کو سر امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی و جسارت کرتے دیکھا تو اس نے یزید کو ٹوکا۔ یزید نے اس کو مارا والا فلا کہے راس الجالوت نے سر اٹھا کر یزید کو دیکھا اور کہ میرا تجھ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ سر بریدہ کہ میں سے تو جسارت کر رہا ہے کس کا سر ہے۔ اور اس کا معاذ اللہ کیا قصور تھا۔ یزید نے کہا اے راس الجالوت ابن علی ابن ابی طالب کہ یہ حسینؑ فرزند علی مرتضیٰ کا سر ہے حسینؑ کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبد اللہ ہے اور آنحضرتؐ مسلمانوں کے رسول ہیں راس الجالوت نے دیانت کیا تو پھر فرزند رسول خدا کو قتل کیوں کیا۔ یزید نے کہا کہ ملک عراق میں کوفہ والوں نے اس کو خطوط بھیج کر بلایا تھا کہ وہ کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کرے۔ اور اہل کوفہ کا راہرو مقتدرہ قرار پائے۔ میرے عامل کوفہ ابن زیاد نے اس کو اٹھائے سفر کر بلا میں گھیر لیا اس کو اور اس کے اصحاب و انصار و عزیز و اقرباء کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کے سروں کو اور حسینؑ کے اہرم کو اسیر کر کے یہاں بھیجا ہے۔ راس الجالوت نے یہ سن کر کہا کہ جب کہ حسینؑ تو اسے رسول خدا ہے اور پیغمبر اسلام کی ذریت ہے تو یقیناً وہ مستحق خلافت ہے پھر کہا اسے یزید میرے اور داؤد

کے درمیان مینتس پشتوں کا فاصلہ ہے اور بروایت اسی پشتوں کا اصل ہے لیکن یہودی لوگ میری تعظیم و تکریم اس حد درجہ کرتے ہیں کہ میرے قدم کی خاک کو تبرک سمجھتے ہیں اور میرے بغیر تزویج نہیں کرتے۔ لیکن تم ایسی امت مسلمہ ہو کہ کل پیغمبر تم سے جدا ہوئے اور آج تم نے ان کے فرزند کو شہید کر دیا۔ واللہ انتہ شرافت۔۔۔ بخدا تم تمام امتوں میں بدترین امت ہو۔ راس الجالوت کی یہ باتیں سن کر یزید بھڑک اٹھا اور کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اذی معاہداً اکت خصمه یوم القیامۃ، یعنی اگر کوئی ایسے غیر مسلم کو اذیت دے کہ جو اسلام کی پناہ میں ہو تو اذیت دینے والے سے قیامت میں باز پرس ہوگی۔ راس الجالوت نے جب یہ فرمان پیغمبر اسلام سننا تو کہنے لگا کہ قربان رسول خدا ہوں یہ کہہ کر اس نے سر بریدہ امام حسین کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا عبد اللہ اشہدی عند جدک انی اشہدان لا الہ الا اللہ وان جہاک محمدہ صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ۔ یعنی اسے آقا اپنے جد کے روبرو میری شہادت دیں کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک نے اور محمد بن عبد اللہ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اس وقت یزید نے کہا کہ اسے راس الجالوت تو خود ہی اپنے دین سے خارج ہو گیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا اور میں چونکہ بادشاہ اسلام ہوں تم پر لازم ہے کہ میرے دشمن کی حمایت نہ کرے فقد برئنا من ذمتک۔ میں اب بری ہوں اور یہ کہہ کر اس نے جلاؤ کو بلایا اور حکم دیا کہ اس یہودی کو قتل کر دے۔ جلاؤ مردود نے اس نازہ مسلمان کو اس وقت قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو مزبلہ پر پھینک دیا اور کوئی شخص اس کے غسل و کفن و دفن کی طرف متوجہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ امام زین العابدین

علیہ السلام نے باعجاز امامت مکلفین و تدفین کو انجام دیا ہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ جب راس الجالوت کو یزید نے قتل کر دیا تو یہودی اور مسلمانوں کے درمیان غسل و کفن و دفن کے بارے میں جھگڑا ہوا مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے اسلامی طریقہ تجویز و تکفین ہوگی اور یہودی کہتے تھے کہ یہ ہماری قوم کا بزرگ ہے ہم کفن و دفن کا انتظام کریں گے۔ لیکن یہودی غالب رہے اور اس کو بعد احترام غسل و کفن دیا اور دفن کیا۔ واسطہ تاہ کر بلا میں مسلمانوں نے لاش امام حسین بے گور و بے کفن چھوڑ دی لشکر عمر بن سعد ملعون نے اپنے آدمیوں کو غسل و کفن دیا اور دفن کیا مگر پیغمبر اسلام کے نواسہ کو کسی نے دفن نہیں کیا بلکہ مسلمانوں نے نعتش مطہرہ پڑھوڑے دوڑا دیئے۔

شہر واسط میں ایک دوستدار خدا کی موت

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولیائے خدا کو عقارت کی نظر سے مت دیکھو کہ روز قیامت ان کو یاد شاہی عطا ہوگی۔ اگر آج وہ مقام اطاعت و بندگی میں کمزور ہوں لیکن قیامت میں مثل مہر و ماہ تابندہ ہوں گے۔ ان کے گرد آلود لباس کو مت دیکھو قیامت میں ان کا خطاب ہوگا اٹھو اٹھو لوگوں کو نجات دلاؤ۔ ان لوگوں کو کہ جنہوں نے دنیا میں تمہارے ساتھ نیکی کا سلوک کیا ہے ان سے خطاب قدرت ہوگا کہ اے مردِ ولی اے درویش تو نے دنیا میں تکلیف اٹھائی ہے اب تیرے لیے راحت ہی راحت ہے۔ اب ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جسے گوش دل سے سنو اور دل میں جگہ دو۔ مردانِ حق میں سے کسی شخص نے کہا میں ایک مدت سے شہر واسط میں

تھا ایک جوان کو دیکھا کہ جوڑی تھا اور عجیب زبان والا تھا۔ وہ ہفتہ میں ایک دن اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتا ہے اور اس دن کی مزدوری کو اپنے پورے ہفتہ تک صرف کرتا تھا اور پھر دوسرا ایک دن ہفتہ میں کام کرتا۔ لیکن جب میں نے اس جوان کے چہرہ مہرہ کو دیکھا تو شان و شکوہ کے اعتبار سے وہ شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک ہفتہ گزر گیا مگر وہ شخص نظر نہیں آیا۔ مجھے شوق ہوا کہ کسی عنوان وہ شخص پھر مل جائے ہیں ایسی جگہ گیا کہ جہاں نادار لوگ رہا کرتے تھے۔ کہ ایک خرابہ سے اس کی آواز بلند ہو سوز دل کے ساتھ تھی گوش زد ہوئی یعنی اس کے ناکہ کرنے کی آواز سی اس آواز نے میرے دل پر اثر کیا۔ اور میری ٹانگوں کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے

ماہیچ کسان کو یاریم ما سوختگان روزگاریم
گنج است غم اندرون سینہ ماراست کلید آن خستینہ
دل خستہ و گریہ خون نابست ای دل ہے کہ خاتم خرابست

این سحر کہ میزنم نرم
بازار رحیسل میکنم گرم

علامہ یہ ہے کہ محبت بار میں دل سوختہ ہو رہا تھا۔ اس کے سینہ میں غم کا خانہ تھا اور اس خیرینہ کی کبھی خوشی دل اور خون تاب ہے اور گریہ و بکا ہے افسوس کہ مہری حالت خراب ہے اور میری آس جو رفتہ رفتہ کم ہو رہی میں بازار کوٹھ کو گرم کر رہی ہیں۔ میں اس جوان کے نزدیک گیا۔ دیکھا کہ خاک مذلت پر پڑا ہوا ہے۔ اینٹ کا ٹکڑہ زیر سر ہے۔ ناتواںی مسلط ہے۔ چہرہ درد ہو گیا۔ لبوں پر خشکی آگئی ہے وہ عالم غریب و نادار میں خرابہ میں پڑا ہوا حکم الہی کا منتظر ہے کہ کب پیغام موت

موت آئے اور وہ لیک کہے۔ میں نے اس کو سلام کیا جواب سلام ملا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کوئی آرزو ہو یا کوئی مصیبت ہو تو کرو تاکہ اس سے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اس نے کہا رفقا و خوشنودی خدا کی آرزو ہے دنیاوی کوئی آرزو نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا کوئی دنیاوی آرزو ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ عرصہ ہوا کہ پانچ آرزو میں دل میں ابھریں۔ میں نے کہا پھر وصیت کرنا ہو تو کرو۔ اس نے کہا کہ میرے والدین حیات میں عرصہ سے میری راہ دیکھ رہے ہیں اب میری آرزو ہے کہ اپنے دوست کے نزدیک جاؤں۔ اس نے کہا اے مرد خدا اگر خدا کی راہ میں کام کرنا مطلوب ہے تو اس مہرہ کو جو میرے بازو پر بندھا ہوا ہے اور اس پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔ میرے انتقال کے بعد سلطان مادراء النہر نوح بن منصور کے پاس لے جاتا اور اس سے کہتا کہ تیرا خدا اس صاحب مہرہ کی موت سے مجھے اجرو دے گا اور میری دیگر وصیت یہ ہے کہ میں اس خرابہ کے عقب میں کھلیاں ہے کہ ہر ایک رات کو وہاں سے بڑے بڑے جنگلی جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور جب میری روح نکل جائے تو مجھے دروازہ پر لے جاتا اور مجھے اس کھلیاں میں شیر کے آنے کی جگہ ڈال دینا اور مجھے دفن نہ کرنا کہ مجھے تاب نثار قبر نہیں ہے۔ یہ وصیت کی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس مرنے والے اس جوان کے مر جانے کے بعد موجب وصیت مہرہ اس کے بازو سے کھولا۔ وہ ایک یا قوت تھا بہت تندرہ تھا۔ اور اس پر نوح بن منصور تحریر تھا۔ اس حاصل کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ دوسری وصیت کو بھی پورا کرے۔ اس نے میت کے پاؤں کو پکڑا اور چاہا کہ کھلیاں کے پاس لیجائے تاکہ اس کو آواز آتی کہ

دعہ فائدہ ملی من اولیا شی۔ یعنی اپنا ہاتھ اٹھائے اس کو ہاتھ مت لگا کر یہ میرے اولیاء میں سے ایک ہے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے کہ یہ میرا خاص دوست ہے۔ یہ مجھے دوست رکھتا تھا میں اسے دوست رکھتا ہوں اس کا غسل و کفن سب میرے ذمہ ہے۔ مرد جن کہتا ہے کہ پھر میں نے صلائے ملائکہ سنی اور غسل میت کے وقت پانی وغیرہ کے گرنے کی آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد جب پردہ اٹھ گیا تو جوان کو سپرد خاک کیا۔ اس کی قبر پر ہٹھکراتے پڑھی اور اس کے بعد باہر آیا اور مہراس میں شخص کو دیا بلائے والی ماوراء النہر کہوہ اس کے والدین کو پہنچا دے۔

یقیناً ہر ایک انسان دنیا سے غریب جاتا ہے اور وہ اپنے والدین کے لیے کوئی نشانی چھوڑتا ہے کہ غریب دنیا سے رحمت ہو گیا۔ مثل اس کے کہ حضرت زینبؓ خاتون اس وقت کہ جب آپ شام سے واپس مدینہ پہنچیں اور ماں کی قبر پر گئیں تو ایک نشانی امام حسینؑ کی ان کے پاس تھی۔ اور وہ امام حسینؑ کا پیراہن چاک چاک تھا خون آلود تھا۔ اور دست بیدہ عیاش تھے۔ کہ جب زینبؓ بیکس قبر زہراؓ پہنچیں اور عرض کیا اماں جان میں آپ کے لیے تحفہ لائی ہوں رلے اماں یہ حسینؑ کا پیراہن خون آلود ہے۔ اے اماں میں کیا ہوں جب تمہارے حسینؑ قتل میں گئے تو تمہیں یاد کیا سلام کیا۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب خدا نے تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک عام بندہ صالح کے ساتھ یہ سلوک کرنا ہے تو پھر جو اس کے مقرب بندے ہیں ان کے غم میں اگر کوئی آسویا ہائے۔ ان کی عزاداری قائم کرے تو اس کو خداوند عالم شرف بلند مقام عطا کرے گا۔ اللہم اجعلنا من محبہم۔

جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون حضرت فاطمہ آل عبا ام حسین علیہ السلام کے سر بیدہ کے ساتھ جسارت کر رہا تھا اور کلمات کفر اس کی زبان پر جاری تھے درباری لوگ ہمہ تن گوش تھے کہ اسی اثناء میں جاثلیق نصاریٰ بھی اس کی مجلس میں وارد ہوا۔ یہ طالبہ نصاریٰ کا رئیس و سردار تھا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جاثلیق جب دربار میں پہنچا تو یزید چوب دستی سے سر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جسارت کر رہا تھا۔ وہ تخت یزید کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا کہ جس کے سہارے وہ کھڑا تھا کیونکہ وہ مرد پیر تھا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہ اس کی نگاہ سر مطہر امام حسینؑ پر پڑی۔ دیکھا کہ لورانی چہرہ ہے جاثلیق نے یزید سے دریافت کیا یا یزیدؑ ہذا من من۔ کہ اسے یزید یہ کس کا سر ہے اس مرد نے کہا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ میں نے عراق میں ہم پر خروج کیا تھا قتل ہو گیا جاثلیق نے سوال کیا کہ اس کا کیا نام تھا۔ یزید نے کہا حسین ابن علی، دریافت کیا کہ اس کی ماں کون تھی یزید بولا کہ فاطمہ زہراؓ دختر رسول خدا محمد ابن عبد اللہ۔ اس بزرگ نصاریٰ نے کہا تو پھر تمہارے نزدیک فرزند رسول خدا واجب القتل کیوں کر ہوا؟ یزید نے کہا کہ اہل کوفہ نے اس غلط دیکھ کر بلایا کہ وہ اس کو اپنا امام اور خلیفہ قرار دیں۔ میری حکومت کے عامل عبید اللہ ابن زیاد نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے اصحاب و یار و اعزاء سب قتل کر دیئے۔ اس پر جاثلیق نے کہا۔ آخر اس کا معاذ اللہ کہا قصور تھا۔ اہل عراق نے اس کو چلایا تھا دوست ہے

آخر اولاد بنو کا کہلائے کہ اس نے انجام دیا۔ تو اس کے سر پہ
کے ساتھ جسارت دے ادبی کر رہا ہے اپنی چوب دستی اس کے پاس بٹالے
ورنہ خدا تجھے ہلاک کرے گا۔ اور سن لے کہ میں اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ ایک
آواز زلزلہ سے مشابہ تھی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک شخص
دشمن چہرہ، بلکہ آفتاب سے بھی احسن تر، زمین پر آیا اور اس کے ساتھ اور بھی
نورانی لوگ تھے۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی سے سوال کیا کہ یہ کون بزرگ
ہیں۔ مجھے بتایا کہ خاتم پیغمبران حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
محمد کہ دو دو ہیں عصر و صبح در تاب قوسین در قصر اوست
ہمیں پنج نوبت زن جان پاک بہیں چار بالشت نہ داب خاک
ماحصل یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زمانہ کے لیے خداوند عالم کا ایک
بہترین تحفہ ہیں۔ اور قاب قوسین تک ان کی نبوت کی حد ہے۔ پانچ وقت ان
کا ذکر نہ بھٹتا ہے یعنی اذان میں ان کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اور ان کا
وجود ذی جود اس وقت سے ہے کہ جب یہ چاروں عناصر یعنی آب و آتش
خاک و ہوا بیدار ہوئے تھے۔

غرض کہ آنحضرت کے ساتھ آدم صلی اللہ علیہ وسلم روح اللہ، بلائے تعزیت
حسین آئے ہیں۔ یزید کو اس کی گفتگو سخت ناگوار گزری اور کہنے لگا کہ میں تیرا
تکلم چاک کروں گا۔ تو اس قدر گستاخی کر رہا ہے کہ میرے سامنے مجھے ظالم قرار
دیا ہے۔ پھر یزید ملعون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو چنانچہ یزید
کے غلاموں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کو تازیانے مارنے شروع کئے۔
یہاں تک کہ وہ بیچارہ زار و ناتوان ہو گیا اور اس نے سر پہ رام حسین کی طرف

رخ کر کے آنحضرت کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا اور شہادت دی پھر کہا
تیرے پدر عالی قدر علی امیر المؤمنین ہیں میں گواہی دیتا ہوں میں ان کو اپنا امیر
مانتا ہوں قیامت برحق ہے اس کے بعد بائلیق نے یزید کی طرف دیکھ کر کہا
کہ تو مجھے قتل کر اور قتل کرنے میں جلدی کر میں پھر شہادت دیتا ہوں کہ حسین
اور حسین کے نانا کا دین برحق ہے اور رسول خدا میرے لینے کے لیے بہشت
سے تشریف لائے ہیں اور ملہ بہشت عطا فرما رہی ہے یہ کہہ کر بائلیق نے
دم توڑ دیا اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی جب امیر ان اہلبیت کو اس واقعہ
کی خبر ہوئی تو حضرت زینب خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بلیا
یہود و ترسا ہماری حمایت کرتے ہیں اور مسلمان ہیں امیر بنا کر لائے ہیں۔ بلیا
یہ وقت مدد ہے

ہر کہ در غلی علی گفت ای پدر دست او بگفتی از ہر رہگذر
ماکہ در بند بلائیم یا علی جملہ اولاد شمایم اے پدر
یعنی کہ اے بابا ہم ہر ایک تگلی و مصیبت میں آپ کو آواز دیتے ہیں یا علی مدد ہے
اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ اے علی ہم مصائب
اور بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ کی ساری اولاد مصائب کا نشانہ بنی
ہوئی ہے۔ اے علی ولی مدد ہے۔

جب بائلیق کی روح پرواز کر گئی تو نصاریٰ لوگ جمع ہوئے اور اپنی قوم
کے بزرگ و رئیس کو پورے احترام و عزت کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ البتہ اب
کا غلام آغوش تراب میں سو گیا۔ و احسرتا۔ مسلمانوں نے لاش سید الشہداء
پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ دفن کرنا کیسا لاش حد چاک چاک پر الجرم کو روٹے

نہیں دیا۔ اور پھر سے دربار میں یزید مسلمان ہونے کا دعویدار ہے مگر سر بیدہ
امام حسین سے جہارت کر رہا ہے۔ سبیلہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبدالوہاب سفیر بادشاہ روم اور دربار یزید

کتاب منتخب میں شیخ طریقی نے باستانہ معتبرہ وثقہ کتاب منتخب المراثی
میں نقل کیا ہے کہ دربار یزید میں جگہ جگہ کے سفیر اور اہل بی اور خاندان سے موجود تھے
چنانچہ بادشاہ روم کا سفیر کہ جس کا نام عبدالوہاب تھا دربار یزید میں موجود تھا
جب اس نے دیکھا کہ یزید سر بیدہ امام حسین کے ساتھ چوب دستی سے جہارت
کر رہا ہے تو سفیر روم پر ہمت زیادہ اثر ہوا اور مظلومیت سے متاثر ہو کر نے
لگا جب یزید نے اس کے رونے کی آواز سنی تو کہا اے سفیر روم تو ہمارے
خوشی کی محفل میں کس لیے رو رہا ہے۔ سفیر روم نے کہا ایک دفعہ میں بغرض تجارت
روم سے مدینہ گیا میں نے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلام کس قسم کے ہدیہ
اور تحفہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اس صحابی نے جواب دیا کہ از قسم عطر و خوشبو چیزیں
زیادہ پسندیدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں عنبر و اشہب مشک خرید کیا اور خانہ رسول خدا
کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت رسول خدا ہو۔ حضرت رسول خدا اس روز خانہ ام سلمہ
میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ اور داخل خانہ رسول خدا ہوا
فلما شاهدت جمالہ ازداد عینی لقائہ نوراً ساطعاً وازدنی منہ مسروراً
وقد تعلق قلبی بملحبتہ۔ یعنی کبھی چہرہ پر نور رسول خدا پر نظر
پڑی۔ میری آنکھوں کی بینائی نہ صرف زیادہ ہو گئی بلکہ نور بصیرت اور بھی زیادہ
ہو گیا ہے

ہر لطافت کہ نہال بو پس پرور غیب

ہم در پہل زیبائی محمد تا دیدم

جس قدر لطافتیں، نازہشیں، پاکیزگیاں میری نگاہ سے رو پوشش تھیں پس پرور تھیں
وہ سب صورت محمد میں جلوہ فگن نظر آئیں۔ میں حاضر ہو کر آداب بجالایا آنحضرت
کہ تمہارا نام کہل ہے میں نے عرض کیا کہ عبدالشمس نام ہے اس وقت آنحضرت نے
میرا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس میرا نام عبدالوہاب تجویز فرمایا اور
فرمایا کہ اگر تو اس نام کو قبول کرے گا تو ہم تیرا ہدیہ قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ پس میں نے
غور کیا اور آپ میں وہی صفات میدہ دیکھیں کہ جن کی خیر علیٰ ابن مریم نے دی
تھی تو میں نے فوراً دین اسلام قبول کیا میں چند روز مدینہ میں رہا اور احکام اسلام
آنحضرت سے سیکھے۔ میں واپس گیا اور بادشاہ روم نے مجھے اپنا وزیر بنایا۔ میں
نے کسی پر اسلام لانے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس مدت میں خداوند عالم نے مجھے پانچ
فرزند اور چار دختر عطا کیں۔ اور اس وقت جو تو نے مجھے گریہ کنان دیکھا وہ اس
وجہ سے تھا کہ میں نے مدینہ کے دوران قیام دیکھا کہ دایت هذا العزیز الذی
راسہ بین یدیک مہینا حقیراً قد دخل علی جدہ۔ کہ اس دوران یہ بزرگ
آئے کہ جن کا سر بیدہ اس وقت موجود ہے اور تو اس کو ذلیل و حقیر قرار دے
رہا ہے۔ آنحضرت نے پیار کیا اور اپنی آغوش میں بیٹھالیا۔ اور فرمایا مرحبا بک
یا حبیبی۔ اور پھر آنحضرت نے اس شہزادے کے لبوں کو بوسہ دیا اور اس کے
دانتوں کو چوما۔ اور فرمایا اے حسین ایک وقت آئے گا کہ تجھے لوگ شہید کریں گے
خدا ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا دوسری مرتبہ میں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا
کہ یہ بزرگوار حسین اپنے بھائی حسن کے ساتھ خدمت رسول خدا میں آئے۔ بچپن

کا زمانہ تھا اور کہا اسے نانا ہم نے کشتی لڑی مگر ہم ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکے۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون قوت زیادہ رکھتا ہے نانا جان آپ فیصلہ صادر کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کشتی لڑنا تمہاری شان کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم خط لکھو جس کا خط بہتر ہے وہی زیادہ قوت والا ہے۔

اسے یزید دونوں غنچہ ہار باغ نبوت نے خط لکھا۔ یعنی کچھ عبارت بخط خوشنویسی لکھی۔ اور خدمت رسولؐ خدا آئے اور پھر فیصلہ صادر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بیٹو تم اپنی ماں فاطمہؑ زہراؑ کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گی۔ دونوں بہتر اداگان ماں کی خدمت میں آئے خط پیش کیا اور کہا ماں جا کس کی تحریر خوبصورت ہے۔ اب حضرت فاطمہؑ زہراؑ سوچنے لگیں کہ اگر یہ کہتی ہوں کہ حسنؑ کی تحریر عمدہ ہے تو حسینؑ کو رنج ہوگا اور اگر یہ کہتی ہوں کہ حسینؑ کی تحریر اچھی ہے تو حسنؑ کو خیال ہوگا پھر آپؐ نے اپنے گلوے مبارکہ میں جو گلو بند تھا اس میں سات موتی تھے وہ ساتوں موتی کھول کر زمین پر ڈال دیئے اور فرمایا کہ جو زیادہ موتی چنے گا جس کا خط عمدہ متصور ہوگا دونوں شہنشاہہ موتیوں کی طرف بڑے اور تین تین موتی ہر ایک نے چُن لیے۔ خداوند تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ اس ایک موتی کے دو ٹکڑے کر دو قبل اس کے کہ یہ موتی ان دونوں میں کوئی چننے۔ جبریلؑ نازل ہوئے اور موتی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں نے ایک ایک موتی کا ٹکڑا اٹھالیا۔

اس کے بعد عبدالوہابؑ نے کہا اے یزید کہ اگر فاطمہؑ زہراؑ اور رسولؐ خدا اسیر ہوئے حسینؑ کے ساتھ تیری جسارت دیکھیں اور چوب دستی کو دندان سر بیدہ پر لگانا دیکھیں

تو کہا فاطمہؑ دوران کے بابر رسولؐ خدا خوش ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ سفیر رومؑ بادشاہ زندہ رومؑ لگا اور چکی گلو گیر ہو گئی مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون اس پر غضبناک ہوا اور قتل کر دیا۔ لعن اللہ علی یزید۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ یزید

کا مکالمہ

یہ مسئلہ امر ہے کہ مصائب سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام پر گریہ و بکا کرنا ماتم و نوحہ کرنا باعث خوشنودی خدا و رسولؐ ہے پس مویا ان اہلبیتؑ اطہار اور شیعان حیدرؑ کو اس پر فرض ہے کہ امام عز الامام حسینؑ علیہ السلام پر یارگیں۔ اور اکثر اوقات اپنی آنکھوں سے خطاب کریں یا عیونی جو دی بتواتر البکا و کلا سے میری آنکھوں غم امام حسینؑ میں روڈ اور اس طرح برسو کہ جیسے تیز بارش ہوتی ہے کہتی اپنے قلب (دل) سے خطاب کرو۔ یا قلب جدی جد ثواکل النساء۔ کہ امام زین العابدینؑ کو کیوں اسیر کیا گیا کیوں در بدر پھرایا گیا شہر بشار در بدر۔ اس شان سے پھرایا گیا کہ اہلہم برہنہ سر ساتھ میں اور خود امام مظلوم طوق و سلاسل میں گرفتار ہیں۔ اور وہ روز بد کہ جس دن آپ دربار یزید ملعون میں اسیر ہو کر پہنچے اور دربار میں آل رسولؐ طلب کئے گئے۔ اور سر ہاد شہداء اسیروں کے سامنے رکھے ہوئے تھے دربار میں سات سو کرسی نشین بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سید سجادؑ سامنے پیش ہوں۔

چنانچہ سید سجادؑ کو غلاموں نے پیش کیا ہے
غل بگردن ملک ملک وجود از خجالت سرینید انگند بود
چوں ہلال یک شبہ زرد و ضعیف زیر زنجیر گوان جسم نحیف
می شنید از بر طرف دشنام بد
بود ساکت ماسخ اشہ دم زرد

یعنی کلام زین العابدینؑ گلے میں طوق پہنے ہوئے پایوں میں بیڑیاں۔ سر کھلا ہوا۔
شرمندگی سے سر نیچا کئے ہوئے۔ مثل ہلال یک شب چہرہ کا رنگ زردی مائل۔
کمزور اور نحیف جسم زار کے ساتھ دربار میں یزید ملعون کے سامنے پیش کئے
گئے۔ دربار نجس میں اہلبیتؑ اطہار کے خلاف ندوایا تیں۔ حکم یزید پلیدی ہو رہی
تھیں اور امام علیہ السلام سن رہے تھے بعض کہات ارباب مقاتل نے نقل کئے
ہیں کہ اولاً سید سجادؑ علیہ السلام اور دوسرے مردوں کو پیش یزید کیا اور بعد اسیران
عورتیں اور بچے اناہلبیتؑ اطہار پیش کئے گئے۔ حتیٰ بن جلی لکم عمود الحق و فی
البحار عن ابن لما قال علی بن الحسین اذ خلنا علی یزید و نحن اثنا عشر رجلاً
معتدون۔ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دربار یزید پلیدی گئے
تو ہم بارہ مرد تھے۔ سب کے سب سلاسل پہنے ہوئے تھے۔ ہم یزید کے تخت
کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ یا یزید نشد لک باللہ ما ظنک
رسول اللہ لو اننا علی ہذا الحالة اے یزید تجھے خدا کی قسم یہ بتلا کہ تیرا آنحضرتؐ کے
متعلق کیا گمان ہے کہ اگر وہ میں اس حالت میں دیکھتے تو ان پر کیا کرتی۔ تو جواب
دے اور جو چاہے جواب دے زبان حال سے یہ فرمایا ہے

یا آنکہ ما ز گبر و یہودی ای یزید از بہر چیست پردہ مارا دریدہ

این ظلم ہمارا نہود بائشای یزید
ظالم مگر تو آل علی را خبیثہ

یعنی کلمے یزید (معاذ اللہ) کیا ہم آپس پرست اور یہودی میں آخر کس واسطے
ہمارے ناموس کو بے پردہ کیا ہے یہ مظالم خدا کی قسم ہرگز روا نہیں ہیں اے
ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کیا ہے۔ جو ایسا ظلم کر رہا ہے ابن نما تحریر کرتے
ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یزید تخت مرصع پر بیٹھا تھا اور اس
کے سر پر زر نگار تاج تھا۔ اور اس مردود کے آس پاس بزرگان قریش بیٹھے ہوئے
تھے جو سب ہی اموی لوگ تھے اس ملعون نے نظر غیض و غضب سے حضرت
سید سجادؑ کو دیکھا۔ اور اپنے حواریوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے بتلایا
یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اس بد سخت نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؑ نامی پسر
امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو چکا ہے پس یہ دوسرا علیؑ کون ہے۔ امام زین العابدینؑ
علیہ السلام نے پچھتم گریان فرمایا کہ تیرے لشکروالوں نے ان کو کربلا میں شہید کر دیا۔
ان شہر آشوب لکھتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ عجب بات ہے کہ تیرے پدر بزرگوار
نے اپنے سب بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بابا اس چیز کو
پسند فرماتے تھے کہ اپنی تمام اولاد کو رکھنا نام علیؑ رکھیں۔ مقتل میں ہے کہ یزید
نے کہا کہ تو اس شخص کا فرزند ہے کہ جس نے دعویٰ سلطنت و خلافت کیا۔ خدا کا
لشکر ہے کہ حسینؑ کو سلطنت و خلافت نہ ملی۔ خدا نے مجھے مظفر و منصور فرمایا۔
اور حسینؑ کے اہلحم اسیر ہوئے حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ
دنیا میں کون ایسا شخص ہے کہ جو میرے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ سے زیادہ حقدار
خلافت ہو۔ جب کہ وہ جناب سبط پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کیم راچہ ضرر گشت کند فرعون
سیح راچہ خطر گرسید شود دجال

یعنی کہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ اگر فرعون ان کا مقابل بنے۔
دعویٰ ربوبیت کرے وہ بہر حال میں اللہ کے نبی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ موسیٰؑ
کے پاس سلطنت نہ تھی۔ اور فرعون صاحب سلطنت تھا مگر پھر بھی موسیٰؑ نبی
رسول میں اور سلطنت فرعون کو کوئی درجہ نہ دے سکی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ
ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور دجال لاکھ لشکر رکھتا ہو مگر پھر دجال ہے۔ کتاب
ہمارے کریم نے یہ سن کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر کو میں نے
قتل کیا۔ وہ بد نہاد کہنے لگا کہ تم اللہ پر افترا باندھتے ہو۔ خدا نے لعنت نہ کی
شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ یزید نے کہا یا علیؑ تمہارے پدر حسین نے میرے ساتھ
اچھا نہ کیا بلکہ میرے ساتھ نزع کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
نے اس وقت آیت پڑھی۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَ هَآؤُلَآئِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔

(سورۃ الحديد آیت ۲۲)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل
اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (روح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) میں بیشک
یہ خدا پر آسان ہے۔ یزید ملعون نے اس آیت کو سن کر خالد کے بیٹے کی
طرف رخ کیا اور کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ جاہل کوئی جواب نہ دے
سکا۔ تب یزید ملعون نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا
كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۴۳)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کثرت سے اور
ناس پر بھی (وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ کتاب ہمارے ہے جب یزید
نے یہ آیت پڑھی تو حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا اگر
اجازت تو میں اس کا جواب دوں سزید نے کہا ہاں جواب دیجئے۔ لیکن زبان
نہ ہو اس پر تیار و قیدی امامؑ نے فرمایا کہ میں تیرا قیدی ہوں میں کیونکر ناروا بات کہہ
سکتا ہوں زیر گفتگو یہ امر ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اگر رسول خدا اس وقت تشریف
لائیں اور میں طوق درنجیر میں دیکھیں تو ان پر کیا گوئے گے وہ تمہارے خوش ہوں
گے یا ناخوش؟ یزید اس وقت حکم دیا کہ طوق درنجیر کھول دیئے جائیں۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ
آپؑ فرمایا کہ جب ہمارے جد بزرگوار اسیر ہو کر دربار یزید میں پہنچے ہیں تو دست و
بازو۔ اور گردن میں زنجیریں تھیں۔ اور آپ کے بازوؤں میں زنجیریں تھیں اس
ملعون نے جب آپ کو دیکھا تو کہا اے علیؑ شکر خدا کہ تیرے پدر کو قتل کیا۔ آپ
نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس پر کہ جس نے میرے بابا کو قتل کیا اور تو نے ہی
میرے بابا کو قتل کیا پس تبھ پر خدا کی لعنت ہے۔ یزید ملعون سن کر غصہ
میں بھر گیا اور حکم دیا کہ اس بیمار کی گردن قطع کر دو۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر مجھے قتل
کرنا منظور ہے تو نبی زاد دیوں کو ان کے گھر پہنچا دینے کی اجازت دے کیونکہ یہ
فاطمہؑ ہر صاحب عصمت کی بیٹیاں ہیں اور ان کو کوئی نا محرم نہیں پہنچا سکتا۔
یزید یہ سن کر خوش ہو گیا۔ اور آپ کے قتل سے باز رہا۔ اور غلام سے کہ ایک
سواہان لاؤ (یعنی آواز الوہے کا کہ جس سے دوسرا لوہا کٹتے ہیں) بحار میں منقول
ہے فاقیل جروا الجامعة عن عتقہ بیدہ یزید یعنی یزید نے ایک بڑا آواز آہنی

صاحبِ روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ دورانِ مکالمہ یزید ملعون - عدائے
نقارہ و نوبت یزید شروع ہوئی خالد نے حضرت امام زین العابدین کی
طرف رخ کر کے کہا کہ میرے پدر کی سلطنت کا نقارہ بج رہا ہے آپ نے اس کی
آواز سنی - حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا - ذرا صبر کر اتنے میں گلدستہ
آذان سے عدائے آذان بلند ہوئی اور مؤذن نے اشہد ان محمد رسول اللہ
کہا تو سید سجادؑ نے فرمایا کہ یہ ہماری نوبت ہے ہمارے بعد کا نام آذان ہی لیا
جاتا ہے اس وقت یزید بہت متعجب ہوا اور خوش ہو گیا رگیزہ مجلس
روز عاشوراء وقتِ ظہر حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر سے فرمایا اب کیا
وقت ہے تو شمر ملعون نے کہا کہ وہ وقت ہے کہ مؤذن گلدستہ آذان سے شہادت
دے گا اشہد ان محمد رسول اللہ و احمر تہاء شمر ملعون نے پھر بھی امام حسینؑ
کو شہید کر دیا - **اللعنة الله على القوم الظالمين** •

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ عجب استدلال ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے اور تو اس آیت کو ہمارے لیے پیش کر رہا ہے پس امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں پڑھا۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض الا فی سورة الحید آیت ۲۲) روایت میں ہے کہ یزید نے چاہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی گردن سے طوق آہنی بلند کرے۔ پس جیسے ہی طوق بلند کیا آپ کی گردن مبارک میں خون جوش مارنے لگا۔ کتاب دعوات الرّاوندی میں ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرنے کا مقصد ارادہ کیا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ دوران گفتگو سیدہ سجادؑ نے کوئی ایسا حرف زبان سے نکلے کہ یزید کو آپ کے قتل کا بہانہ مل جائے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے قرآن کی آیات سے استدلال قائم کر کے اُسے خوش کر دیا۔ یزید نے کہا کہ تم نے تو قسم کے ذریعہ جوابات دیئے ہیں۔ یعنی فدائی کلام سے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے جد امجد رسول خدا کا یہ ارشاد سنا کیا کہ جب کوئی شخص نماز صبح بجالائے تو بعد از تسبیح ہاتھ بلند کرے اور یہ پڑھے کہ اللہم انی اصبحت اسبحک و امجدک و احمدک و اهلک بعد ما ۱۰ دیر۔ یعنی کہ تسبیح پڑھنے کے بعد ہاتھ بلند کرے اور

اور پھر جب نشہ ہلکا ہو گیا تو شطرنج کھیلنے میں مشغول رہا۔ (از مترجم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن اسیران کر بلا داخل دہرا ہوئے ہیں اگرچہ یزید بلیک کے لیے سخت دن تھا مبادا ایسا نہ ہو کہ مملکت میں حملات اہلبیت طاہرین میں خروج کا جذبہ ابھر آئے تاہم یزید ملعون نے نوشی اور شطرنج بازی میں مشغول رہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حرام کام اس بد نہاد کی عادت بن چکے تھے۔ اس لیے شیعہ اہلبیت طاہرین کا ان دونوں نجس کاموں سے کیا تعلق؟ یہ چیز لکھنے کی طالب ہے)

تبرنداب میں مسطور ہے کہ فامد یزید لعنہ لوضہ الراس علی طبق من ذهب تمر دعی بالشرب فمشرب ثم صب جودتہ منہ علی الراس وقال کیف سالت یا حسین۔ (از مترجم میرادل قابو میں نہیں ہے کہ یزید کے اس گستاخانہ عبارت کا ترجمہ کروں۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ کوئی مولای اور شیعہ اس عبارت کے ترجمہ کو برداشت نہیں کر سکے گا) بس خلاصہ یہ ہے کہ یزید اس دور کا بد مست شرابی تھا اس نے سر مطہر سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے حسین تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی حوض کوثر میں جب تم اپنے بابا کے پاس پہنچو تو کہتا کہ یزید کہتا ہے کہ مجھے آب کوثر نہ دیں گویا مجھے شراب بخوانی ہے اور اے حسین تم کہتے ہو کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور میں نے تمہارا سر طشت طلا میں رکھا ہے۔ تم کہتے ہو۔ کہ میرے بابا علی مرتضیٰ قاتل کفار و مشرکین ہیں۔ میں نے آج تم سے کشتہ گانہ بدکار بدل لے لیا ہے۔

یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسین کے ساتھ

جسارت

کتاب عیون اخبار الرضا میں فضل بن ریح سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ من کان من شعثنا فلیتورع عن سرب انفقلم واللعب بالشطرنج یعنی کہ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ جانتا ہے اس کو چاہیے کہ فقاہ اور شطرنج سے پرہیز کرے۔ فقاہ اس جملہ معنی ہے کہ جو سے بنائی گئی ہو۔ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو سے تیار کردہ شراب یزید نے پی ہے جب دسترخوان پر یزید بیٹھتا تھا تو شراب فقاہ موجود ہوتی تھی۔ اور جب سر بریدہ امام حسین علیہ السلام اس کے دربار میں پیش ہوا تو اس وقت بھی اس کے لیے شراب بخولائی گئی۔ خود بھی شراب نوشی کی اور اس کے ہم لقمہ لوگوں نے بھی شراب نوشی کی امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شراب مومن کی دشمن ہے۔ شراب کہ جو بمعنی خمر ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کے متعلق معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انہما الاستصغرة الناس فقاہ یعنی شرابی لوگ اس کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ علماء فقہ نے شراب فقاہ (یعنی جو سے تیار کردہ شراب) اور شراب انگور دونوں کو یکساں طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اور دونوں نہجاست میں بھی یکساں ہیں ان کا استعمالی برتن وغیرہ بھی پاک نہیں ہوتا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب سر امام حسین طشت طلا میں رکھا تھا یزید شراب نوشی میں مشغول تھا۔

کیفیت درود اہلبیت اطہار باریزید اور جناب فاطمہ جناب سکینہ و جناب ام کلثوم کو کنیزی میں

طلب کرنا

جب یزید ملعون حضرت سید سجاد کے ساتھ مکالمہ سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اسیران اہلبیت اطہار میں سے مخدرات اور بچے دربار میں پیش کئے جائیں کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے تہ دعی بالنساء والصبيان - پھر اسیر عورتیں اور بچے دربار میں لئے گئے۔ دربار میں آنے سے قبل اسیران اہلبیت، مرد و زن تین گھنٹہ تک بالاساعات پر کھڑے رہے ناگاہ جلاؤ لوگ آئے اور اسیروں کو ریسمان سے باندھ کر دربار کی طرف لے چلے۔ اقبان و خیزان تمام مخدرات اور معصوم بچے گریہ کناں دربار میں پہنچے اس وقت محضر بن ثعلبہ ولد الحرم دربار میں پہنچا اور باوازلہ کیا کہ میں محضر بن ثعلبہ ہوں اور خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا ہوں سبب حضرت سید سجاد نے یہ سنا کہ وہ مرد و یزید کو امیر المومنین کہہ رہا ہے فرمایا ولدت ام محضرا مشا والام یعنی کہ محضر کی ماں نے اس سے زیادہ شریرا اور لئیم (بخیل) بچہ نہ جنا ہوگا۔ ابن نما نے بھی اسی چیز کو نقل کیا ہے و احمر تاء و امصبتا ہ بنت علی و فاطمہ کجا اور دربار یزید پلید کجا، وارشان تظہیر کجا اور قاشانی کجا سے دربار گم یزید زینب چہ کند بالان ستم ان سوخته کو کب چہ کند

ومنی یابن فاطمة زهرا سيدة النساء یابن بنت المصطفى حضرت زینب کے اس نالہ و فغان سے درباری لوگ متاثر ہوئے اور رونے کی سدا میں بلند ہو گئیں۔ یزید ملعون خموش رہا۔ دوسری مرتبہ میجر گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چنانچہ صاحب فصول الہم نقل کرتے ہیں فجعلت فاطمة وسکينة تتطاولان للنظر الى الراى وجعل یزید لہ تستمر علیہما - یعنی کہ فاطمہ اور سکینہ دونوں گروں کھینچے کھڑی تھیں کہ باہر کے سر کی زیادت کر سکیں۔ اور یزید ملعون نے سر کو پوشیدہ کر رکھا تھا ناگاہ ان کی نظریں سر پریدہ ام حسین پر پڑیں مدے گریہ بلند ہو گئی پس پردہ ہوا الحرم یزید ملعون تھے ان سب میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔

بروالت اوار نھانہ و منتخب - روی ان الحریر لما دخلن فی السبی ال یزید بن معاویة وھن مرفقات بجمل طویل و زوجین قیس لعنہ اللہ یجرھن یعنی حرم رسالت اور پردہ داران چادر تظہیر حب اسیر و خواہ ہو کر داخل دربار یزید ہوئے۔ سب ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے اور یہ اسمان زیر بن تیس کے ہاتھ میں تھی کہ وہ ان کو لے کر یزید کے تخت کے سامنے پہنچا اسیر کھڑے رہے۔ اس وقت یزید نے زبر سے پوچھا کہ من عذاہ - کہ یہ بی بی کون ہے۔ اور یہ بی بی کون ہے وہ الگ الگ ہر ایک بی بی کو دریافت کرتا رہا۔ اور زبر بن قیس بتلادیا کہ زینب بنت علی و فاطمہ ہوا و یہ کلثوم خواہر امام حسین ہے یہ علی و فاطمہ کی بیٹی ہے۔ یہ سکینہ ہے یہ فاطمہ ہے یہ رقیہ عرقن کہ ہر ایک مستور کا نام لے کر بتلاتا رہا۔ اس وقت یہ بیکیں بیاں ایک ایک دوسری بی بی کے غضب میں موبہ چھپا رہی تھی۔ یزید نے ایک بی بی کے متعلق دریافت کیا من هذا النقی لہا ستر

ناحرم دینیت ای خدا ظلم بہ بین

خوشید رود بر عتق حبس

ماحصل یہ ہے کہ دربار یزید جو ظلم و ستم کی آماد گاہ ہے زینبؓ کیا کہے ناحرموں کا مجمع ہے اسے خدایہ ظلم دیدنی ہے کہ وہ زینبؓ خاتون کے جس کی ماں کا جنازہ بھی پردہ شب میں اٹھایا گیا وہ زینبؓ کے جو واقعہ کہ بلا سے پہلے دن میں روزہ رسولؐ خدا پر نہیں گئی آج منکر رسولؐ کے دربار میں برہنہ سر ہے ان یزیدیوں نے آل رسولؐ اور نبی زادوں کو اس طرح اسیر کیا تھا کہ ترک و دہلم کے اسیر بھی ایسے نہ ہوں گے مجلس یزید میں اسیران خسرو جگر بال پریشان کھڑے تھے۔ داسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔ اس وقت فاطمہؓ دختر امام حسینؑ نے عہد توں میں سے یزید سے کہلایا یزید بنات رسول اللہؐ سبایا۔ اسے ظالم تو نے دختران رسولؐ خدا کو اسیر کیا ہے فیکہ الناس وبکی اهل داره حتی علیہ الاصوات۔ لوگوں میں شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ دربار یزید میں ماتم ہو رہا تھا۔ یزیدی خوشیاں کر رہے تھے آج وہی رنگ ہے مخالفین عزائم ہمارے رونے اور ماتم پر اعتراض کرتے ہیں) معین الدین صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ اسیران کو بلا کو صف اول سے لیجاؤ اور سب کو ایک جاکر کے لوگوں کے اور اسیروں کے درمیان پردہ کھینچ دو۔ لیکن مرحوم الشیخ کتاب اہوف میں لکھتے ہیں کہ ثم وضع راس الحسین بین یدیه واجلس النساء خلفه ثلاثین ظنن الیه۔ یعنی سر بریدہ امام حسینؑ یزید ملعون کے سامنے ہی رہا اور اہل حرم کو تخت کے عقب میں جگہ دی تاکہ عورتوں سر مطہر امام مظلوم نہ دیکھیں کہ ناگاہ حضرت زینبؓ خاتون کی نگاہ سر امام حسینؑ پر پڑی بے ساختہ فرمایا یا حسینؑ اور اپنا گریبان چاک کر لیا فرمایا یا حسینؑ یا حبیب رسول اللہؐ یا من مکہ

کہ یہ کون عورت ہے کہ جو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ کو چھپائے ہوئے ہے زجر نے کہا کہ یہ سکینہ بنت الحسینؑ ہے۔ یزید اس بھی کی طرف مخاطب ہوا اور کہا انت سکینہ کیا تو ہی سکینہ بنت الحسینؑ ہے۔ سکینہ خاتون رونے لگی۔ یزید نے پوچھا کہ اس وقت تجھے کس چیز نے رلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ لا فیکہ من لیس لھا ستر۔ کہ وہ دختر کیوں نہ روئے کہ جو ناحرموں میں گھڑی ہوا اور اسیر ہو پردہ کی کوئی صورت نہ ہو۔ کہیں اپنا چہرہ تجھ سے اور حاضرین دربار سے چھپا سکوں اسے تو اتنی شیعہ یہ ہے پردہ اہلیت جس کی تاحسی تم پر واجب ہے) کہتے ہیں کہ اس وقت یزید مردود بھی رونے لگا اور تمام حاضرین دربار باؤں بلند کر رہے تھے۔

کتاب منتخب اور مقتل ابی مخنف میں ہے کہ یزید سکینہ خاتون سے کہا کہ لے سکینہ تمہارے بابا حسینؑ میرے حق کا انکار کرتے تھے اور میرے لیے قلعہ رحم کرتے تھے۔ اور میری سلطنت کے بارے میں نزاع کرتے تھے۔ تو نے دیکھا کہ ان کے سر پر کیسی مصیبت آئی۔ جناب سکینہؓ کو اگرچہ یزید کی یہ گفتگو انتہائی دل شکن تھی۔ جو کہ گراں گزری مگر فرمایا اسے یزید میرے بابا کے قتل کرنے پر خوش مت ہو میرے بابا مطیع خدا اور رسولؐ تھے۔ مقرب باد گاہ ایزدی تھے۔ خدا نے ان کو داعی حق بنایا تھا وہ شہید ہو کر فائز المرام ہوئے ہیں۔

اور اسے یزید تبھے روز قیامت اپنے اعمال زشت کے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ روز حساب ضرور ہے اس نے مردود نے جناب سکینہؓ کو جھک دیا اور خوش کر دیا اس وقت ایک شخص گروہ لخم سے کھڑا ہوا اور کہا اے یزید اس دختر کو میری کنیزی میں دیدے۔ جناب سکینہؓ نے سنا تو اپنی

پھوپھی اماں زینب خاتون سے پیٹ گئیں اور کہا کیا ماں جان۔ نبی نادیاں بھی کیزی بنتی ہیں؟ حضرت ام کلثوم نے بڑی غضب آلودہ نگاہ سے اس مردمانہ بخار کو دیکھا اور فرمایا کہ غموش ہو جا۔ خدا تیری زبان قلعہ کرے اور تجھے اندھا کر دے اور تیرے ہاتھ خشک ہو جائیں تو اولاد محمد مصطفیٰ پیغمبر خدا کو کیزی میں طلب کرتا ہے راوی کہتا ہے فواللہ ما استقم کلاما حتی اجاب اللہ دعائہا۔ کہ بخدا ابھی جناب ام کلثوم کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ خداوند عالم نے دعا قبول کی۔ اور اس ملعون نے چیخ ماری اس کی زبان خود اس کے دانتوں سے کٹ گئی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں مثل طوق ہو گئے اور اس کی آنکھیں جاتی ہیں یعنی بینائی سلب ہو گئی۔ اس وقت حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ الحمد للہ الذی عجل علیک العقوبۃ فی الدنیا قبل الاخرۃ۔ دختران رسول کی بے حرمتی کرنے والے کی یہ سزا ہے۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت زینب خاتون مراد ہیں کہ ام کلثوم کبریٰ لقب ہے پس حضرت زینب مستجاب الدعوات ہیں (از مترجم۔ بہر حال حضرت زینب خاتون ہوں یا جناب ام کلثوم ہوں دونوں ہی خداوند عالم کی بارگاہ میں مقرب ہیں اور خاص مرتبہ رکھتی ہیں)

حسن بن محمد بن علی الطبری کامل التیقفہ میں نقل کرتے ہیں کہ اس روز جب کہ یزید نے درود اہلبیت طاہرین کے موقع پر دربار کو آراستہ جمیرا ستہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی اراکین دربار کو اجازت دی تھی کہ جو کچھ وہ سر مطہر امام حسین کے ساتھ جنارت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک مسخرہ زہیر نامی عراقی دربار میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک نگاہ اسیروں پر ڈالی۔ اس کی نظر جناب ام کلثوم

پر پڑی اور یزید کی طرف رخ کر کے کہا۔ (معاذ اللہ) ہب لی ہذا لاجارحۃ کہ اس کو مجھے بخشنے دے۔ اور اس کا اشارہ جناب کلثوم کی طرف تھا۔ آپ اسیروں کے ساتھ ایک طرف کو کھڑی تھیں۔ پس آپ نے از روئے غضب و قہر فرمایا کہ اقصر یدک عنا قطعاً اللہ۔ یعنی اپنے ہاتھ کو کوتاہ کر یعنی ہماری طرف اشارہ نہ کر خدا تیرے دونوں ہاتھ خشک کرے۔ جناب ام کلثوم نے اس قدر آئینہ طریقہ پر فرمایا کہ زہیر مسخرہ کے جسم میں ریشہ پڑ گیا۔ اور حیرت زدہ ہو گیا یہ دیکھ کر یہ اسیر تو عرب معلوم ہوتے ہیں کہ یہ خاتون عربی میں کلام کر رہی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مرد میہاں نبی نادیاں موجود ہیں یہ قیدی اولاد رسول خدا ہیں۔ یہ فاطمہ زہرا کی بیٹی ہیں۔ کہ تمہارے امیر نے اپنے نبی کی دختروں کو اسیر کیا ہے اور بے پردہ دربار میں حاضر کیا ہے جب وہ شخص یعنی کہ زہیر مسخرہ حالات سے باخبر ہوا مجلس یزید سے باہر آیا۔ اور ایک چھری لے کر اپنا وہ ہاتھ کہ جو جناب ام کلثوم کی طرف بڑھایا خود قطع کیا اور اس کٹے ہوئے ہاتھ یزید کے بائیں جانب پھینک دیا۔ اس کے بازو سے خون ٹپک رہا تھا وہ خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں کیا۔ اور عرض کیا قریند رسول خدا مجھ سے خطا ہو گئی کیا میرا قصور معاف ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے کٹے ہوئے ہاتھ پر سے کپڑا ہٹایا۔ اور عرض کیا مولیٰ میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا تھا۔ میرے جسم سے درگزر فرمائیے۔ اور اپنی پھوپھی ام کلثوم سے فرمائیے کہ وہ میری خطا معاف کر دیں۔ ان کی دعا خداوند عالم نے قبول فرمائی۔ اب اگر آپ معاف فرمائیں تو خدا بھی میرا جرم معاف کر دے گا۔

اشیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام انھا قالت لما اجلسنا بین یدی یزید لعنہ اللہ رقی لنا اول شیخ و الطفتنا۔ شیخ امالی ہیں فاطمہ بنت امیر المومنین علی سے روایت کرتے ہیں کہ ان محذّرہ نے فرمایا کہ جب ہمیں مجلس یزید میں اس کے روبرو لے گئے تو اس ملعون نے میری طرف نشان دہی کی اور اس نے ہمارے حال پر وقت کی۔ اور ہمرانی کا بتا دیا اس وقت اہل شام میں سے ایک احمق شخص نے یزید کی قدوسی کی اور کہا کہ اس عورت کو میری کنیزی ہیں۔ بخند رہے۔ میں یہ سن کر خوف زدہ ہو گئی۔ اور مجھے خیال ہوا کہ یزید ظالم ہے حاکم ہے جو چاہے کرے میں نے اپنی بہن کے دامن کو پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ مجھ سے بڑی تھیں۔ اور مجھ پر زیادہ شفقت فرماتی تھیں۔ انہوں نے مرد شامی کی طرف رخ کر کے فرمایا کن بت واللہ لعنت ما ذاک لک ولوالہ۔ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے عترت اہل ہار کے بارے میں ایسی خواہش کی ہے جو تیرے لیے ممکن نہ ہوگی اور تو ملعون ہو گیا۔ اور یزید بھی تیرے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ یزید اس بات کو سن کر غصہ میں آگیا۔ اور میری خواہش کہہ۔ بل کن بت ولعنت کہ تو نے جھوٹ کہا (معاذ اللہ) اور تجھ پر لعنت ہو۔ اگر میں چاہوں تو کنیزی میں دے سکتا ہوں۔ آخر کیوں ایسا نہیں کر سکتا میری خواہش نے فرمایا کہ خدا کے خدا نے ایسا قرار ہی نہیں دیا ہے کہ عترت اہل ہار کے بارے میں ایسا کام کر سکے اور دین و ملت سے خارج ہو جائے۔ یزید غصہ میں کہنے لگا کہ میرا قلم جیکر رہا ہے کہ ایسا لکھوں مگر کیا کروں۔ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے پھر اس نے کہا انما خذہ من الدین ابوک و اخوک میری بھی نے فرمایا کہ اس دین کی میرے بھائی، باپ اور جد بزرگوار نے تیرے باپ دادا کو ہدایت کی مقصد یہ تھا کہ اگر بچے

جد رسول خدا نہ ہوتے تو تیرے باپ دادا مسلمان نہ ہوتے اور پھر مجھے سلطنت کا موقع نہ ملتا اس ملعون نے کہا کن بت یا عدو اللہ جب میری بہن نے دیکھا کہ یزید ناروا و الفاظ کہہ رہا ہے تو فرمایا امیر قسطنطنیہ ظالما و قسطنطنیہ سلطانا میں کیا کروں کہ آج تو امیر مملکت ہے اور میں اسیر ہوں تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے فرمایا اے یزید جیکر۔ یزید خوش ہو گیا اور شامی باز رہا۔ اور پھر کنیزی کے لیے طلب نہ کر سکا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیخ مفید نے اس واقعہ کو کتاب الارشاد میں لکھا ہے لیکن اس طرح روایت کی ہے کہ از فاطمہ دختر امام حسینؑ، کہ دختر امام حسینؑ فاطمہ نامی نے کہا۔ اور مرحوم السید نے کتاب لہوف میں ابھی ایسا ہی لکھا ہے کہ ایک مرد شامی نے فاطمہ نامی بنت امام حسینؑ کو اپنی کنیزی میں لینے کے لیے یزید سے درخواست کی پس فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی جناب زینب خاتون کا دامن پکڑ لیا اور کہا پھوپھی اماں کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس فاسق کی کیا مجال کہ تمہیں کنیزی میں لے سکے اس مرد شامی نے دریافت کیا کہ یہ لڑکی کون ہے اور یہ بی بی کون ہیں یزید نے کہا یہ لڑکی فاطمہ بنت امام حسینؑ ہیں اور یہ بی بی دختر علی ابن ابی طالبؑ زینب خاتون ہیں پس جیسے ہی اس شامی نے سنا تو اس نے یزید سے سر امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا یہ سر مبارک حسین ابن فاطمہ دختر رسول خداؐ کا ہے یزید نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ شامی بولا لعنتک اللہ یا یزید تقتل عترۃ بیتک و تسبی ذریتہ۔ اسے یزید خدا کی تجھ پر لعنت ہو تو نے فرزند رسول خدا کو قتل کر دیا اور ان کی عترت کو نار و الفاظ کہہ رہا ہے اعدان کو اسیر کیا ہے ان کو دربار میں بلایا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا اور نہ ایسا خیال تھا کہ

دریت و عزت رسول خدا قیدی ہیں اور تیرے دربار میں سامنے کھڑے ہیں۔ میں یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ ترک و دہلم کے قیدی ہیں و امیبتاہ کہ آل رسول کو قیدی بنایا ہے یزید نے اس مرد مومن کو بھی قتل کر دیا اور اس کی روح محمد و آل محمد کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

دربار یزید میں حضرت زینب خاتون کا خطبہ

کتاب معتبرہ، ارباب مقاتل، شیخ صدوق، اور دیگر علماء سے جو کچھ آگئی حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب اسیران اہلبیت طاہرین واردِ دربار یزید بنہاد ہوئے ہیں تو اُس نے دربار میں اسیروں کو ایک ناپسندیدہ جگہ دی مرم السید اور بعض دیگر علما تحریر کرتے ہیں کہ تخت شاہی کے عقب ہیں یا ایک پوشیدہ دالان میں جگہ دی۔ اور ادلائ یزید کے سامنے اور پھر مذکورہ صورت میں اہلبیت اطہا کو جگہ دی۔ جب اسیران اہلبیت یزید کے روبرو کھڑے تھے تو سر امام حسینؑ طشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یزید یوب خیزران سے سر مطہر کے ساتھ جسارت کر رہا تھا ورنہ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت ام کلثومؑ کی نظر سر بیدہ پر پڑی۔ آپ نے یزید سے کہا کہ مجھے اجازت دے کہ میں سر مطہر کو اپنی آغوش میں لوں اور دوسرے سکون یزید نے اجازت دی علیا ام کلثومؑ نے سر مطہر کو طشت سے اٹھایا اور لبوں پر اپنے لب رکھ کر خوشبوئے برادر سوگئی اور پھر یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے یزید بہت جلد اپنے کٹے کی سزا پائے گا۔

شیخ صدوق کتاب الامالی میں تحریر کرتے ہیں کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ بخدا

میں نے یزید سے زیادہ سخت دل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اس وقت کہ جب یزید ایسے اشعار پڑھ رہا تھا کہ جس کا یہ ہے کہ آج بدر کے ہمارے مقتول زندہ ہوتے تو میری کارکردگی دیکھتے تو مجھے داد دیتے کہ میں محمدؐ کی آل سے لگن کر بدلے۔ حضرت زینب خاتون تاب ضبط نہ رہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور احتجاج خیز خطبہ انشاء کیا۔ ہم اس خطبہ کو کتاب اللہوف سے نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

قال الراوی فقامت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فقالت الحمد لله رب العالمین وصلى الله على رسوله وآله اجمعین صدق الله كذالك يقول ثم كان عاقبة الدین اسماء السوی ان كذبوا بآیات الله وكانوا بما يستهزءون اظننت یا یزید عتیت اخذت علينا اقطار الارض و افاق السماء فاصبحنا نساق كما يساق الاسماء ان نیا هو انا علی الله ربك علیه كرامة لان ذلك لعظم خطرت عندك فخشيت بافكك ونظرت في عطفتك خذلان مسرورا حين رايت الدنيا لك مستوثقة والامور متسقة وحين صفائك ملكنا و سلطاننا فمهلا مهلا نسيت قول الله تعالى ولا تحسبن الذين كفروا انما نملی لهم خیر لا نفسهم انما نملی لهم لیزدادوا الشما ولهم عذاب مهین امن العدل یا بن الطلقا تحذیرك حراشك و اما لك وسوقك بنات رسول الله سیایا۔

اے یزید تو اپنے آپ کو بادشاہ اور سلطان جانتا ہے کیا یہ ہی تیری عدالت

ہے کہ تیری کنیزی تو پردہ میں ہوں اور دختران رسول خدا باسرویا برہنہ نامحرموں کے سامنے رسن بستہ کھڑی ہوں۔ قد انتھکت سوساھن وابدیت وجوہن تھد ما بہن الاعداء من بلد الی بلاد ویستشرفھن اھل المناخل ویتصفح وجوہن القریب والبعید والد فی والمشریف لیس معھن من جالھن ولی لا من حما تھن حتی۔ اے ظالم تو نے آل رسول کو بے پردہ کر دیا حرمت پردہ برباد و خالق کر دی۔ اور ہمیں قیدی بنا کر نامحرموں کو ساربان بنا دیا۔ اے یزید شہر بشہر کے لوگ بہار تماشاء دیکھ رہے ہیں اچھے بُرے ولی اور شریف سب تماشا ٹائی نظر آتے ہیں ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آیا کہ جو طلب خون شہیدان کرے۔ اور ہم یکس عورتوں بچوں کی حمایت کرے وکیف یرتجی راقبہ بن من لفظ قوۃ اکباد الازکیاء بنت محمد بد ماء الشہداء۔ کس طرح امید کجا سکن ہے اُس کے پسرے کہ جس نے اُمیدیں شہید دل بگراؤں کا نکال کر چبائے ہوں اور ان کا بار بنا کر پہنا ہو۔ وکیف یستوطاء فی بعضنا ہذا البیت من نظر الینا بالشفق والشان والاخن والاصغان اور یزید کرام مل سکتا ہے ان سے کہ جنہیں اہلبیت طاہرین سے بغض ہے جو آل رسول سے کینہ رکھتے ہیں۔ ثم نقول غیر متانم ولا مستعظمواہلوا واستملوا فی جانتہ قالوا یا یزید لا تشغل متحینا علی ثنائیا الی عبد اللہ سید الشاہد احد النجۃ تنکتھا بمحضرتک۔ اور از روئے جرات جسارت کہتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اپنے عمل کو نہیں دیکھا کہ تو کہتا ہے کہ اے کاشش میرے بزرگ جو جنگ بدر میں مارے گئے وہ آج ہوتے تو دیکھتے کہ میں کس طرح آل رسول اور اولاد علی سے بد لایا ہے اور تو خوشیاں

منار ہا ہے اور اے یزید تیرے ہاتھ شل ہو جائیں کہ تو نے خوب بد لایا کہ اولاد نبی کو قتل کیا۔ اور اب توب و دندان حسین کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ میرے اس بھائی کے ساتھ کہ جو جوانان جنت کا سردار ہے۔ چوب دستی یوں پر لگا رہا ہے۔ وکیف لا تقول ذلک وقد نکات الفرحة واستا صلت الشافۃ یا رافقتک دماء ذریۃ محمد و بنجوم الارض من الی طلب کیوں نہیں کہتا کہ اس کلام سے زخموں پر زخم لگا رہا ہے تو نے آل عبد المطلب کا خون بہایا ہے ذریت پیغمبر خدا کہ جو زمین پر شل ستاروں کے تابندہ ہیں اور ان کے نور ہدایت سے اسلام منور ہو رہا ہے و تھتف بأشیا خلت زعمت انک تنادیہم فلتردن وشیکاھو سادھم ولتوزن انک شللت و بکمت ولم تکن قلت ما قلت وفعلت لما فعلت۔ تو اپنے بزرگوں کو آواز دے اور گمان کر کہ وہ تیری آواز سن سے ہیں اور تو بھی جلد تران سے ملحق ہو جائے گا اور وہاں پہنچ جائے گا کہ جو تیری جگہ ہے۔ کاشش تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ پس جناب زینب خاتون نے اس پر نفوس کی اور اس پر لعنت کی فرمایا۔ اللہم خذ بحقنا وانتقم ممن ظلمنا واحلل غضبک فی حق من سفک لنا دما مائنا و قتل حما تنا۔ اے خدا نے کریم والصدق واجب النکیم اور اے روز جزا کے مالک اور ہر ایک خستہ کو لطف و کرم سے نوازنے والے۔ اے زینب یکس کے خدا دشمنی سے ہمارا انتقام لے۔ جنہوں نے ہمارا حق غضب کیا ہے اور ہمارے جوانوں کا خون بہایا ہے۔ ان سے انتقام لے۔ انتقام لے۔ اس وقت جناب زینب نے یزید کی طرف دیکھا اور فرمایا فواللہ ما قربت الا جلدک ولا حوزرات الاحمک ولتزدن علی رسول اللہ بما تحملت من سفک دما ذریتہ وانتھکت

من حرمته في عترة ولحمته حيث يجمع الله شملهم ويكتم شعثهم يا خدام جنتہ
اے یزید خداوند عالم پر تیرا یقین نہیں ہے کہ تو نے ہمارے حق میں ظلم کیا۔ اور
جب تو حضرت رسول خدا کی خدمت میں روز قیامت جائے گا اور وہ بھی اس
حالت میں کہ تو نے ذریت رسول کا خون بہایا ہے۔ ان کی عزت کو اسیر کیا
ہے اور جگر رسول خدا کو سوختہ کیا ہے۔ تو جب رسول خدا تجھ سے سوال کریں گے
اور ہمارا انتقام لیں گے تو تجھے اپنی فکر خود کرنی لازم ہے کہ تو نے ہمارا گھر
برباد کیا ہے۔

ای جفا کردہ دل غلق ریش
غافل از اندر کہ عتابیت بہت
روز قیامت کہ بودہ آوری
چند غبار ستم آگبخن
آہ کسان خسزد نیاد شمر
تیر صیغان چو گزشت از کمان
بگذرد از نہ سپہر آسمان

غلام اشعار یہ ہے کہ بے جفا کار، ستم شعار تجھ سے مخلوق کے دل زخمی
ہو گئے ہیں تو نے ستم شکاری اپنا رویہ بنالیا ہے تو اس امر سے غافل ہے کہ تیرے
لیے عتاب خدا ہے کیا تو روز قیامت حساب دینے سے فارغ ہو گیا ہے۔
کچھ سوچ اس دن تو کیا عذر کرے گا۔ روز قیامت عدل و انصاف کا دن ہے
ستم و جور کی آندھیاں چلانے والے اپنی آبرو کا احساس اور دوسری کا خون
بھانا۔ کسی کی آہ کو بے اثر نہیں سمجھنا چاہے بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے کیا

خورد وہ تو سب کو جلا دیتی ہے۔ کمزوروں کے تیر جو کمان سے نکل چکے وہ تو
آسمانوں سے گزر گئے۔ وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ
بَلْ أَحْيَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزِيدُهُمْ قُوَّةً۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)
اور جولوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ لوگ جیتے
ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں (یعنی کیا اے یزید تو گمان
کرتا ہے کہ قلیل راہ خدا مردہ ہے نہیں وہ زندہ ہے اور خدا کی طرف سے رزق پاتا
ہے۔ وحسبک باللہ حاکما و محمد خصیما و جبرئیل طہیرا و سیدہ
من رسولک و مکنک فی رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا و ایکہ شر
مکانا و اضعف جناس روز قیامت محاصمہ رسول خدا تیرے غلاب کے لیے کافی ہے
پھر جناب زینب نے فرمایا و لنن جرت علی الدواھی فحاطبتک انی لاستصغر
قدرک و استعظم تقریبعک و استکثر تو بیخک یعنی اے بیمار اگر گردش
زبان سے ایسا جو قہر کیا کہ میں تیری مجلس میں اس ستم میں تجھ سے مخاطبہ کر رہی
ہوں اور میں تیری شوکت کم کر رہی ہوں تجھے نصیحت کر رہی ہوں حالانکہ تجھ پر میرے
واعظ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔ الا فالعجب کل العجب
لقتل جرت اللہ الاتقیاء الشرفا النبیاء بحزب الشیطان الطلقاء۔
پس تعجب و تعجب بلکہ بے مد تعجب ہے کہ اگر لشکر خدا میں اتقیا لوگ، عالم و
شریف لوگ اگر لشکر شیطان کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اور لشکر شیطان
کا راس و رئیس وہ شخص ہے کہ جو طلاق شدہ ہے یعنی رائدہ درگاہ ہے۔ الا
یدی تنظف من دما ثا و الا فواد تنجلب من لحونا و تلك الجنة الطواهر
الرداکی تنابها العواسل و تغفرها امهات انصر اعل۔ پس ان ہاتھوں میں

کہ جن میں خون شہیدان بھرا ہوا ہے۔ اور اسے ظالم یزید۔ ہمارے جوان جو
 خاک و خون میں غلطان پڑے ہیں ولئن اتخذت انتا معتما لتجدننا وشیعکافرا
 حین لا تجد الاما قدمت ید الہ وما ریک بظلام للعبید والی اللہ المشتکی وعلیہ الملک
 یعنی کہ نے یزید اگر تو ابھی ہم دختران آل رسول و بتول کو اپنا مال غنیمت سمجھتا ہے
 تو اسے یزید یہ تیری نادانی ہے جو تو نے آخرت میں بھیجا ہے وہ پائے گا۔
 میں خود خدا سے تیرے ظلم کی شکایت کرتی ہوں۔ فکد کیدک وسع سحیک و
 ناصب جھدک فواللہ لاتمحو ذکونا ولا تمیت وحینا ولا تدرك اعداؤنا ولا یحیی
 عنک عارہا اے یزید ہر ایک مکر جو تو رکھتا ہے اسے پورا کر۔ اور ہر سعی کہ جو تو کرنا
 چاہتا ہے اسے عمل کر اور اپنی سعی و کوشش کی انتہا کر دے۔ جو چاہے سو کر
 مگر ذات خدا نے ذوالجلال تو ہمارا نام صفحہ روزگار سے نہیں مٹا سکتا راز مریزم
 جناب زینب خاتون کا یہ اشارہ ہے کہ آل محمد میں سے ایک معصوم حواست کا
 امام ہوا اور رسول کا خلیفہ ہو قیامت تک باقی رہے گا اور تو اپنے اعمال
 زشت کو اپنے پاس سے دور نہیں کر سکتا یعنی کہ رزق قیامت تیرا اعمال نامہ
 تیرے گے میں ڈال دیا جائے گا۔ وھذ رایک الافندوا یا ما الاعد ووجعک
 الابد و یوم یثاد المناذ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔
 اے یزید تیری رائے ضعیف اور باطل ہے۔ اور تیرا زمانہ بہت محدود ہے
 اور میری جمعیت منتشر ہوگی ہے۔ والحمد للہ الذی ختم لاولنا بالسعادۃ
 والمغفرة ولاخزنا بالشہادۃ والرحمة وتسل اللہ ان یکمل لہم
 الشراب ویوجب لہم المزیذ ویحسن علینا الخلافۃ انہ رحیم
 ودود وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

حمد و شکر ہے اس خدا نے بزرگ و برتر کے لیے کہ جس نے سلسلہ کائنات میں
 ہمیں اول مخلوق قرار دیا جو دلیل رحمت خدا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعے ثواب
 عطا ہوگا۔ اور ہمیں محل خلافت قرار دیا۔ خدا ہی مہربان اور رحیم ہے اور وہی ہمارے
 لیے کافی ہے اور وہی مددگار ہے۔
 مرحوم السید الہوف میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت زینب خاتون سلام اللہ
 علیہا نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ نے فرمایا۔ یاویلک یا ملعون ہذا مائیک و
 نساک و المستور علیہن الاخذ و دہنات رسول اللہ علی الاقطاب بخیر
 طاء ینظر الیہن البر والفاجر ویتصدق علیہن الیہود والنصارى۔
 یعنی اے یزید تجھے پر نفرین ہو کہ تیری مستورات اور کنیزی تو پردہ میں بیٹھیں۔ اور
 دختران رسول خدا علی وفاطکہ کی بیٹیاں شتران برہنہ پر بیٹھیں ہر کس و نا کس
 نظر اٹھا کر دیکھے اور یہود و نصاریٰ مدقہ دیں۔ اس وقت یزید ملعون نے دختر
 جناب امیر علیہ السلام کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھا اور اہل مجلس کو یقین ہوا
 کہ اب یہ ملعون بنت علی وفاطکہ کو قتل کرادے گا۔ عبد اللہ ابن عمر دعاس نے
 یزید سے کہا ان الذی کلمتک لیس شیء تاخذ بہ فمکن غضبہ۔ یعنی یہ کلام
 جو اس زن السیر و بیکس نے تجھ سے کہا ہے کیا تو اس پر اس سے مواخذہ کئے
 گا۔ لیکن یزید خوش رہا اور اس نے پسر عمر دعاس کو کوئی جواب نہیں دیا مطلب
 یہ ہے کہ یزید نے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

بروایت منتخب حضرت زینب خاتون کا دربار یزید

میں احتجاج

قال الشيخ فخر الدين في المنتخب انه لما دعي اللعين بسبي الحسين وعرضوا عليه - يعني الشيخ فخر الدين كتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے اسیران اہلبیتؑ اظہار کو اپنے دربار میں طلب کیا چنانچہ اسیر حاضر دربار ہوئے شیخ مرحوم ایک دوسری جگہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا - قال علی بن الحسين لما وفدنا على يزيد بن معاوية اتونا بجبال وربقونا مثل الاغنام وكان الجبل بعنقي وعنق ام كلثوم وكيف زينب وسكينة والبسات - یعنی کہ اسیران اہلبیتؑ اظہار اس طرح دربار یزید میں پیش کئے گئے کہ مثل گو سفند ایک رسی میں سب بندھے ہوئے تھے - اور وہ یہ سہلان میری گردن میں تھی اور یہی ریمان ام کلثوم کی گردن میں تھی اور جناب زینبؑ خاتون اور سکینہؑ خاتون اور دوسری دختران مظلومہ کے بازوؤں میں بندھی تھی وساقونا وکلما وقصرنا عن المشي فربقونا حتى وقفونا بين يدي يزيديهم دربار میں اس طرح لے گئے کہ اگر چلنے میں ذرا کمی واقع ہوئی تو دشمن ہمیں تازیانے مارتے تھے - ہم دربار میں پہنچے وہو علی سریر مملکتہ - یزید بر سر سلطنت تھا - مختصر یہ ہے کہ ہم روایت اول میں ذکر کر چکے ہیں کہ اہلبیتؑ اظہار ناپذیرہ شان سے یزید کے تخت سامنے کھڑے ہوئے - حضرت زینب خاتون نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا -

یا یزید اما تخافت الله سبحانه من قتل الحسين وما كفالك حتى تشحت حرم رسول الله من العراق الى الشام وما كفالك انتفاك حرمتهم حتى سوقنا اليك كما تساق الاء على المطايا بغير وطاء من بلد الى بلد - اے مرقت تو خداوند عالم سے نہیں خوف کرتا کہ تو نے نور چشم رسول خدا حسین فرزند فاطمہ کو قتل کر دیا - اور ایسی پرکٹا نہیں کی بلکہ ان کے اہل حرم کو رسن بستہ اسیر کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لایا ہے تو نے عظمت و حرمت، اہلبیتؑ کو پائمال کر دیا - تو ہمیں کر دیا - تو ہمیں شتران بے کجاہ پر کوفہ سے شام تک لایا ہے شہر بشہر ہمیں تشہیر کیا ہے -

اندر سر پر ناز تو خوش آرید
شادی انا نکہ راس حسین را برید
جادوہ پر وہ زنان خود لے
خرم دلی کہ پردہ ما درید
من ایستادہ ام سراؤ کسی نگفت
بنشین کہ روی غار مغیلان دید
کہ بر فرودش حکم کنی کہ قتل ما
ظالم مگر تو آل علی را خرید

زینبؑ کجاوین ہمہ ظلم و ستم پورا
باشد ردایک زن ماتم رسیدہ

یزید مال - شاعر حضرت زینبؑ خاتون کے تاثرات بیان کرتا ہے کہ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے یزید تو سر پر آکر لے مست سلطنت ہے بائیں سیب خوش و خرم ہے اور خوشی اس بات کی ہے کہ تو نے سر امام حسینؑ قلع کیا ہے - اپنے اہل حرم کو پردہ میں جگہ دی ہے اور تیرا دل خوش ہے کہ تو حرم رسول خدا کے پردہ کو چاک چاک کر دیا ہے - تو نے ہماری ہر ایک فرد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کر لیا ہے زینبؑ کجاوہ

تمام ظلم و ستم و جور کس لیے ہیں کہا ایک ماتم زدہ عورت پر ایسے ظلم و ستم روا ہیں۔ یزید ملعون نے کہا اے زینب تمہارے بھائی حسین نے دعویٰ سلطنت کیا تھا۔ وہ اپنی خاندانی برتری ظاہر کرتا تھا کہ میں تو اسہ رسول خدا ہوں۔ میری ماں، میرے باپ، میرے تانا۔ یزید کے باپ، ماں تانا سے افضل ہیں۔ کیا حسین کو یہ معلوم نہیں سمجھا کہ خدا جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ حضرت زینب خاتون نے جب یہ طعنے آمیز کلام یزید سے دل برداشت ہو گئیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یکسی کے عالم میں فرماتی ہیں کہ اے یزید جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھ وہ تو خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں اور زندہ ہیں۔ یزید نے کہا پسمر جانہ ابن زید نے حسین کو قتل کیا ہے میں قتل حسین پر راضی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ہی قتل حسین کا حکم ابن زیاد کو دیا تھا اگر تو حکم نہ دینا تو حسین سے انکار کر کے اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے کاتبان قدرت تیرے قول اور عمل کو کھچکے ہیں جو فرمائے قیامت تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا اس دم تو زندانِ مہلک حسین مظلوم پر خوب دستی لگا رہا ہے اور سر بریدہ کے ساتھ جسدات کر رہا ہے۔ مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا۔

چوب ستم بر این سراور مزین یزید تیرالم بجان پیغمبر مزین یزید
این سرکہ نیست از دیش بر تو و اہم بدوی ملام زینب آغوش فاطمہ
باشد خنجر لعل لب او چہ کہسب بایہ از بس کشیدہ تشنگی این سرکہ بیل
این سرکہ دیدہ این جور از معاندین آرا و است چوب زدن بازو از این

اگر ملعونہ گفت برن خوب میزنی

ظالم بوسہ گاہ نبی چوب میزنی

دو لفظوں میں خلاصہ اشعار یہ ہے کہ آپ نے احتجاجاً فرمایا کہ اسے یزید سر مظلوم فاطمہ پر خوب دستی نہ لگا۔ اس رسول خدا سے رنج و الم یہ پہنچتا ہے یہ سر بریدہ زینب آغوش فاطمہ رہا ہے۔ کہ بلا میں اس سر نے تشنگی اٹھائی ہے۔ اے یزید اس سر مظلوم پر بار بار خوب دستی لگانا کیوں کر رہا ہے آخر کار یکس بی بی فرماتی ہیں یہ گوے بریدہ۔ بوسہ گاہ نبوی ہے۔ اچھا تو اس پر خوب چوب دستی لگا۔
الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

مجاہد یزید بامام زین العابدین علیہ السلام

مجاہد کے اردو سے لغت معنی میں حجت کرتا۔ اور حجت کے معنی میں دلیل۔ برہان، غلبہ۔ اہل علم پر امر معنی نہیں ہے کہ حضرت زینب خاتون نے یزید کے بصرے ہوئے دربار میں عظیم الشان خطبہ دیا ہے اور اس کی روایت کتاب لہوف میں مرحوم سید بن طاووس کی طرف ہے۔ شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں بعنوان زینب عونت علی خطبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے۔ ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ جیب اسیران کر بلا دار و دربار یزید ہوئے تو شہر ان یزید قال لذبیب تکلیفی فقاتلت ہوا لمتکلم۔ کہ یزید ملعون نے حضرت زینب کی طرف رخ کر کے کہا کہ کچھ گفتگو کیجئے آپ نے فرمایا کہ مرد سے مرد گفتگو کرے تو بہتر صورت ہے یعنی سید سجاد علیہ السلام تجھ سے گفتگو کریں تو مناسب و بہتر ہے۔ حضرت سید سجاد نے اس وقت اسی اسیری کی حالت میں یہ اشعار انشاء کئے۔

لا تظلموا ان یعتقوا فنکر مکم وان نکف الاذی عنکھ و توذونا

والله يعلم اننا لا نحيدكم ولا تلوكمه الا تحبوننا
 ما حصل کلام امام زین العابدین علیہ السلام یہ ہے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمیں خوار و خفیف
 کرے اور ہم تیرا اعزاز و اکرام کریں۔ اگر تم کو ہم اذیت نہ دیں مگر پھر بھی تم ہم کو اذیت
 دیتے ہو۔ لیکن خدا کو اس سے کہ ہم تم کو دوست نہیں رکھتے۔ اور تم کو ہم ملامت بھی
 نہیں کرتے کہ تم ہم کو دوست نہیں رکھتے یزید نے کہا صدقت یا غلام یعنی
 اے جوان تم نے سچ کہا لیکن تمہارے جدا و پروردگار دوسری سلطنت رکھتے تھے لیکن
 الحمد للہ الذی قتلہما وسفک دما ثلثہما شکرہ خدا کہ ہر دو قتل ہو گئے یعنی کہ حضرت
 امیر المومنین علیؑ اور امام حسینؑ دونوں قتل ہو گئے اور ان کا خون بہا دیا گیا۔ امام زین العابدین
 علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یزید لہ یزل النبوة والامرة لا بای واجدادی
 من قبل ان تولد۔ یعنی کہ ہمیشہ نبوت و سلطنت ہمارے ہی
 خاندان میں رہی ہے اور تو ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بروایت ابی مخنف حضرت
 امام زین العابدینؑ نے جواباً فرمایا کہ آیا میرے پدر بزرگوار امر خلافت کے زیادہ حق دار
 تھے یا تو خود حق دار ہے جب کہ میرے والد ماجد و فرزند رسولؐ خدا میں۔ پھر آپ نے
 یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض۔ الی قولہ تعالیٰ و
 اللہ لا یحب کل مختال فخور۔ تو اے یزید۔ اپنے جاہ و جلال اور
 دولت و حکمرانی پر غرور نہ کر کیونکہ خداوند عالم تکبر وں کو دوست نہیں رکھتا۔ یزید پید
 اس سخن کو سن کر غضب میں آگیا اور جلاقت سے کہا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ جلا
 شمشیر لے کر آیا۔ اس ملعون نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا۔ اور اسیر وں میں کہرام
 برپا ہو گیا۔ فیک بن الحسین۔ سید سجاد نے گریہ فرمایا اہ اپنے جد بزرگوار کی
 طرف رخ کر کے فرمایا

انا دیک یا جدا یا خیر مرسل
 و آبتک امسوا کالاماً یذل
 یروعمہم بالسب من لا یزوعہ
 و ذائع املاک و املک اصبعوا
 بجوس یزید بن الدعی و ذائع
 فلیتک یا جدا لا تنتظر حالنا
 نسام و نسرای کالاماً ینا بع
 اے جد بزرگوار دے رسولؐ خدا میری فریاد کو پہنچے۔ کہ حسین کو قتل کر دیا اور آپ
 کی نسل ضائع ہو رہی ہے۔ اور آپ کے اہلبیتؑ کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ
 قید کیا گیا ہے۔ اقاد ذلیلاً فی الدمشق مکبلاً و مالی من بین الخلائق
 مشافحہ۔ اے جد بزرگوار میں بیمار بحالت ناتوانی و کمزوری میں ہوں اور مجھے
 طوق و زنجیر پہنایا گیا ہے۔ اور اب یزید میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے کوئی نہیں
 کہ جو میری شفاعت و سفارش کرے۔ چنانچہ اس وقت تمام مختدرات نے
 آپ کے گرد حلقہ بنا لیا اور جناب ام کلثومؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ یا
 یزید لقد رویت الارض من دماء اهل بیت و لم یبق غیر هذا الصبی الصغير
 اے یزید تو نے خون اہلبیتؑ سے زمین رنگین کر دی ہے اور اب اس بیمار کے علاوہ
 کوئی دوسرا جوان نہیں ہے

ان غم رسیدہ را بمن بتلا بخش
 بر مانگہ کن بر رسول خدا بہ بخش

یعنی اے یزید مجھ غم رسیدہ راستم دیدہ کو سید سجاد کو بخش دے ہم پر نگاہ مت
 کہ نام رسولؐ خدا اس کو قتل نہ کر۔ اس وقت تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے دامن
 سے پٹ گئے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ ہمارا کوئی مافی نہیں۔

فتحی یزیدؑ ان تاخذ الناس الشفقة - یزید پلید کو خوف محسوس ہوا
کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی حمایت میں شورشیں برپا کر آئیں۔ یزید نے امام زین العابدین
علیہ السلام کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔ اور آپ کو قتل نہیں کرایا۔

تفسیر علی ابی ابراہیم میں ہے کہ جب اہلبیت طاہرین اسیر ہو کر داخل دربار یزید ہوئے تو یزید ملعون نے حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ با علی بن الحسین المحدث الذی قتل ایاک - یعنی اے فرزند حسینؑ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر قتل ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اس پر لعنت کرے کہ جس نے میرے بابا حسینؑ کو قتل کیا ہے تو مستحق لعنت ہے اس پر وہ ملعون غضبناک ہو گیا اور آپ کے قتل کے کا حکم دے دیا۔ اس پر سید سجادؑ نے فرمایا کہ یزید اگر تجھے قتل کرنا ہی منظور ہے تو ہمارے اہل حرم کو مدینہ واپس کر دے۔ کیونکہ میرے سوا ان کا محرم نہیں ہے پس یزید نے قتل نہیں کرایا اور کہا کہ تمہارے مناقب ان شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے ابا و اجداد کا ذکر بغزو میاہات کیا اور اپنی ذات کو حضرت رسولؐ خدا سے نسبت دی ایسا اس لیے کہا کہ خاندان ہاشم میں ہمیشہ خلافت و وصایت اور حکومت رہی ہے جب کہ یزید کے ابا و اجداد ہمیشہ برسر جنگ رہے ہیں اور وہ سب کے سب مشرک تھے اور آپ نے یہ آیت وسعد ما دین ظلموا ای منقلب ینقلبون - کی تلاوت کی یزید ملعون غضب میں آ گیا۔ اور حکم دیا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے۔ سر کاٹ دیا جائے اور یہیں دفن کر دیا جائے پس حضرت سید سجادؑ کو یاغ میں لے جایا گیا۔ وہاں آپ کو حکم دیا کہ اپنی قبر خود تیار کرو آپ قبر کھودنے میں مشغول ہوئے اس وقت آپ بارگاہ خداوندی میں مناجات کر رہے تھے۔

بنیال حال یہ ہے سے

خدایا چنان بادشاهی تراست
 تویی که آن فریدی زیک قطره آب
 همه زیر دستیم و فرمان پذیر
 اگر با ما داد است را هم به دست
 میسر گوشه کا فتم ثنا خوانمت
 تو گفتی که هر کس که در رنج و تاب
 خدایا ز امانت مستوه آدم
 شکسته چنان کشته ام بلکه خورد
 ز ما خدمت آید فدای تراست
 گهر باهی روشن تر از آفتاب
 تویی یا ددی ده تویی دستگیر
 همه روز تا شب پناهم به دست
 بهر جا که باشم خدا خوانمت
 دعای کند من کنم مستجاب
 بسوئے تو یارب پرتوه آدم
 که آبادیم را همه یاد برد

دلی دارم از خستہ بہر زمان
مکن شاد بزم دل دشمنان

حاصل کلام کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے خداوند عالم سے مناجات کی کہ اے خدا یا دشا ہی تیرے لیے زیبا ہے اور تجھ ایسے بادشاہ کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔ تو نے ہی ایک قطرہ آب سے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ دالے گہر و میدا کے نہیں۔ کائنات تیرے زیر دست قدرت ہے اور تیرا ہی حکم نافذ ہے تو ہی ہمارا نیکو کار و جائے پناہ ہے۔ تو ہی قابل حمد و ثناء ہے اور ہم جہاں کہیں بھی ہیں تو ہمارا خدا ہے۔ تو ہی ہمارا تکیہ ہے کہ رنج و غم اور مصیبت کے وقت مجھے پکارو میں تمہاری دعا سناتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔

خداوند میں اُمت کا ستایا ہوا ہوں۔ اُمت نے مجھے غائب کر دیا ہے۔
 ستم پر ستم اٹھا رہا ہوں میں تجھ سے ملتی ہوں کہ میرے دل میں اُمت کے فساد

سے رخنہ پڑ گیا ہے میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دے میری رہائی فرما بھی سید سجاد قبر کھودنے میں مشغول تھے ناگاہ ہوا میں ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس جلاؤ کے ایسا طمانیہ مارا کہ جلاؤ دور جا کر گرا۔ چیخ ماری اور واصل جہنم ہو گیا۔ خالد پسر یزید وہاں موجود تھا اس نے دیکھا کہ یہ قبر تو سید سجاد کے لیے کھودی گئی تھی بلکہ خود بجر امام علیہ السلام نے تیار کی تھی لیکن جلاؤ اس قبر میں ڈال دیا گیا پس خالد اپنے باپ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور سید سجاد قتل ہونے سے محفوظ رہے۔

مؤلف اس ہاتھ کے نمودار ہونے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ نبی ہاتھ۔ دست خدا تھا یعنی دست علی مرتضیٰ تھا کیونکہ مقام نسبت میں آپ ید اللہ ہیں۔ یعنی کہ خدا کی قوتوں کا مظاہرہ دست علی سے ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مولیٰ کائنات مظہر قوت پروردگار سے خطاب کروں کہ مولا کر بلا میں تشریف لے آتے تو حسین کا سر بدن سے جدا نہ ہوتا۔ شمر ولد الحرام آپ کے سینہ اقدس پر قدم نہ رکھتا۔ اللعنة الله على القوم الظالمين۔

دربار یزید میں اموی خلیفہ اور حضرت امام زین العابدین

کا احتجاج

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ اسیران اہلبیت اطہار جب دربار یزید میں حاضر ہوئے تو کچھ وقفہ کے بعد یزید نے اپنے خلیفہ سے کہا کہ منبر پر جا کر آل اوسفیان کی مدح کرے اور اولاد علی پر سب و شتم کرے کہتے ہیں کہ

خلیفہ یزید زبان آنوداد فصیح تھا۔ اس کی آواز بھی کافی بلند تھی۔ چنانچہ یہ بد نصیب منبر پر آیا۔ اور حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کی اولاد طاہرہ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ بلکہ جو نہ کہنا تھا وہ بھی کہا۔ اس وقت جناب سیکنے خاتون سے نہ رہا گیا۔ خون ہاشمی نے مجبور کیا اور غیرت ہاشمیہ متقاضی ہوئی کہ اس خلیفہ کی زبان بندی کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ یا ویدک ما اقل حیائک وای ومانکان فی ابی جلدی یعنی کہ فرمایا اسے خلیفہ ولسے ہو تجھ پر کس قدر بے حیائی سے کام لے رہا ہے ہمارے اب وجد کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ ہمارے اب وجد کی معرفت میں لب کشائی انتہائی قیامت کی نشانی ہے اور ہمارے اب وجد کی یزید کے ساتھ کیسی برابری۔ یزید ملعون نے سن کر کہا اے لڑکی فحش رہ۔ ویدک ایما الحق بالخلافۃ انت ۱۲ ابی۔ اسے بے حیائی چاہتی ہوں کہ آگہی حاصل ہو کہ کون مستحق خلافت ہے۔ تو یا میرے پدربزرگوار کہ جن کے بابا علی مرتضیٰ ہیں۔ جن کی ماں فاطمہ زہرا اور جن کے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سمجھے ان سے کیا نسبت ہے اور ان کو تیرے ساتھ مساوات کب ہے وہ تو افضل واعلیٰ ہیں۔ تو طلیق ابن طلیق ہے اور وہ ہادی برحق ہیں۔ اور علی ہادی برحق ہیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ صاحب مقتل اور مرحوم السیمنی نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ اموی خلیفہ اور سید سجاد نے دو موقعوں پر خطبہ دیا ہے ایک تو یہی مجلس یزید میں اور دوسرا خطبہ مسجد میں دیا ہے لیکن دربار یزید میں سید سجاد منبر پر تشریف نہیں لے گئے۔ مرحوم السیمنی لہوف میں رقمطراز ہیں کہ دو دعا یزید بالخطاب واملاۃ ان یصعد المنبر فیدم الحسین واما وہ بالتم فی دم امیر المؤمنین والحسین الشہید صلوات اللہ علیہما۔

اموی خطیب یزید کے کہنے پر یزید گیا اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں تاروا الفاظ کہے۔ قہر کی۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے صیغہ کیا اور اس بے ادب خطیب سے کہا۔ ویدک ایہا الخاطب اشربت مرضاً المحذوق بسخط الخالق واسے ہو تبھ پر کہ تو نے خدا کو ناراض کیا اور مخلوق کو راض کیا اہل حق کی مدح نہ کی اور اہل شر کی تعریفیں کیں خداوند عالم تجھے واصل جہنم کر دے۔

حضرت سکینہ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے

بیان کرنا

سید جزائری علیہ الرحمۃ نے کتاب انوار النعمانیہ واقعہ خواب جناب سکینہ بنت الحسینؑ درج فرمایا ہے کہ آپ یہ خواب اس وقت دیکھا کہ جب اسیران کربلا داخل خوابہ یزید ہوئے ہیں اور سید صاحب مرحوم نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سکینہ داخل دربار ہوئی ہیں تو آپ اپنے ہاتھوں سے اپنا مونہ چھپائے ہوئے تھیں اس کا ذکر بھی مسطور ہے کہ یزید نے آپ سے مکالمہ فرمایا ہے اور اس وقت کثرت گریہ و کلا آپ پر اس قدر طاری تھا کہ حتیٰ کاوت روحہا تطلع۔ کہ روح بدن سے حشرات کر جائے جناب سکینہؑ کا یہ گریہ دیکھا دراصل اس خواب کی بنا پر تھا کہ جو اپنے دیکھی تھی جب یزید نے سنا تو کہا کہ اسے سکینہؑ تم اپنا خواب خود بیان کرو۔ فامز بسایق فی الوقوف۔ اسیروں پر سائل کہ رہی یعنی عقب اسیران چلنے والا زجرین قیس تھا اور اسیروں کی رہسماں اس مردود کے ہاتھ

ہی تھی۔ یزید نے اس سے کہا کہ تو سکینہؑ کو دیکھتا رہے تاکہ سکینہؑ اپنا خواب بیان کرنے سے گریز نہ کرے۔ جناب سکینہؑ نے فرمایا۔ یا یزید! اخی لہو آخر منق قتل الی حسین۔ یعنی اے یزید میں نے اپنے بابا کو روز شہادت سے لے کر اس خواب سے پہلے میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک مجھے ایک لاغر اونٹ پر بغیر کجاوہ سوار کیا گیا۔ جس سے مجھے از حد تکلیف پہنچی۔ اور اگر میں کیس قدر آرام بھی کرتی تو تمہارا یہ سابیلاں تازیانے مارتا تھا کوئی نہ تھا کہ جو اس ظالم کے تازیانوں سے مجھے بچاتا۔ یہاں تک میں یہاں پہنچی اور گزشتہ شب جب کہ میں خانہ خراب میں سو رہی تھی عالم خواب میں ایک قصر نورانی دیکھا وہ قصر یا قوت کا تھا۔ میں نے اس قصر پر نظر کی تو دیکھا کہ دروازہ قصر کھلا اور پانچ بزرگ قصر سے باہر تشریف لائے ان سے آگے آگے قدام تھے میں نے ان میں سے ایک خادم سے دریافت کیا کہ یہ سب بزرگوار کون ہیں۔ اس نے کہا کہ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پیغمبران خدا ہیں کہ جو اس قصر سے باہر آئے ہیں ان کی خدمت میں گئی کہ انہما میں کہ در قصر پھر کھلا اور ایک عظیم المرتبت بزرگ برآمد ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ریش مبارک اپنے ہاتھ سے ٹکڑے ہوئے ہیں غلگین ہیں آنکھیں اشک بار ہیں نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ ہیں جو ابلا کہا گیا تو نہیں پہنچا تھی یہ تمہارے جد حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں ان کے سامنے گئی اور سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ تمہارے سب مردارے گئے باپ، بھائی اور مردان عزیز کوئی نہیں یا سب قتل ہو گئے۔ اے جد نامدار ہم پر پانی بند کر دیا گیا ہمیں شراب بے کجاوہ پر سوار کیا اور کربلا سے کوئہ اور کوئہ سے شام لائے ہیں پس رسول خداؐ نے مجھے اٹھایا اور پیار کر کے گریہ فرمایا۔ اسی دوران جناب آدمؑ نے

میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے دختر بہترین خلق بس زیادہ گریہ نہ کرو تمہارے جد کو بہت صدمہ ہو رہا ہے اتنے میں ایک خادم آیا اور مجھ کو قصر میں لے گیا وہاں پانچ خواتین بیٹھی تھیں سب کے بال پریشان تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں سیاہ لباس زیب تن تھا اور ایک محفل کے ہاتھ ہی خون آلودہ قمیص تھی۔ وہ مختارہ اس قمیص کو زانو پر رکھ کر گریہ فرماتی تھیں اور اپنے مومنہ پر طمانچہ مارتی تھیں اور سیل اشک جاری تھا میں ان بیبیوں کے بارے میں سوال کیا تو مجھے بتلایا کہ جناب خواہ جناب مریم، جناب آسیہ، جناب موسیٰ کی والدہ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ ہیں۔ اور ان کے ساتھ جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا ہیں میں نزدیک گئی اور ان کو سلام کیا، فرمایا اے بیٹی سکینہ۔ میں آگے بڑھی اور انہوں نے مجھے سیتہ سے لگایا میں نے عرض کیا دادی صاحبہ مجھے بچپن میں یتیم کر دیا۔ اے دادی صاحبہ بے پڑی اور در بدری نے ہیں ذیل و خواہ کر دیا ہے

شفیعہ دوسرا ائی جیسہ باری	عجب زمال دل بیکساں خبر داری
تراست گویا شکا و راحت ہر	زفرق ما بر بودند کوفیاں معجز
ترا وطن بچنان گریختا ہش دل شد	مرا گوشہ مطبخ خرابہ منزل شد
گل بہشت بدست تو گر مفرج روح	مرا زخار مغیلاں بماند یا مجروح
کار چشمہ کوثر اگر توئی سیراب	ہنوز مرغ دل باز تشنگی است باب
ترا خوش است اگر دل بول پیغمبر	مرحبتی یراست پُر ز خاکستر

باس در پرتو کوثر سندس است اور ہر

مرا گردن و بازو بود غل و زنجیر

ان اشعار میں شاعر اہلبیت نے حضرت سکینہ بنت الحسین کے بچپن کو مد نظر

رکھتے ہوئے ان جذبات محرومی و بیکسی کی عکاسی کی ہے کہ جو کسی یتیم بچی کو اپنی ماں اور جدہ کے سامنے پیش کرنا فطری امر ہے۔

بہتان حال سکینہ شاعر اس طرح کہتا ہے کہ جب بچی نے عالم رویا میں اپنی دادی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا تو سکینہ محسوس نے اپنی بیکسی اور اپنی دادی کی راحت و آرام کا موازنہ کیا ہے وہ بچی کہتی ہیں اے جدہ معظمہ آپ کو دونوں جہان میں شفاعت کرنے والی ہیں۔ آپ خدائے بزرگ و بزرگی مقرب کینز میں تعجب ہے کیا آپ ہم بیکسوں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اگر آپ کو نیکوہ راحت و انبساط میسر ہے اور یقیناً میسر ہے لیکن ہم بیکسوں کے سردیوں سے کونیوں نے اور معنی بھی اتار لی ہے۔ اے جدہ معظمہ آپ کا وطن جنت ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے اس قرب سے نکال سکتی ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں بہشتی مہول ہیں جس سے آپ کی روح کو تازگی ملتی ہے۔ لیکن وہ مصیبت ہم بیکسوں کے پاؤں غار مغیلاں سے زخمی ہو رہے ہیں۔ آپ چشمہ کوثر کے کنارے آپ کوثر سے تشنگی بھاتی ہیں مگر ہم انیسروں کے دل ابھی تک پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں آپ کا دل آپ کے پدر بزرگوار کی زیارت سے خوش ہے مگر بیا حسین کا سر بریدہ خاک و غلطان ہے۔ اے جدہ ماجدہ آپ کے چشم کب اس سندس و حویر کب سے گھر اے دادی میرے بازو دل ریسماں و زنجیر ہے۔ حضرت سیدہ عالمین نے سکینہ کو تسلی دی۔ اور فرمایا کہ اے سکینہ میرے بیمار فرزند سید سجاد کا کچھ حل بیان کر۔ میں نے عرض کیا کہ دادی جان یزید نے بھائی سید سجاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن بوجہ بیماری و ناتوانی اس پر رحم کیا اور قتل نہیں کیا۔ بھائی سجاد ضعف کی وجہ سے رنجیدہ ہیں۔ باس تن بالکل بوسیدہ ہو گیا۔ راہ پلٹنے کی طاقت نہیں ہے۔

شتر لاغرو بے کجاوہ پر سوار کیا گیا ہے اور اسے دادی بیمار بھائی کے دونوں پیرائوں کے شکم باندھ دے گئے تھے۔ اور اسے دادی صاحبہ کبھی میں اپنی بھوپھی اور بہنوں کے کھلے سر دکھتی اور کبھی اپنی بے پردگی پر آسوی بہاتی اور کبھی مظالم یزید دیکھ کر غم و غمش ہو جاتی تھی کہ یزید کے عامل ہمیں تازیانے لگاتے تھے۔ یہ داستان غم سن کر سیدہ عالم رونے لگیں اور زیادتی و احسیناء و اولدہ واقعہ ناصرا پھر سیدہ عالم نے فرمایا کہ اسے پیٹی بس اب داستان غم سنا چکی اب تاب مضبوطی نہیں ہے۔ بچی کہتی ہے کہ بوب میں خواب سے بیدار ہوئی تو برابر رو رہی ہوں۔ گریہ مضبوط کرنا چاہتی ہوں۔ مگر مضبوط نہیں ہوتا یہ خواب سن کر تمام حاضرین دیبا روئے گئے۔ اموی عورتیں جو پس پردہ تھیں بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اسیر دل کو دیبا سے لجاؤ خامدھن بالانصرات خامدھن۔

دیبا یزید سے اسیران اہلبیت اطہار کا زندانِ شلم

میں داخلہ

کتاب الایمان میں مسطور ہے ان یزید ملعونہ اللہ شا و القوم فی اہم اخرا مجلس۔ یزید ملعون کے مظالم جب توکل و عملاً حد سے گزر گئے تو اُس نے دیبا کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اسیران اہلبیت اطہار کے حق میں کیا کرنا چاہیے۔ حاضرین مجلس یزید اذیہ یزیدی ہو انہوں نے اُس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے تاکہ نور ہدایت ختم ہو جائے مگر ان گمراہان ملت کو

یہ خبر نہ تھی کہ نور خدا کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ یرید الجاحدون لبیطقوا۔ یعنی ایسے لوگ جو جانتے ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں، ہرگز نور خدا کو ہرگز نہیں بجھا سکتے۔ ویابی اللہ الان یتعہ نوسا لا الخ (سورۃ النوبہ آیت ۲۴) اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے ایسے لوگوں میں سوائے نعمان ابن بشیر ایک ایسا آدمی تھا کہ جس نے یزید کو قتل سید سجاد سے روکا مگر اس نے قتل سے بھی بدتر مصیبت پیش کی اور کہلائے یزید قریت رسول خدا کے ساتھ ایسا روشن اختیار کر چینی کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی ذریت کے ساتھ قائم کی ہے، چنانچہ مرحوم کتاب السید کتاب لہوف میں حضرت زینب کے خلیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فادقنعمہ فی منزل لا یکمہ من حدوا برد لیمنظر فی اموم ویری ذابہ فیہم پس یزید ملیہ نے اہلبیت رسول کو ایک بوسیدہ اہل کہنہ مکان میں قید رکھا کہ جہاں کی دعوت اور بات کی اُس پر پڑتی تھی۔ و امفیبتاہ نہ دن کو چہن تھا نہ رات کو اُولم اے عجب ان اُل رسول خرابہ شام کجا اُل اہلبیت اطہار کجا۔ اس سلسلہ میں مفصل آگہی کے لیے مومنین کرام کتاب فیاض الاحراق مطالعہ فرمائیں) سے

بشام قافلہ غم چپہ بار بکشا دند
برائے مسکن ایشان خرابہ جادادند
نہ بسیرے نہ در چولغے نہ کوڑہ آبی
نہ زاد و نہ شہ نہ نانی نہ بستر خوابی
نہ بود سایہ جز آفتاب بر سر شان
نمی نشست بجز خار و خار و در شان

چراغشان بشب تار بود مشعل باہ
برائے فرش بنودی بغیر خاک سیاہ
تمام بر سر خاک سیاہ خوابیدند
بتغزیت ہمہ شب ہیچونی غرو شیدہ

ان اشعار میں شاعر نے روایات کی روشنی میں زندان شام کا خاکہ پیش کیا ہے کہ یزید نے دربار کے ایام ختم ہونے کے بعد اسیران اہلبیتؑ اہلکار کو زندان شام میں بھیجا یہ ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان تھا۔ جس میں اہلبیتؑ اہلکار کو نہ فرش میسر تھا اور نہ چادر و بستر تھا۔ اس میں دن کی دھوپ پڑتی تھی رات کو چاند کی روشنی بھی شمل تار سیاہ ہو گئی تھی یعنی کہ روشنی پہنچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سارا وقت اہلبیتؑ طاہرین خاک پر گزارتے اور شب بھر ماتم حسینؑ کرتے تھے۔

قال العلامة فی الویاض ایہم لما نجوا انفسہم من عند الطاغیۃ یزید بن معاویۃ وودود دھعلی ذال خرواہ بۃ فارغین فی الجملۃ عن القلق والاضطراب یعنی کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو ان کی دربار کی اذیتوں اور روحانی تکلیفوں سے قدرے سکون ملا کیونکہ اہلبیتؑ اہلکار کا دربار فاسق و فاجر میں جانا ہی دلوں کو زخمی کرنے کے لیے کافی تھا۔ دربار سے نکلے تو ان کو خرابہ شام میں جگہ ملی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خرابہ شام ایک ایسا مکان تھا کہ جس کی چھت کہنہ اور دیواریں بوسیدہ تھیں۔ عورتیں اور بچے اس سے خوف کھاتے ہیں۔ بروایت مناقب ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سب کو تسلی دیتے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ اس زندان میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس سناٹی تھی۔ فرشتے خاک پر سونا برساتا تھا۔ اس کی بوسیدہ گی کو تمام

عقائل نے کھاسے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس خرابہ میں اسیران اہلبیتؑ دور دراز تک رہے ہیں کیونکہ یزید نے ان کو رہا کر دیا تھا کتاب الریاض میں ہے واطلق عن ای یفک الاحلال والحناء بعد انقضت المجلس الاول۔ یعنی اسیران کربلا کے مردوں کے گلے سے طوق کاٹے گئے۔ زنجیریں جدا کی گئیں۔ اسیران کربلا میں بروایت امام زین العابدین بارہ مرد تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ادخنا علی یزید ونحن اثنی عشر رجلا مغللون۔ بحار میں علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ تمام بارہ نفر طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے جب دربار یزید سے باہر نکلے تو طوق و زنجیر کاٹ دے گئے۔ فخرجوا من عندہ بغیر وثاق یعنی قید و بند سے آزاد تھے اور حضرت امام زین العابدین کو چہ و بازار اور مساجد میں تشریف کئے گئے اور پھر آپ اسی منزل خرابہ میں آگئے جہاں مخدرات اور بچے اسیر تھے۔ صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ اس زندان میں قتل ہونے کے خیالات سے نہجاً ملی۔ اس زندان میں اسیروں کے بیٹھنے کی جگہ کچھ اس طرح تھی کہ تین چار عورت ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے جگر گوشوں پر نوہ کرتیں اور باؤں باز بلند کریں و بکا کرتی۔ نیم بچے زانو پر سر رکھ کر روتے رہتے۔ اور حضرت زینبؑ رات دن حسینؑ پر کیر کرتیں اور خداوند عالم سے مناجات کرتیں۔

لہانس ذینب بالمحروب غاسرة تبدی التناجیۃ الحاناً فالحاناً
مسجودۃ القلب الان اعیجھا کالمعصرت انصبوب الدم عقیاناً
یعنی کہ حضرت زینبؑ دلیلی کی حالت زار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔ ہمہ وقت آپ کی بیکس پیش نظر رہتی ہے۔ حضرت زینبؑ نے خرابہ میں یتیم کیا تو امام حسینؑ اور ائمہ و جوانان ہاشمہ کے فراق میں ریا کرتی تھیں۔ اور کبھی اپنے پدر عالیقدر حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے عالم تصور میں کلام کر میں کہ سے بابا آپ چلے گئے
خدا کفن سے موہ نہ نکال کر زندان کو دیکھتے کہ جہاں آپ کی بیٹیاں قید میں یہاں نہ
کوئی ہمارا دگر و معاد نہ ہے نہ مونس دیا ور ہے۔ آئیے آئیے نجف سے تشریف
لائے ہم یکسر کی پاس بانی فرمائے۔ اے بلا جان نجف میں آرام ہیں اور ہم
زندان میں اسیر غم ہیں۔ آپ کے بیٹے حسین ہو گئے۔ آپ کے شرف کی نشانیاں
مٹاتی جا رہی ہیں۔ ہم آپ کے اہلبیت میں اسے دستگیر نہانے کے مشکل کٹائے قطع
مدد فرمائے۔ زندان کے ایک گوشہ میں حضرت ام کلثوم حسین مظلوم کو رو رہی تھیں
کبھی حسین کا ماتم اور کبھی عباس علیہ السلام کا ماتم کرتی میں کبھی عالم تصویر میں قرأت کی طرف
نگاہ اٹھتی ہے اے بیجا عباس تم رات کے کنارے سو رہے ہو۔ اور آپ کی بہن
زندان میں خاک پر بیٹھی رو رہی ہے۔ کبھی پھر زبان پر نام حسین آتا ہے۔

آہ حسین حسین دای حسین حسین

آہ حسین حسین دای حسین حسین

آوازے شیعوں سب مل کر ہا حسین ہا حسین، ہائے مظلوم کہلا ہائے علی اکبر
کہیں۔

اسیران اہلبیت! اظہار کی زندان شام میں پریشانی

اور نوحہ خوانی

ستم زدہ کسی درجہاں مقابل زینب

نفسوت پہنچ دلی در نہانہ پوئل زینب

نگشت شاد و دلش از غم زمانہ زمانہ
ز آب غم بکشتند کونیا کل زینب
نہ آب بود و نہ فانی نہ شمع و نہ چراغی
پہون گشت کنج خرابہ مقام و منزل زینب
چگونہ شرح غمش را کسی تواند گفت
کہ جز غدا نے بنامش کس نگاہ لعل زینب

ظاہر ہے کہ جیب اسیران کہلا دبار زینب سے باہر آئے تو خیال ہو گا کہ دور مصائب
ختم ہو گیا لیکن جیب خرابہ شام میں پہنچے۔ تو خرابہ میں جن مصیبتوں کا سامنا ہوا ان کی
تشریح کس طرح ہو سکتی ہے دل پر پیچیدہ دل کے قتل ہونے کے داغ بے کسی۔
پھر خرابہ میں قید ہونا یہ تمام چیزیں حضرت زینب کی زندگی ختم کرنے کے لیے کافی
تھیں۔ اسی لیے شاعر نے کہہ ہے کہ حضرت زینب جیسی ستم رسیدہ اور غم زدہ کوئی
اور بی بی نہ ہو گی۔ کسی اور بی بی کا دل اس طرح نہ جلا ہو گا جیسی کہ سوختہ دل زینب
تھیں۔ غم کا پانی سر سے گزر گیا تھا۔ گویا آپ غم میں ڈوبی ہوئی تھیں خرابہ شام
میں نہ آب نہ غدا۔ نہ شمع نہ چراغ خرابہ مقام زینب۔ وہ معیبتا ہ۔ کوئی حضرت
زینب خاتون کے غم و الم کی کوئی ذکر شرح کر سکتا ہے پس سوائے خدا کے مال زبردل
زینب کوئی نہیں جانتا۔

کتاب الزیاض میں ہے کہ فلما جن عیہم اللیل عدت من خلقہم منادۃ
التور والویل از دہشتہ تم ثلعات الخراب و وہمہم ظلمات جنم الغراب
خرابہ کی شب اول اہلبیت پر بیت بھیا تک گزری کبھی خیال ہوتا تھا کہ شب ہو
گئی اور تمام لوگ اپنے اپنے گھر دل کو چلے گئے کہ اہل خانہ میں رات بسر کریں راستہ

ہم زندان میں ہیں۔ علاوہ ازیں کبھی زندان کی بوسیدگی سے خوف کا احساس کبھی
یہ تصور کہ زندان میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ سو گواریدیاں بچوں کو گود میں لیے پہلا
رہی تھیں۔ تمام اسیران و زنان کا خیال جناب زینب کے پیش نظر تھا۔ ہر طرح
سے ان کی دلجوئی کرتی تھیں۔ کبھی آٹیں، کبھی نلے کبھی سین زنی، اے
کی پنہادہ سب بستر خاک کی آتش کشیدہ سربراہانک
یکی میگفت اہ اے نور علیہ السلام
یکی میگفت عباس جو نام بیا برباد بنگر خانام
یکی کردہ حوادث پائناشن
علی اکبر علی اکبر مناقش

ماصل اشعار یہ ہے کہ کوئی بی بی اپنا سر بستر خاک پر رکھے ہوئے آہ مگر سوز کچھ ہی
تھی کوئی بی بی یہ کہہ رہی تھی کہ لے میری آنکھوں کے نور تو کہاں ہے آؤ اے شاہ
بے شکراے میرے حسین آؤ۔ گویا کہ بی بی یہاں انتظار میں تھیں کوئی بی بی حضرت
عباس علمدار کو یاد کر رہی تھی کہ آؤ اور خانما خراب یکسوں کو دیکھو۔ ہمارے گھر کی
بربادی دیکھو اور کسی بی بی کو زمانہ کی مصیبتیں یا نال کر رہی تھیں اس کی زبان پر علی اکبر
علی اکبر تھا۔ مگر علی اکبر وہ تو مقتل کر بلا میں سو رہے تھے۔

حضرت ام کلثوم کا خرابہ شام میں یہ توہ تھاے

کم سیدی بکربلا	قدیة السید الغریب
کم سیدی بکربلا	للمرت فی صدورہ حبیب
کم سیدی بکربلا	عسکرہ بالعری نہیب
کم سیدی بکربلا	بسم صدوق ولا یحبیب

کہ سیدی بکربلا یقرع فی ثغورہ قضیب
تمام شب بیدیاں کر بلا کہہ کر روتی تھیں سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب
زینب مرنیہ پڑھتی تھیں اور تمام مردوزن اسیر گریہ کرتے تھے۔ علامہ مجلسی نے
بحار میں حضرت زینب کے مرنیہ کو درج کیا ہے جو کہ یہ ہے
اما شجاع یا سکن قتل الحسین والحسن
ظلمان من طول الحزن وکل وعدنا هل
یقول یا قہر ارج علی البر الوصی
وفاطم امتی الستی لها التقی والنائل
یعنی اے بیس عورتوں میرے بھائی حسین روز عاشورا غریب و تنہا۔ تشنہ لب
میدان کارزار میں دشمنوں کھڑے تھے۔ پھر فرمایا اے قوم میرے پدر علی مرتضیٰ
اور میری ماں فاطمہ زہرا ہیں۔ میرے بابا پیغمبر اسلام کے وصی و جانشین ہیں میری
ماں فاطمہ زہرا شفیعہ محشر ہیں۔ آج اے میرے حسین! اداے میوہ دل پیغمبر
میری تم سے ایک خواہش ہے

منو علی بن المصطفیٰ بشریۃ تحیی سہا
اطفالنا من الظمائم حیث الفرات سائل
یعنی کہ کوئی شخص میری منت فرزند رسول خدا تک پہنچا دے جو کہ یہ ہے کہ ایک
جرعہ آب پیا سے بچوں کے لیے مجھ تک پہنچا دے کہ وہ پیاس کی وجہ سے
مر رہے ہیں

قالوا لا ماء لنا	الا السیوف والقتل
فانزل بحکمہ الاوعیاء	فقاتل بل اقامتل

جناب زینب علیا خود ہی بھائی کی طرف سے جو بایا فرماتی ہیں کہ اے حسین میرے پاس پانی نہیں ہے کہ جو پیاسے بچوں کو دیا جائے۔ بلکہ تیرا جواب نیزہ و شمشیر سے لیکن اگر سر حکم یزید و ابن زیاد کے سامنے جھک جائے تو پانی مل سکتا ہے ورنہ نہیں امام حسین گویا فرماتے ہیں کہ میرا سر یزید و ابن زیاد کے آگے نہیں جھک سکتا۔ میں سر نہیں جھکاؤں گا خواہ جنگ ہو اور میں قتل ہو جاؤں۔ اے عورتوں پس امام حسین نے کی اور سر دے دیا مگر یزید پلید کے سامنے نہ جھکے یعنی یزید کی بیعت نہیں کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ

حقاً اتاہ مشق

رماہ و عن ا برحق

من سقر لا یخلص

رجس دعی و اعل

ایک ملعون نجس و بیروں نے میرے پہلو امام حسین کی طرف دھکیا۔ اس کا تیرا گروہ
شیخ صدوق کتاب اللالی میں لکھتے ہیں۔ باسنادہ عن الحارث بن کعب عن
فاطمہ بنت علی علیہ السلام ان یزید لعنہ اللہ امر یبذلنا الحسین فحبس مع
علی بن الحسین۔ فاطمہ دختر امیر المومنین نے خبر دی ہے
کہ یزید پلید نے شہر شام میں عیال و اطفال و حرم امام حسین اور حضرت زین العابدین
علیہ السلام کو ایک قید خانہ میں مقید خانہ میں مقید کیا۔ اس قید خانہ میں دن کی دھوپ
اور رات کی اوس پڑتی تھی یہاں تک کہ تمام اسیروں کے چہروں کی رونق ختم ہو
گئی تھی ان دنوں بلکہ روز شہادت امام حسین سے لے کر جب تک کلاجرم نے
شام سے مراجعت کی ہے بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے
نیچے خون موج زن ہوتا نظر آتا تھا

امام حسین و اصحابہ کے سر ہار مبارکہ کا درہا مسجد جامع

و مشق میں لٹکایا جانا

مروم سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں۔ ثمار مدھ ابی منزل لا یختمہ
من حر و لا بد و فاقا مواجعتی نقشت و جرحہ۔ یعنی زندان شام میں حبیب السیران کربلا
میں جو اس رہے اس میں دھوپ سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی اس طرح شب کو سردی
سے بچاؤ ممکن نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود عزا و داری امام حسین اور نوہ خوانی برابر جاری
رہی نہ گورہ پر درو دیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خرابہ شام میں اسیران
کربلا مشغول گریہ و زاری ماتم نوہ خوانی رہے کتاب کامل السیفہ میں مرقوم ہے کہ
ان یزید بعد اسکا فہم فیہا امر براس الحسین ان یعلق علی منار مسجد الحکم
بد مشق و یعلق سائر الرؤس علی ابواب المساجد و الدروب و اہ و اصابت
یعنی کہ یزید نے حکم جاری کیا کہ اسیروں کو دربار سے خرابہ لیجائیں۔ چنانچہ خرابہ شام
میں اسیر قیدی کے گئے یزید نے حکم دیا کہ سر اہ شہیدان کربلا مسجد جامع دمشق
کے دروازوں میں لٹکائے جائیں اور سر مطہر امام حسین منارہ مسجد پر اوڑھان کہا
جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امام حسین کا سر مطہر منارہ مسجد پر اوڑھانی سر ہار شہداد
الک الگ درہا مسجد میں لٹکائے گئے۔ لوگ ہر روز تماشا دیکھنے آتے رہے۔
فلحق رأس الحسین علی المنارۃ اربعین یوما و لیلۃ امام حسین علیہ السلام کا سر مطہر
چالیس روز شب منارہ مسجد پر لٹکایا۔ اور اس دوران حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام سر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ اور اس جگہ

باغی لوگوں کے بچے گھومتے پھرتے رہتے تھے کلمہ بیستم ذکر ہم ویتعرف
مکانهم یزداد مرادۃ الناس بمعہ - اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اسیران اہلبیت اطہار کا قیام شام میں ایک سال سے زیادہ رہا ہے اگرچہ
مشہور یہی ہے کہ آل رسول اسیری کے عالم میں ایک سال شام میں رہے ہیں اس
طرح عوام میں واقعہ کربلا کی شہرت اور شہیدان کربلا کا تعارف بالخصوص حضرت امام
حسین کا تعارف، خاندان سب پر واضح ہو گیا۔ اور عوام میں اہلبیت سے ہمدردی
کا رجحان بابا جانے لگا۔ اور حضرت سید سجاد کے پاس اور خواتین حضرت زینب
کے پاس پر سہ کے لیے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید نے اسیروں کے لیے فرش
بچھو دیئے۔ مکان کو آراستہ و صاف کر دیا اور ایک مدت تک شام کے زندان
میں عزاداری ہوتی رہی اور جب تک سید سجاد علیہ السلام زندان شام سے رہا ہو
کر دینے کے لیے آمادہ سفر ہوئے اس وقت تک پتھروں کے نیچے خون جوش مارتا
ہوا نظر آتا رہا۔ طلوع و غروب کے آفتاب کا سرخ ہو جانا۔ نہ صرف غم امام حسین
کا اظہار تھا بلکہ قاتلان امام حسین کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ ابن شہر آشوب
اسودین قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جیسے ہی حسین بن قاطمہ کو شہید کر دیا۔ اس
دن سے لے کر چھ ماہ تک طلوع و غروب کے وقت سرخی آفتاب ظاہر ہوتی
رہی۔ اس طرح بھی وارد ہوا ہے کہ طلوع و غروب شمس کے وقت سرخی چالیس
روز تک نمایاں رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ چالیس روز تک سرخی ظاہر ہوتی
رہی۔ بابر سبب قیدی کی موت قید لول پکڑ گئی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام
مناۃ مسجد جامع دمشق، باب الساعات شہر شام کے دروازوں پر لٹکایا
گیا۔

پر بھی ادینان رہا حضرت علامہ مجلسی ہمارے رقم طراز ہیں کہ یزید ملعون نے
حکم کیا تھا کہ سر مطہر امام حسین شام کے دروازہ پر لٹکایا گیا اور امام زین العابدین علیہ السلام
ان دنوں میں ایک روز مجلس یزید میں موجود تھے۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں۔ وکان یزید یبتغی یخذ مجالس
الشرب ویدعی بعلی بن الحسن - الرالی الاخر یزید نے مجلس میں شراب نوشی
کی کتاب مناقب میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت سید سجاد علیہ السلام
نے یزید ملعون سے شراب حرام پینے پر احتجاج کیا اور فرمایا اے یزید۔ سے
ماذا تقولون اذ قال النبو لکم ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعثتی و باہلی بعد مفتقدی منہم اسادی وضمہم ضرر حوہم
یعنی میدان حشر میں جب رسول خدا تم سے سوال کریں گے کہ فرشتہ کتنا تھا اور
یزید بھی آنحضرت نے دریافت کیا کہ میری عمرت کے ساتھ ظلم آمیز رویہ کیوں اختیار
کیا اور کیا جواب دے گا یزید نے سر نہیجا کر لیا اور کچھ جواب نہ دے سکا
امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا دیک یا یزید یعنی دلئے تجھ پر اے یزید۔ اگر
تو عقل رکھتا ہے اور جانتا ہے۔ آخر یہ ظلم کیوں ہے کہ ہم تیرے دربار میں اسیر
بنے ہوئے ہیں۔

السید مرحوم نے بھی کتاب لہوف میں اس مضمون کو لکھا ہے۔ دوی عن
ابن العابدین انه قال لما اقب براس الحسين ابی یزید کان یتخذ
مجالس الشرب ویاتی براس الحسين ویضعہ بین یدیہ و
یشرب علیہ - یعنی کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسین
یزید کو نذر کیا گیا۔ تو اس وقت اس ملعون نے مجلس شراب منعقد کی۔ سر مبارک سامنے

رکھا تھا اور وہ ملعون شراب نوشی میں مشغول تھا۔

سفیر روم کا دیباہ یزید میں حکایت کینسہ حافر بیان کرنا۔

اور شہید ہونا۔

روایت ہے کہ ایک دن یزید پلید نے مجلس شراب آراستہ کی اور سر مطہر امام حسین علیہ السلام اس کے دربر و طشت طلا میں رکھا ہوا تھا۔ اس مجلس یزید میں ملک روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ چونکہ روم کے باشندوں میں سے ایک مرد بزرگ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یزید شراب پی رہا ہے اور ایک سر بریدہ اس کے سامنے موجود ہے سر بریدہ سے جو شان ظاہر ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عظیم بزرگ کا سر ہے۔

آندم کہ یہ سخت درد شراب آن تباہ کار
در طشت زویر و سدر آن بزرگوار

سفیر کہتا ہے کہ اسدم یزید پلید شراب اس سر مبارک پر ڈال رہا ہے کہ جو طشت طلا میں رکھا تھا۔ سفیر روم نے دریافت کیا یا مملک العرب هذا راس من یعنی کہ اے بادشاہ عرب یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ اس کی پیشانی سے آثارِ بعدگی نمایاں ہیں یزید نے کہا مملک و لهذا الراس۔ اے نصرانی تجھے اس سر سے کیا کام۔ سفیر روم نے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا کیا قصور تھا اور جب میں یہاں سے اپنے ملک جاؤں گا تو بادشاہ روم دریافت کرے گا جو کچھ دیکھا سنا ہو تملاء و تداوت کہ مجھے اس سر سے آگئی نہ ہو کیا تملاء

گا۔ یزید نے کہا کہ یہ حسین ابن علی ہے۔
در دلش آرزوی منصب شایہستانی بود
دعوی سلطنت مدعی شاہی بود
ماندا در دل وی آرزوی سلطنتش
گر چه پرورده آغوش رسول اللہ بود

یعنی کہ اس کے دل میں منصب شاہی کی آرزو تھی۔ سلطان عرب بننے کی خواہش تھی۔ مگر اس کے دل ہی دل میں آرزو رہی اگرچہ یہ آغوش رسول خدا میں پلا دیڑھا تھا۔ سفیر نے کہا کہ اچھا پھر تو کیا یہ مسلمان تھا یا غیر مسلم۔ اس مادر گرامی کا کیا نام تھا یزید نے کہا کہ اس کی ماں کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ ہے یعنی کہ رسول خدا کی بیٹی اور علی مرتضیٰ کی زوجہ ہے۔ یہ نواسہ رسول خدا ہے جب سفیر نے یہ سنا تو بڑی حسرت بھری نظروں سے سر بریدہ امام حسینؑ کو دیکھا اور کہا اے یزید اف للہ و لداہیک تلحی دین احسن من دینکم۔ اے یزید تجھ پر تلافی ہے اور تیرے دین پر بھی تلافی ہے۔ میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ جو ظلم و ستم اس سر مطہر کے ساتھ تو نے کیا ہے وہ یہود و نصاریٰ ہرگز نہیں کر سکتے۔ جب کہ تمہارے اور رسول خدا کے درمیان صرف یہی ایک صاحبِ سر واسطہ ہے اور تم نے اپنے نبی کی اولاد کو قتل کر ڈالا۔ سفیر نے کہا اے یزید میں حضرت داؤدؑ کی اولاد سے ہوں اور ہمارے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان چند پشتوں کا فاصلہ ہے پھر بھی تمام نصاریٰ میری تعظیم و تکریم کرتی ہے۔ میرے پاؤں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتی ہے۔ لیکن پسرو ختر رسول خدا کے ساتھ تمہارا یہ ظلم و ستم۔ حیف ہے سفیر کہنے لگا اے یزید کیا تو نے حکایت کینسہ حافر سنی۔ یزید نے کہا اے نصاریٰ سناؤ وہ

کیا حکایت ہے۔ سفیر نے کہا کہ اے یزید عمان اور شہر چین کے درمیان ایک
 دیبا ہے کہ اس کی مسافت ایک سال کی ہے۔ اور ایک شہر میں آبادی ہے دوسرا
 کوئی اور شہر نہیں ہے اور وہ شہر کہ جو آباد ہے وسط دیبا میں واقع ہے اس
 شہر کا رقبہ ۸۰ فرسخ در ۸۰ فرسخ ہے کہ رو سے زمین پر اس سے عظیم تر کوئی
 اور شہر نہیں ہے ہر قسم کی چیزیں دوسرے شہروں کو وہاں سے برآمد کی جاتی
 ہیں اور وہاں شہر نصاریٰ کی حکومت میں ہے وہاں عیسائیوں کے علاوہ کسی اور کی
 حکومت نہیں ہے اس شہر میں علاوہ دوسرے عیسائی عبادت خانوں کے ایک
 عبادت خانہ کینسہ حاضر کے نام سے موسوم و مشہور ہے اس کو اس نام سے
 اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کی محراب میں ایک حُفّہ طلائی لٹکا ہوا ہے اور اس
 سونے کے حُفّہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے گدھے کا سُم ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک
 روز اس گدھے پر سوار ہوئے تھے۔ اس سُم کو سونے کے حلقہ میں رکھ کر یہاں
 اویزان کیا ہے۔ اور اطراف و جوانب کے عیسائی اس کی زیارت کے لیے آتے
 ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی حرمت و تقدیس بجالاتے ہیں۔ اور
 اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں بارگاہ خدا میں پیش کرتے ہیں لیکن دے ہو تم پر کہ تم
 مسلمانوں نے اپنے نبی کے نواسہ کو تین دن کا محبوس و پیا سا قتل کیا۔ اور اس کے
 سر منظر کو سامنے رکھا ہے اور اس کے ساتھ توجہ صارت کر رہا ہے۔ اے یزید
 خدا تجھ کو خیر نہ دے۔ یزید نے جب اس سے یہ باتیں سنی تو غضب آلود ہو
 گیا اور حکم دیا کہ اقتلوا هذا النصارى۔ کہ اس نصرانی کی گردن قطع کر دو۔
 ایسا نہ ہو کہ یہ نصرانی اپنے ملک میں جا کر مجھے بدنام کرے۔ اس نصرانی نے کہا
 اے نام کے مسلمان تو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے سن میں نے کل شب

حضرت رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ
 نے مجھ سے فرمایا کہ اے نصرانی انت من اهل الجنة۔ کہ تو جنت والوں
 میں سے ہے میں نے خواب سے بیدار ہو کر سوچا کہ یہ کیا راز ہے۔ چنانچہ مجھے
 اس وقت اس خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی یہ کہہ کر اس نصرانی نے جنت لگائی اور
 سر بریدۃ امام حسینؑ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور کلمہ شہادت زبان سے
 ادا کیا تو حید و نبوت اور امامت کی شہادت دی۔ اسی اثنا میں یزید ملعون نے
 جلاد کو اشارہ کیا اس نے اس تازہ مسلمان کا سر قلم کیا۔ اور اس کی روح اعلیٰ
 علیین میں پہنچی۔ اور اس کی میت کو نصاریٰ اور مسلمانوں نے مل کر دفن کیا۔
 اللعنة الله على القوم الظالمين۔

بروایت لہوف زندان شام میں سکینہ خاتون کا

خواب دیکھنا

روایات صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خرابہ شام (زندان) اُن خرابوں میں سے
 تھا کہ جو گزر کا عام تھا۔ اور یزید نے اسی خرابہ میں اسیران اہلیت اطہار کو قید کیا۔
 قال السيد في الهدف ان قتال سکینہ فلما كان في اليوم الرابع من اقامتنا
 یعنی حضرت سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ ہمیں خرابہ میں چوتھا روز تھا۔ حالانکہ خرابہ
 میں نہ گئی سے بچنے کا انتظام تھا اور نہ ہی شب کو سردی سے محفوظ رہنے
 کا کوئی بندوبست تھا بہر حال پھر کرب و غم کے عالم میں نیند آگئی اور شب کو
 عالم خواب میں دیکھا کہ ایک عاری تازل ہوئی اور اس میں سے ایک بی بی آن لڑی

کرتی ہوئی نکلیں واسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکیٹہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہاؤ حسین کہہ کر رمدی ہیں۔ مجھ سے جوابا کسی نے کہا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا میں جو مادر حسین میں اور دختر حسرت رسول خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکیں کا سلام قبول فرمائے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکیں کو تمکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا امامہ واللہ جحدوا حقنا یا امنا بدوا واللہ شملنا یا امنا واللہ اسنا
حوا حریمتنا یا امنا واللہ قتلوا الحسین اہاننا۔

ای جدہ مہربان کجائی	رد از چہ بمانی نمائی
یکدم بخبر مابہ جان آئی	بر حالت زار مابہ بخشائی
راندی بہر بہشت کشتی خویش	روتافتی از بہشتی خویش
دائم کہ تو در بہشت جاوید	رخشنده تری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خوابند	افسردہ زار و دل کبابند
لیکن متند دختر انت	در خاک فتادہ اختر انت
یکشت اسیر و خوار و دیوان	بی فرشت و چراغ و زار و نال
از فرقت باب تا جہاد	ای جدہ ہمیشہ اشکبار

داغ مٹی اکبر جو نام
انرختہ جسم ناقوا نام

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون بیٹھے
تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک روان ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکیٹہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھرا آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں یہیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کہ لے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علیدار ہیں۔ آپ نے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہو گا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت برین میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد کا پر سورجی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پر مردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرشت نہ بستر نہ تکیہ نہ سکیٹہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اولے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسین کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علی اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب یدہ عالم نے جب سکیٹہ خاتون کے یہ بیڑی سننے کو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکیٹہ بس اسقدر مرثیہ کہانی ہے اسقدر نالہ مت کر خدا قیسمت علیک الحسین لا یغادر حتی حق الحق اللہ۔ اے بیٹی سکیٹہ یہ تیرے بابا کا پیرا ہے خون آلود ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیخو۔ سیدہ مالین فاطمہ زہرا اس خون آلودہ نہیں امام حسین کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروزی قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عز قائم ہوگی اور سیدہ مالین یہ کہنا لے کر زیر عرش نہیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کرو گے یہ ہیں سے یہ امر مستبط ہو جاے

کرتی ہوئی نکلیں واسینا زبان پر تھا۔ جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو باء خنین کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جوابا کسی نے کہا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا میں جو مادر حسین ہیں اور دختر حضرت رسول خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائیے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا امامہ واللہ جعدوا حقنا یا امنابددوا واللہ شملنا یا امناباللہ اسنا
حواریمنا یا امناباللہ قتلواالحسین ابائنا۔

ای جدہ مہربان کجائی	رو از چہ بمانی نمائی
یکدم بخش راہر جدہ جان آئی	بر حالت زار مایہ بختائی
راندی بہر بہشت کشتی خویش	رو تافتی از بہشتی خویش
دائم کہ تو ذر بہشت جاوید	رخشندہ ترمی ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خواندہ	افسردہ زار و دل کبابند
لیکن منتہ دختر انت	در خاک فتادہ اختر انت
یکشت اسیر و خوار و دیوان	بی فرشت و چراغ و زار و نال
از فرقت باب تا بدم	ای جدہ ہمیشہ اشکبار

داغ سلی اکبر جو انم
افزختہ جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مر یا خاتون بلوائے
تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک روان ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی پھرا یا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں ہمیں اپنی صورت نہیں دکھائی۔ قصہ یہ تھا کہ لڑنے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خیر ترک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناظر عباس عباد ہیں۔ اپنے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہو گا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد انک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مر جھا گئے ہیں دل پر مردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرشت نہ بستر نہ تکینہ۔ تیکتہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اولے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسین کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علی اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب یتیم عالم نے جب سکینہ خاتون کے یہ بے بن سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسقدر مرثیہ کا کافی ہے اسقدر نالہ مت کر خدا قیسمت علیک الحسین لا یغادر قتی حتی اتی اللہ۔ اے بیٹی سکینہ یہ میرے بابا کا پیرا بن خوں آلود ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدہ مالین فاطمہ زہرا اس خون آلودہ قمیص امام حسین کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی روز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزائم ہوگی اور سیدہ مالین یہ گونالے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کو گے یہ ہیں سے یہ امر مستبط ہو جاے

کہ امام حسینؑ کی منسوب ہونے والی چیزیں قابل زیارت ہیں اس وقت جناب فاطمہ زہراؑ عرش فریاد کریں گی کہ الہیٰ ہذا قمیص ولدی الحسینؑ کہ یہ پیرا ہن حسینؑ ہے کہ جو تیروں سے چھلٹی ہو گیا ہے یہ خواب جناب سکینہؑ نے خواب میں بیان کیا تو اسیروں میں ایک کلام برپا ہو گیا وحسیناہ وحسیناہ۔

حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام

میں وفات

جب اولاد رسولؐ نے دربار یزید سے زندان شام میں منزل کی تو اسیران کربلا دن رات شہیدان کربلا پر گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی ایک کمسن دختر جس کا نام فاطمہ تھا اسیروں میں زندان شام میں تھی زندان شام کی راتوں میں ایک رات اس دختر مغیرہ کو اپنے بابا حسینؑ کے دیکھنے آرزو ہوئی۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو خداوند عالم نے جو بیٹی عطا کی آپ نے اس کا نام فاطمہ رکھا اور جو فرزند عطا کیا اس کا نام علی رکھا اور ان میں برائے امتیاز ناموں کے ساتھ القابات رکھے جیسے علی اکبرؑ علی اوسطؑ علی اصغرؑ وغیرہ، اسی طرح فاطمہؑ کبریٰ، فاطمہ مصغریؑ و سکینہ خاتون وغیرہ۔ اس دختر کمسن کی عمر تین یا چار سال بتلائی جاتی ہے اور اس کا نام بتلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس دختر کو بہت چاہتے تھے۔ یہ دختر ہمیشہ امام حسینؑ کی آغوش کی زینت رہتی تھی۔ جب یہ مصونہ کی لاش امام حسینؑ پر آتی ہے تو اس نے لاش سے مخاطب ہو کر عرض کیا یا اباہ اذ ظلم اللیل فمن یحییٰ حای کہ اے بابا جان اگرچہ رات ہو گئی ہے

اور آپ مجھے اپنی گود میں نہیں لیتے۔ مجھے آپ کی آغوش بغیر نیند نہیں آتی کتاب ریاض میں بعض مولفین کے اقوال کی روشنی میں اس دختر مظلومہ کے حالات پائے جاتے ہیں اور ارباب مقاتل اور مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ روز عاشورا محرم حضرت امام حسینؑ بعد شہادت اصحاب و عزا غیمہ میں تشریف لائے اور اپنے الحرم کو رخصت کیا وکان للحسین بنت عمر حالت

سنوات فجعل یقبلھا وقد نشقت شفتھا من العطش

فرماتے ہیں کہ الحرم میں آپ کی ایک سہ سالہ تھی سامنے آئی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کو اپنی گود میں اٹھالیا پیار کیا وہ بچی کہتی ہے یا اباہ العطش العطش فان الظماء قد احرق اے بابا جان بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے تشنگی کی وجہ سے میرا جگر جل رہا ہے امام حسینؑ نے اس کو تسلی دی۔ اس بچی نے جب کہ امام حسینؑ اسلحہ لگا کر میدان رزم جاتے تھے بغیر ایک مرتبہ دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا یا اباہ این تمضی عننا اے بابا ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو فرمایا کہ اے بیٹی تم غیمہ میں بیٹھو شاید کہ میں تمہارے لیے پانی لاؤں آپ میدان میں پہنچے کنار نہر سے لشکر اعداء کو دور کیا اور نہر میں داخل ہو کر پانی غیمہ کے لیے لیا۔ لشکر والوں نے شور مچایا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو۔

اور شامی لوگ خیموں کو لوٹنے آگئے ہیں۔ امام مظلوم نہر سے نکلے غیمہ میں تشریف لائے اس مظلومہ بیٹی کو گود میں لیا۔ اور تسلی دے کر پھر میدان قتال میں آئے اور وہ وقت آگیا کہ امام حسینؑ شہید ہو گئے تو الحرم کے ہمرہہ کمسن بچی بھی آپ کی لاش پر آئی دیکھا کہ بغیر سر لاش پڑی ہوئی ہے۔ بچی نے اپنے آپ کو لاش پر گرا دیا لیکن حضرت زینب خاتون نے اپنی گود میں اٹھالیا۔ وہ بچی کہنے لگی

پھونچی اماں مجھے بابا کے لاشہ پر جلنے دو تاکہ میں گلوے بریدہ کا بوسے لے سکوں۔ الغرض۔ اسیران کربلا کے ساتھ یہ بچی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے زندان شام پہنچی۔ خرابہ شام کو دیکھ کر اس بچی کا دل گھٹنے لگا۔ یہ کس بچی سر نالو پر رکھے دروہی تھی فریاد کر رہی تھی ہے

بابا در این خرابہ سازم بہ بینوائی

چشم براه ماندہ شاید ز درد رآئی

بودی ہمیشہ جایم در روی دامن تو

از تو ندیدہ بودم اینگونه بیوفائی

یعنی اے بابا اس خرابہ شام میں آپ کا برابر انتظار ہے میں تو ہمیشہ آپ کی گود میں رہتی تھی اب آپ تشریف نہیں لاتے یہ اچھی محبت ہے۔ اسی تصور میں بچی رویا کرتی تھی کہ اس پر زیندہ طاری ہو گئی۔

اور اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ سر بریدہ حسین علیہ السلام طشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا ہے اور وہ ملعون چوب دستی سر مطہر پر لگا رہا ہے۔ کہ ناگاہ سر بریدہ نے بارگاہ خدا میں استغاثہ کیا ہے

خدایا رحمت من بر منایت

چہ باشد دست تقدیر منال گیر

نباشم در طریق عشق معذور!

شہیدم خواستی بانو جوانان

عیالم را اسیر و خوار امت

سرم را خواستی از تن جدا شد

مستم را خواستی چوں تو تاشد

مستم را خواستی چوں تو تاشد

کنوں در زیر جوب نیز راتم تو آگاہی ناسد از نہاتم

تراکت الخلق طراتی ہوا کا

وایمت العیال لکی آرا کا

ماحصل یہ ہے کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے یہ آواز آئی کہ اسے خداوند میں تیری رضا پر راضی ہوں اور میرا سر تیری حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ میں نے شہادت اقلید کی اور اپنے جوانوں کو بھی تیری راہ میں فدا کیا اپنے اہل و عیال کو تیری راہ میں اسیر دیکھنا پسند کیا۔ میں نے یہ بھی بعد خوشی چاہا کہ میرا سر تیری راہ میں میرے تن سے جدا ہو۔ لیکن اس وقت میرا سر چوب خیزران کے نیچے ہے اس میں کیا لازم ہے تو بہتر جانتا ہے۔ بہر حال اس کس بچی نے جب اپنے بابا کے سر مطہر کو چوب دستی کے نیچے دیکھا بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھی۔ وابتاہ کی صدا بلند کی اور رونا شروع کیا۔ حضرت زینب خاتون نے سبب گریہ پوچھا تو بچی نے خواب بیان کیا۔ اور یہ کہہ کر وہ نالہ و فریاد کرنے لگی اور اس کا رونا بند نہ ہوا سب نے اس کو خوش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت زینب خاتون اس کو تسلی دیتی تھیں مگر وہ بچی خاموش نہ ہوتی تھی۔

زبان حال اس دختر صغیر کے یہ جذبات غم ہیں سے

ز بایم بیوفائی کی گمان بود

مگر مت زمین زنجیر و باہم

اگر زندہ است باب تا جدام

تو گوی در سفر رفت است بابت

کہد امروز دفن و کامیاب

کہد امروز دفن و کامیاب

کجا مارا امید و مل باشد

گمان این سخن بے اصل باشد

گویا کہ دختر معصومہ کہتی ہے کہ میں اپنے پیارے بابا جان سے یونانی کا گمان نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میرے پدر بزرگوار تو مجھ پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے۔ مگر بے چوہی اماں کیا میرے بابا مجھ سے رنجیدہ ہیں ان کی فرقت نے فکر سوختہ کر دیا ہے اگر بابا جان زندہ ہیں تو پھر شمر نے میرے رخسار دل پر طائیفے کیسے لگائے۔ اگر تم یہ کہتی ہو کہ تیرے بابا سفر میں ہیں تو آج کل میں زیارت پدر کر رہی ہوں کیا اب ہو گی اسے پھوپھی اماں دیدار پدر کہاں ہو گا یہ سداۓ بے اصل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بابا تو شہید ہو گئے۔ میں بے پدر ہو گی۔

اس یتیم بچی نے اس قدر گریہ کہا کہ روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اس وقت الحرم میں ایک تازہ غم کی لہر دوڑ گئی۔ گریہ وزاری اور شور بکاسے زندان کو بجھنے لگا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے گریہ کرنے کی آواز یزید کے محل تک گئی اور جب اس نے رونے کی آواز سنی تو سبب دریافت کیا۔ طاہر بن عبداللہ دمشق کہتے ہیں کہ یزید اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے تھا اور سر میں فاطمہ طہشت میں تھا کہ خرابہ سے شور گریہ بلند ہوا۔ طاہر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جس طہشت میں سر امام حسین تھا اس سے سر پوش ایک کناسے کو ہو گیا اور سر امام پاک بلند ہوا نزدیک تھا کہ قصر کی چھت سے لمبائے پھر سر مٹھرنے با آواز بلند فرمایا۔ اخق سکتی اجنتی۔ کہلے بہن میری بیٹی کو خوش کن کر۔

خواہر بہ بیکیاں حزیم تو یاوری

خواہر بکودگان یتیم تو مادی

یعنی کہ اسے بہن زینب ماں سے یکس دنگسار بہن تو ہی میرے یتیموں کی مددگار ہے تو ہی ان کی نگہبان ہے۔ تو ہی میرے چھوٹے بچوں کے لیے ماں ہے۔ طاہر کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ سر بریدہ امام حسین نے چکر لگایا۔ اور یزید ملعون کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہلے یزید میں نے تیرا کیا ہے جو میرے الحرم کو قید کیا ہے۔ یزید پلید نے جب سنا تو کانپنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اے طاہر کیا خبر ہے۔ میں نے کہا اے ظالم خرابہ میں ایک بچی کا انتقال ہو گیا ہے میں نے سر حسین کو بلند ہوتے دیکھا اور آواز امام سنی ہے کہ جس سے تو خائف ہے یزید نے اپنا ایک ظالم زندان میں بھیجا تاکہ حالات معلوم کرے۔ وہ زندان پہنچا تو حضرت سید سجاد نے سلام بجا بیان کیا۔ اس نے یزید کو واقعہ بتلایا۔ یزید نے کہا کہ اچھا اس بچی کے باپ کا سر (یعنی سر بریدہ امام حسین) زندان میں میں لے جاؤ۔ ظلام سر امام حسین لے کر زندان میں آیا۔ تمام امیر سر مٹھر کو دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینب نے وہ سر اس بچی کے سامنے رکھا اس نے سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے بتایا کہ یہ سر حسین ہے اس یتیم نے اپنا موہنہ سر حسین پر رکھا۔ اور بین کرنے لگی روتے روتے یہ خوش ہو گئی حضرت زینب خاتون نے اس کو بلایا تو محسوس ہوا کہ روح یتیم جنت کو پرواز کر گئی ہے۔ اسیران اہلیت اس خرابہ میں مشغول ماتم ہوئے۔ ہم سایہ عورتوں کو جب اس دختر امام حسین کے انتقال کی خبر ہوئی خرابہ میں آئیں اور پُرسہ دیا۔

غسلہ، کافور و دھن اور چراغ کا انتظام ہوا۔ غسل کے لیے تہنہ لگایا۔ بچی کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور اسی خرابہ میں دفن کر دیا۔ اس روز کہ جب اسیر دل کو رہائی ہوئی اور شام سے مدینہ کے لیے قافلہ روانہ ہوا۔ تو حضرت در زندان تک

آئیں اور اپنا سر محل سے نکال کر شام کی عورتوں سے فرمایا اے بیٹو میں اپنی ایک بچی تمہارے پاس بطور امانت چھوڑ رہی ہوں۔ سے

برسر قبر صغیر تاکہ در غربت بمرود
گاہ بگذاردید تفسعی از دغا لے بل شام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام میں منبر پر

تشریف لے جانا اور خطبہ دینا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر جو مصائب گزے ہیں وہ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب سے کمتر نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے

لعمریک خلق ما لقیبت ولا ابتلی یوما بمثل بلیتی ایوب
حذنی یذوب له الجبال وعتداہ یسلوا ویدی یوسفنا یعقوب

یہاں کر بلا کے مصائب اور سختیوں میں سے ایک عظیم ابتلا یہ تھی کہ جب آپ اسیران کرملک کے قافلہ کو لے کر وارد دربار یزید ملعون ہوئے تو یزید کے حکم سے ایک خطیب مسجد جامع میں منبر پر گیا اور آپ کی موجودگی میں اس بد سخت خطیب نے مدح آباء و اجداد یزید کی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی معاذ اللہ مذمت کی۔ حضرت سید سجاد کے منبر پر تشریف لے جانے اور اموی خطیب کے خطبہ کا ایاب مقابل نے کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعض ارباب مقابل لکھتے ہیں کہ دربار یزید میں اسیران کر بلا کی موجودگی میں اموی خطیب نے خطبہ

دیا اور بعض لکھتے ہیں کہ مسجد جامع دمشق میں خطبہ دیا غرض کہ دونوں واقعہ جمع کر دیئے ہیں۔

شیخ طبری نے کتاب احتجاج میں وکامل نے کتاب التقیفہ میں، وائی مخنف نے مقتل میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا لیکن علامہ مجلسی ہمارے میں کتاب مناقب سے واقعہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ لوگوں کو واقعہ کر بلا سے خبردار کیا جائے اور ایک زبان دراز اموی خطیب کو حکم دیا کہ مسجد جامع میں منبر پر جا کر خطبہ دے اور آل البوسفیان کی مدح سرائی کرے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے یعنی کہ معاذ اللہ ان کی مذمت کرے۔ پس فصعد المخطیب المنبر خطیب منبر پر گیا۔ اول حمد و ثنائے الہی ادا کی ثم اکثر الوقیعۃ فی علی والحسین۔ اس بد سخت اور محروم سعادت خطیب یزیدی نے معاویہ کی شان میں زبان کھولی اور اس کی مدح سرائی کی۔ اور کہا کہ معاویہ اور یزید دونوں کی حکومت درست ہے جب اموی خطیب سلطنت و خلافت یزید کی مدح سرائی کر رہا تھا تو حضرت سید سجاد علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا۔ ویدک ایھا الخاطب اشتريت مرضات المخلوق بسخط الخالق یعنی وائے ہو تجھ پر اے خطیب کہ تو نے رضا خدا کے بدلے میں رضا مخلوق خرید کر لی کیا تو خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا آپ اپنی جگہ سے اٹھتے اور یزید کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے اور اس سے خطاب کیا اے یزید ایڈن لی حتی اصعد هذا الاعدود کہ مجھے بھی اجازت دے کہ منبر پر جا کر رضا و خوشنودی خدا کے لیے خطبہ دوں تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ کریں یزید نے چاہا کہ سید سجاد خطبہ نہ دیں گے۔

روساء شام اور اراکین دربار نے یزید کو مجبور کیا کہ خطبہ دینے کی اجازت دی جائے۔ ہم اس ہاشمی جوان سے خطبہ سننا چاہتے ہیں یزید نے کہا اے شامیو فادہ من اہل بیت ذوق العلم زقاقا۔ کہ یہ اہلیت پیغمبر خدا سے ہے عالم و دانا ہے انہوں نے کہا کہ اچھا پھر تو سید سجاد اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے منبر کی طرف گئے اور عرشہ منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ اولاً آپ نے حمد و ثنا والہی ادا کی پھر اپنے جد محمد مصطفیٰ پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم کو چھ چیزیں عطا کی ہیں اور سات فضیلتیں ہمارے لیے ہیں۔ چھ چیزیں جو عطا کی ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

۱۔ علم عالم، ۲۔ سماعت عا، فصاحت و شجاعت، ۳۔ اور محبت جو الایمان کے دہلیز میں ہے یعنی کہ ہر مومن ہم کو درست رکھے۔ اور سات فضیلتیں یہ ہیں کہ جو ہمارے لیے مخصوص ہیں

(۱) پیغمبر اسلام ہم میں سے ہیں۔ صدیق حیدر گزار ہمارے جد ہیں جعفر طیار ہم میں سے ہیں حمزہ شیر رسول خدا ہم میں سے ہیں۔ حسن حسین ہم میں سے ہیں اے شام کے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص تو نہیں پہچانتا اور نہ ہی جانتا ہے اب وہ پہچالیں کہ انا ابن مکہ و منی و انا ابن زمزم و الصفا انا ابن من حمل الرکن باطراف الوداع انا ابن خیر من انتعل واحتفی انا ابن خیر من طاف و سعی انا ابن خیر حج و بنی انا ابن من حمل علی البراق فی الهواء انا ابن من اسری بہ عن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی انا ابن من بلغہ بجبرئیل الی سدرۃ المنتھی انا ابن من دفن فی قبا فکان قاب قوسین او ادنی انا ابن صلی

ملائکہ۔ السماء انا ابن من اوحی الیہ الحلیل ما اوحی۔

مامل خطبہ یہ ہے کہ میں مکہ و منی، زمزم و صفا، رکن اور اطراف رواد کعبہ (غلاف) طواف و سعی حج و بنی فرزند ہوں یعنی فرزند نبی ہونے کی وجہ سے وارث کعبہ اللہ اور اراکان حج میں سے ہوں میں صاحب معراج کی ذریت طیبہ ہوں وہ صاحب جسے خدا معراج میں لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک (یہ مسجد فلک چہارم پر ہے جس میں شب معراج آنحضرت آنحضرت نے تمام انبیاء مرسلین کو نماز پڑھائی ہے۔ اسی بیت المعمور کہتے ہیں) میں اس کا فرزند ہوں کہ جن کی نماز جنازہ ملائکہ سماعت نے پڑھی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر رب جلیل نے وحی بھیجی۔

جب شام کے لوگوں نے آپ کے حالات سنے تو حیران رہ گئے۔ کہ یہ تو نبی زادہ ہے۔ اور جب کہ یزید ملعون نے یہ مشہور کیا ہے کہ یہ معاذ اللہ خارجی ہے۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ انا ابن محمد المصطفیٰ کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہوں فرمایا کلاب پدر بزرگوار کا نام سنو۔ اور میرے آج کل کے القاب سنو۔

انا ابن من ضرب خوا طیم الخلق قالوا لا الہ الا اللہ انا ابن من ضرب بین یدی رسول اللہ بسیفین و طعن برمحین و ہاجر الہجرتین و بایر البیعتین و قاتل بیدرو حنین و لم یغفر طوفۃ العین انا ابن صالح المومنین و وارث النبیین و قامر المحدثین و یعسوب المسلمین و نور المجاہدین و ذین العابدین و تاجر البکائین و اصبر الصابرین و افضل القائمین من آل لیسین

رسول رب العالمین انا ابن الموید بجبرئیل المنصور ببیکائیل
المحامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین و الناکثین
و القاسطین و المجاهد اعداء الله و اخر من مثی من قریش
اجمعین و اول السابقین و قاسم المعتدین و مبید المشرکین و سهم
من مراعی الله علی المتأفقین و لسان حکمة العابدین و ناصر دین
الله و ولی امر الله و یستان حکمة الله و عیبة علمه سمع
سخی بهلول الزکی الطحی رضی مقدم همام صابر صوام معدت
قوام قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب اربطهم عناناً و
ایتهم جناحاً و امضاهم عزیمة و اشد هم سکينة اشد
یأس بطیخهم فی الحروب اذا ان لفنة الاستة
و قربة الا غنة طحن الرحا و ید و راهم بدری
احدی شجرى مها جرق من العرب سیدها و من
الوغا یشما وارث المشعرین ابوالسبطین الحسن و
الحسین ذالجدی علی بن ابی طالب علیه السلام .

یعنی کہ سے گروہ مرزبان شام یہ میرے چند نامدار ہیں کہ جن کے صفات و
القاب و اسماء مبارکہ میں نے اس وقت بیان کئے خلاصہ یہ ہے کہ میرے جد علیؑ ولی
میں اخی رسول خدا ہیں زوج دختر رسول خدا ہیں والد ثبیر و شیر ہیں شریک صاحب
معراج ہیں سے

سلی کا مرتبہ اللہ اکبر خدا نے تلوار دی نبیؐ نے دختر

میری جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا بنت رسول خدا ہیں سے
عصمتش سداً آسمان پرودہ سایہ بر آفتاب گسترده
روز محشر پناہ خلق جہان دوستاترا مقام امن امان
یعنی کہ میری جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ دختر رسول خدا شفیعہ روز محشر میں خلق خدا کو
پناہ دینے والی میں اور اپنے مجتہد کے لیے ذریعہ شفاعت و نجات ہیں۔
وہ عصمت پوشش بی بی ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ سن کر
لوگ باوازی بلند رونے لگے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ کتاب مناقب میں کتاب احمر سے الفاظ خطبہ
قد سے مختلف ہیں اور علامہ مجلسیؑ نے کتاب مناقب سے خطبہ نقل فرمایا ہے
ہم خطبہ کے باقی کلمات درج کرتے ہیں چنانچہ خطبہ سید سجاد علیہ السلام میں
مذکورہ صفات کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
ایھا الناس انا ابن المقتول۔ یعنی کہ سے لوگوں مقتول کا فرزند ہوں
یعنی جسے لشکر یزید نے کربلا میں قتل کیا ہے۔ حالانکہ نہ میرے پدر بزرگوار نے
کسی کا مال یا تمھارے کسی کو قتل کیا تھا کہ اس کا خون بہا ان کے ذمہ ہو۔ ان
کی لاش مطہر اور ہمارے شہیدوں کے لاشے بے گور و کفن پڑے رہے۔ انا
ابن المحزون و الؤأس من القفاء۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کا سر پس گردن
سے قطع کیا گیا۔ انا ابن العطشان حتی قضی انا ابن طریح بکر بلا۔ یعنی میں
پیاسے کا فرزند ہوں اس کا بیٹہ ہوں کہ جیسے پیاسا شہید کیا۔ اور اس کے
بدن مبارک کو سپرد خاک بھی نہیں کیا۔ انا ابن مسلوب العمامة والودا انا
ابن منی بکت علیہ ملائكة السماء و انا ابن من فاحت علیہ

الحن في الارض ويطوخي النواء انا ابن من راس
على السنات يهدى - یعنی کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر
بلند کیا گیا۔ شہر شہر بدیدہ کیا گیا اور مسلمانوں ہی نے ہمیں غارت دیر یاد کیا۔ پھر
فرمایا انا ابن من حرم من العراق الى الشام - میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کے
الہرم کو شل اسیران کفار کو فر سے شام لائے ہیں۔ وفي المقتل المنسوب
الى ابي محنت انا ابن صريع كدبلا انا ابن من راحت انصاره
تحت الثرى انا ابن من ذبحت اطفاله من غير سوى
انا ابن من اصرم الاعداء في خيمة لظى انا ابن من اصفى
صريحا بالتقى انا ابن من لا غسل ولا كفن يرمى انا ابن من
رفعوا راسه على القنا انا ابن من هتك

ان کلمات کے ادا کرتے ہوئے آپ کی
آنکھوں سے سہل اشک روان ہو گیا۔ فلما سمعوا الناس كلامه ضجوا
بالكاء والخيب وعلت الاصوات في الجامع حيب حاضرین نے یہ کلمات سنے شور
گریہ و بکا بلند ہوا اور مسجد جامع میں ایک غلغلہ برپا ہو گیا غنائ یزید الفتنة
یزید پلید کو خوف ہوا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اس نے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان
دی اور کہا اللہ اکبر امام علیہ السلام نے خطبہ بند کیا۔ اور تکبیر کی۔ اور فرمایا کہ اے
مؤذن تو نے خدا برائی کے ساتھ یاد کیا اور حق بات کہی ہے فی المناقب
لاشی اکبر من الله یعنی کوئی شے خدا سے بزرگ تر نہیں ہے ابی مخنف کہتے
ہیں کہ مؤذن نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا۔ حضرت نے فرمایا۔ اشہد بھا مع
کل شاهد واحتدھا مع کل جاهد فی المناقب شہد بھا شعری و

میں شہادت دیتا ہوں اپنے موصی بدن (یعنی بال) گوشت پرست اور اپنے
خون سے کہ خدا وعدہ لا شریک لہ ہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ مؤذن نے کہا
اشہد ان محمد رسول اللہ۔ پس سید سجاد زار و قطار رونے لگے اور حضرت کے
ساتھ ساتھ تمام لوگ رونے لگے۔ وفي نسخة من المقتل المخطوطة ثم
بکی ورمی العمامة من راسه ورمی بها الى المؤذن - حضرت سید سجاد نے
اپنے سر سے عمامہ اتارا۔ اور مؤذن کی طرف رخ کر کے فرمایا اے مؤذن تجھے خدا
قسم ہے چند منٹ توقف کر۔ اس نے اذان میں وقفہ کیا اور امام علیہ السلام یزید
کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید محمد میرے جد میں یا میرے محمد
میرے جد نہیں بلکہ ہمارے جد ہیں۔ تو جن کا کلمہ پڑھتا ہے جن کا نام اذان میں
لیتا ہے اور فرزند پیغمبر کو قتل کیا اور مجھے یتیم و اسیر کیا۔ یزید ملعون کے پاس
کوئی جواب نہ تھا۔ مسجد سے نکل آیا۔ اور کہا لا حاجة لی فی الصلوة -
امام علیہ السلام منبر سے اتر آئے اہل شام آپ کے آس پاس جمع ہو گئے اور
مخدرات کرنے لگے کہ اے مولیٰ ہم آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ

منہال کوئی کی گفتگو

مسجد جامع میں جو لوگ خطبہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے ان میں
منہال بن عمرو کوئی بھی تھا۔ منہال خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کیف أصبحت یا بن رسول اللہ کہ اے مولیٰ آپ کی صبح و شام

کیسی گزری۔ حضرت نے فرمایا کہ اے منہال کیف حال من اصبیح وقد قتل ابوہ و قتل ناصر۔ اس کا کیا حال کہ جس کے باپ، بھائی اور بادر و انصار سب قتل ہو گئے ہوں اور اس کے پردہ دار اسیر ہوں۔ اور اے منہال زمانہ نے ہمیں لباس عزت پہنا دیا ہے یعنی کہ ہم سوگوار سید الشہداء ہیں۔ اور زمانہ نے ہم کو اس قدر پیس دیے کہ امت نے ہمارے حسب و نسب کا بھی خیال نہ کیا۔ اور اب ہم شہر میں اسیر یزید میں منہال نے کہا اے مولیٰ کس جگہ قیام ہے تاکہ حاضر خدمت ہو سکوں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ زندان شام یعنی خرابہ شام، او آپ اس قدر روئے کہ چکی گوگیر ہوگی۔ صاحب احتجاج نے منہال کی بجائے کی بجائے کھول نام تھا جو کہ آنحضرت کے صحابی تھے۔ بہر حال یہ جو اثری انور نعمانیہ میں رقم طراز ہیں کہ منہال نے کہا کہ میں کوچہ دیار دمشق سے گزر رہا تھا کہ۔ واذا بعلى ابن الحسين يتوكا على عصي ودجلا كما تمعا قصبستان والدم ليسيل من سابقه والصخرة قد ازدادت عليه۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین عطاء کے سہارے کھڑے ہیں۔ جب میری نظر آپ کی ہام مبارک کی طرف گئی تو آپ کی پٹیلیاں بالکل خشک معلوم ہو رہی تھیں اور خون بھی جاری تھا۔ آپ کا رنگ مبارک ند ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے منہال ہمارا کیا حال پوچھتے ہو یزید ابن معاویہ نے ہمیں اسیر کیا ہے نہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو شکم سیر ہو کر کھانا ملتا ہے نہ ہی میں شکم سیر ہو کر کھا سکا ہوں۔ منہال نے یہ سنا کہ عرض کیا کہ سیدی والی این ترید۔ کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مکان کہ جسے زندان کہتے ہیں۔ اور یزید نے ہمیں زندان میں رکھا ہے۔ اور یہ اس قدر خراب ہے کہ دل کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی ہے۔ میں چونکہ میر

ہوں اس لیے میں بازار کی طرف نکل رہا ہوں کہ کس جگہ سایہ میں سانس لوں۔ میری پھوپھی زینب خاتون ہمہ وقت میرا خیال رکھتی ہیں اور زندان سے باہر نہیں جانے دیتی مبادا کوئی اور تکلیف نہ پہنچے

واقعہ ہندہ زوجہ یزید

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید پلید نے اسیران اہلبیت اہلبار کو خرابہ شام میں جگہ دی تھی۔ یہ خرابہ ایک مکان تھا کہ جس میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی جس سے اسیران حرم کے رنگ متغیر ہو گئے تھے پھول سے بچوں کے رخسار سے مرجھا گئے تھے۔ ان کے بدن کمزور ہو گئے تھے جب یزید نے ان کی حالت زار دیکھی تو کہا اسیران اہلبیت کو چند روز کے لیے حرم خانہ میں جگہ دی جائے بروایتی بنابر خواہش ہندہ دختر عبد اللہ بن عامر زوجہ یزید کہ جو پہلے خدمت امام حسین میں رہ چکی تھی۔ بنی ہاشم کو دوست رکھتی تھی۔ اور نبی زاد یوں او اولاد میں کی محبت سے سرشار تھی۔ اس نے اپنے شوہر یزید سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسیروں کو زندان سے نکال کر چند روز کے لیے میرے قصر میں جگہ جلسے تاکہ میں نبی زاد یوں کی خاطر خواہ پذیرائی کر سکوں۔ یزید چونکہ اس کو بہت دوست رکھتا تھا اجازت دی کہ اسیروں کو اپنے مکان میں جہاں رکھے۔ شیخ کتاب منتخب میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندہ ایک رات اسی انتظام میں مشغول رہی کہ اسیران اہلبیت کے لیے چادریں اور لباس وغیرہ فراہم کیا جائے کہ ہندہ یزیدینہ طاری ہوئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ دربار آسمان کھل گئے ہیں۔

اور ملا کہ صف در صف نازل ہو رہے ہیں اور اسی جگہ جا رہے ہیں کہ جہاں سریریدہ امام حسینؑ رکھا تھا۔ فرستے نزدیک پہنچ کر اس طرح سلام کرتے ہیں کہ السلام علیک یا بن رسول اللہ السلام علیک یا بن یا ابا عبد اللہ ہندہ کہتی ہے کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک ابرسفید نیچے آیا۔ اور اس بساط پر چند پروتار نورانی چہروں والے لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ ابر سے تلکے اور روتے ہوئے سر پہر کے نزدیک گئے اور سر پہر کے بول اور دندان مبارک کو بوسہ دیا۔ اور آٹھ نچاؤ کئے۔ اور فرمایا اے فرزند یا دلہی قتلوک اتلاھم مع خوک من شرب الماء منعوک۔ یعنی کہلے فرزند تجھے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری قدر و منزلت نہ کی اور تجھے پیاسا رکھا پانی بند کر دیا۔ اور اے حسینؑ میں تیرے رسول خدا ہوں یہ تیرے پدر علیؑ مرتضیٰ ہیں اور یہ تیرے برادر حسنؑ جتنے ہیں یہ جعفرؑ یہ عقیلؑ یہ حمزہؑ اور وہ عباسؑ ہیں۔ ہندہ کہتی ہے کہ میں خواب سے بیدار ہوئی لباس شب اتارا۔ میں یزید کو دیکھنے آئی مگر اس کو پنا یا۔ بلکہ یزید کے روتے کی آواز سنی۔ میں اس کے پاس گئی دیکھا کہ یزید ایک حجرہ میں بیٹھا ہوا اور رہا ہے۔ اور بار بار یہ کہتا ہے مائی ولد حسین۔ کہ میرا حسینؑ کے ساتھ کیا کام تھا مطلب یہ تھا کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا مجھے دیکھ کر کہنے لگا ہندو یہاں کس لیے آئی ہے میں نے یزید سے اپنا خواب بیان کیا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تو اپنے اس فعل پر نادم ہے تو مجھے اجازت دے کہ اسیران اہلبیتؑ اظہار کو جو غرابہ میں ہیں اپنے مکان میں بھان کر دوں۔ چنانچہ یزید نے اجازت دی اور جب صبح ہوئی تو یزید نے غلام کو بھیجا اور وہ اسیروں کو زندان سے یزید کے گھر لے گیا۔ (ماخوذ از کتاب منتخب مؤلف فرماتے ہیں کہ اصل میں یزید اسیروں کو

اپنے گھر اس لیے گیا تھا کہ وہ اس کی شان و شوکت دیکھیں۔ یزید نے اس وقت سرانام حسینؑ اپنی حرم سرا کے صدر دروازہ پر ایوان کیا تھا۔ علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں مناقب سے اور ابو مخنف وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان یزید امریان یصلب الراس علی باب دارہ و امر باہل بیت الحسنین علیہ السلام ان یدخلوا دارہ۔ یعنی کہ یزید ملعون نے حکم کیا کہ سریریدہ امام حسینؑ علیہ السلام حرم سرا کے صدر دروازہ پر لٹکایا جائے اور اہلبیت اسی دروازہ سے داخل ہوں چنانچہ اہلبیت اظہار اسی دروازہ سے داخل حرم سرا گئے یزید ہونے تو جب سر پہر پر نگاہ پڑی بے ساختہ باؤ ایلد روتے لگے۔ ہندہ زوجہ یزید کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ دربار یزید میں سرشار برہمنہ پہنچی اور یزید سے کہا کہ اے ظالم اس قدر بیداد کہ سر پہر فاطمہؑ میرے محل سرا کے دروازہ پر ایوان کیا ہے وہ مردود بولا کہ ہاں نہیں یہ تو بتلا کہ تو برہمنہ سر دربار عالم کیسے آگئی۔ تو بے شک حسینؑ پر گریہ کر نوہ و بکا کر ابن زیادؑ نے غلبت سے کام لیا اور حسینؑ کو شہید کر دیا۔ بہر حال اسیران اہلبیت داخل حرم سرا گئے ہندہ ہونے کتاب بحار میں بھوالہ مناقب ہے کہ تمام زنان معاویہ و ابوسفیان نے ان اسیروں کا استقبال کیا اور حضرت زینبؑ خاتون سے ہندہ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے مخصوص فرش و مسند بچائی ہے اپ اس پر تشریف رکھیں لیکن حضرت زینبؑ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے بھائی کی لاش خاک و خون میں غلطان دیکھی ہے جو ریگ کپلا پر پڑی رہی تمام عورت جمع ہوئیں اور تین دن تک صف عزاء امام حسینؑ بھیجی رہی اور ماتم حسینؑ ہوتا رہا۔ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ بھائی حسینؑ کا سر منکایا جائے

چنانچہ سر مطہر لایا گیا اس وقت بی بی زینبؓ نے اپنے بال کھول دیئے گریبان چاک کیا۔ اور مخدرات نے سر مطہر کے گرد ہالہ بنا کر ماتم کیا۔ اور زنانِ شام نے ساتھ دیا۔ اور حضرت زینبؓ کہتی تھیں اسے قوم میں علی و فاطمہ کی بیٹی ہوں میں نبی کی نواسی ہوں۔ **اللعنة الله على القوم الظالمين**۔

شام میں تعین مکان برائے اقامہ عزاء امام حسین

علیہ السلام

شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب یزید ملعون نے ظاہرِ انکسار سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور زنانِ یریدہ الفاظ جاری کئے۔ مہالی و المحسین کہ مجھے حسینؑ سے کیا کام تھا۔ یعنی کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا۔ اس نے اظہارِ ندامت کے لیے اسیرانِ اہلبیت اظہار کو خرابہ سے ہم ہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرے میں ان کو جگہ دی۔ اور حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہاں رہائش پذیر رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس تشریف لے جائیں ان دونوں ہاتھوں میں سے جو پند فاطر ہو آپ عمل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی زینب بنت علیؑ سے دریافت کر کے فیصلہ کروں گا جو وہ معظمہ فرمائیں گی عمل کیا جائے گا حضرت زینبؓ نے پیغامِ بربہای سننا تو فرمایا کہ اسے بیٹا سید سجادؑ سے میرے مقتول بھائی کی مشائی، جب سے حسینؑ شہید ہوئے ہیں ہم دل بھر کر روتے اور ماتم کر کے اولاد ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم شہیدانِ کربلا پر روئیں اور نوہ و ماتم کریں جب یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

اجازت دیدی ثم اخلیت طعن الحیو والیوت فی الدمشق۔ پس یزید نے حکم کیا اور مکان و حجرے اسیروں کے لیے خالی کرادیئے گئے کہ وہاں آزادی کے ساتھ ماتم حسین کریں اور اس نے اہلبیت کو اسبابِ عزاداری بھی فراہم کئے زنانِ ہاشمی و قرشی کہ جو دمشق اور شام میں رہائش پذیر تھیں بغرض عزاداری آئیں اور شریکِ اہلبیت ہو کر نوہ و ماتم کیا۔ ولحیبق ہاشمیة ولا قرشیة الا ولیست السواد علی الحسین وندبوا علی ما یفعل سبعة ايام۔ یعنی کہ زنانِ ہاشمیہ و قرشیہ نے اہلبیت اظہار کے ساتھ دن تک عزاء امام حسینؑ پر پار کھی جناب زینبؓ علیا مصائب بیان کرتی تھیں۔ کبھی حضرت ام کلثومؑ بیان فرماتی تھیں اور جس قدر عودات اور نیچے جمع ہوتے تھے امام حسینؑ غریب پرستے تھے۔ علامہ مجلسیؑ نے جناب زینبؓ خاتونِ کائنات کا انشا کر دیا ہوا مرثیہ جو آپؑ نے دمشق میں پڑھا لکھا ہے ریاض الاحزان کتاب میں ایسے مرثیہ پائے جاتے ہیں شیخ فخر الدین نے بھی کتاب منتخب میں لکھا ہے کہ یزید نے ظاہرِ علی و شرمندہ ہو کر اہلبیت اظہار کو زندان سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرے میں جگہ دی یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے سجادؑ میں تمہاری تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ اپنی حاجتیں بیان کریں۔ اس روایت کو مرحوم سید نے اپنی کتاب لہوف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسیؑ بحار میں فرماتے ہیں کہ ایک روز یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ میں محبِ سلطنت و حکومت میں اندھا ہو گیا تھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا۔ اب میں استغفار کرتا ہوں اے علیؑ ابن الحسینؑ کیا میرے لیے کوئی صورت ہے یا نہیں۔ تو اپنے فرمایا کہ بالقرض محال اگر میں تجھے معاف کر دوں اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ واکم وسلم نہ چاہیں۔ ہمارے جد علی مرتضیٰ اور جدہ ماجدہ نہ چاہیں تو کس طرح حیرت نجات ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے تجھ پر نفرین کرتے ہیں اے یزید کیا تو نے حکایت صالح بن رقعہ یہود کہ جس نے میرے پدر بزرگوار حسینؑ شہید کر دیا کو اگرچہ کوئی خاص اذیت نہیں پہنچائی تھی نہیں سنی ہے اور وہ حضرت رسول خدا علیؑ و فاطمہؑ کے نزدیک قابل مواخذہ قرار پایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ کلمہ ہا زشت کو کرنے سے پہلے غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اصرہم ابلیسیت! اظہار کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور فرمایا اے یزید یہ کیا ظلم ہے کہ اہل ہرم کو اسیر کیا ہے جب کہ تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب تو اپنی ظلم کا مزہ روز جزا چھکے گا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے چونکہ ہادی برحق تھے اس کو نماز غفیلہ تعلیم کی۔ کہ اس کے ذریعہ اپنے افعال زشت کی تلافی کرے مگر اس کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ نماز غفیلہ پڑھتا۔ راز مہرجم اس روایت سے یزید ظاہر ہوتا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کے توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوئی۔ پس کسی مفتی کا یہ کہنا اگر قاتل امام تو یہ کہے تو بخشتا جاسکتا ہے۔ کس حد تک یہ فتویٰ درست ہے اس کا اندازہ عزاداران امام حسین علیہ السلام خود کر سکتے ہیں قاتل امام حسینؑ یا کسی امام برحق کا کوئی شخص قاتل ہو اس کی نجات ہرگز نہیں ہے ہماری تصنیف عقیدہ عمل اور نجات ملاحظہ ہو۔

یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے

بارے میں استفسار کرنا

معین الدین روضۃ الشہداء میں تحریر کرتے ہیں کہ جب یزید بظاہر اپنے افعال زشت پر نادم ہوا اور اسیران ابلیسیت اظہار کو زندان سے اپنی زوہر ہندہ کی محل سلئے میں لے گیا تو اس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں میں آپ کی تین حاجتیں پوری کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کے قاتل کو میرے حوالہ کرتا کہ میں اسے قتل کر دوں اور قصاص لوں یزید نے حکم دیا کہ سرداران کوفہ جو اسیروں کے قافلہ کے ساتھ کوفہ سے شام آئے ہیں حاضر کئے جائیں چنانچہ سرداران کوفہ کہ جو قتل امام حسینؑ کے مرتکب ہوئے تھے بللائے گئے۔ سب سے پہلے خولی حاضر ہوا یزید نے سوال کیا کہ تو نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ خولی بانٹا تھا کہ یزید کا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ میرا حسینؑ کو قتل کرنے سے کیا تعلق۔ یزید نے اس سے کہا آخر پھر کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا کہ سنان بن انس نے قتل کیا ہے یزید نے اس کو طلب کیا وہ حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ آیا تو نے حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا ہے سنان نے کہا کہ قاتل حسینؑ ہر خدا کی لعنت ہو میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یزید نے غصہ دیکھ کر کہا پھر کس نے قتل کیا ہے کوئی تو قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے شمر ولد الحرام نے کہا اے یزید میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کو قتل کیا ہے یزید نے کہا اچھا کس نے قتل کیا ہے شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اس شخص نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کہ غزوانہ کھول دیا کہ اسلحہ

جنگ خرید کیا جائے گھوڑے جنگ کے لیے خرید کئے جائیں جب یہ سارا اسلحہ جنگ فراہم ہو گیا تو لشکر ترتیب دیا اور حکم دیا کہ باوجود حسین بن علی سے جنگ کرو پھر شمر نے کہا جس نے حسین بن علی کو قتل کیا ہے وہ یزید بن معاویہ ہے جب یزید نے یہ سنا تو کہا کہ تم میں سے ہر ایک فخریہ طور پر یہ کہتا تھا کہ میں نے حسین کو قتل کیا ہے آپ سب انکاری ہیں خدا کی لعنت ہو تم پر۔ مولف کہتے ہیں کہ جو بھی لشکر عمر بن سعد میں امام حسین سے جنگ کے لیے شریک ہوا وہ از طرف یزید بن معاویہ تھا۔ پس یزیدی حقیقت میں قاتل امام حسین ہے۔ ابن زیاد، ابن سعد، خولہ و شمر و ستان سب یزید کے سپاہی ہیں۔ ابن سعد اس لیے قاتل امام حسین ہے کہ آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ نے خبر دی ہے کہ ابن سعد قاتل امام حسین ہے۔ جب کبھی عمر بن سعد کہیں جاتا تو انصاف کہتے تھے کہ جاء قاتل الحسین۔ کہ حسین کا قاتل آگیا۔ اور چونکہ امام حسین نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ابن زیاد میرا قاتل ہے۔ پس ابن زیاد قاتل امام حسین ہے اور یہ سب علم یزید کے تابع تھے لہذا یزید بن معاویہ قاتل امام حسین ہے اور خداوند عالم نے انبیاء کو خیر شہادت امام حسین دی تو فرمایا کہ یزید کو قاتل فرمایا ہے پس اول قاتل یزید ملعون ہے اور شمر و لہلہم اس لیے قاتل ہے کہ اس نے سر امام حسینؑ تن مبارک سے جدا کیا اور اس وقت آپ کی روح اقدس نے جنت کو پرواز کی۔ مختصر یہ ہے کہ قاتلان امام حسین بے شمار ہیں۔

در دھند کسی نیکو دیکھو

یک کشتہ و صد ہزار جلاؤ

ایک ذات اقدس امام حسین علیہ السلام تھی اور سو ہزار جلاؤ تھے۔ اب زمانہ ظہور حضرت

قائم آل محمدؑ امام مہدی آخر الزمان علی اللہ فرجہ میں قاتلان امام حسین سے انتقام لیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت مجیدہ۔ وَمَنْ قَتَلَ مَوْلاَنَا فَقَدْ جَعَلَنَا بَوْلِيَهُ سَلْطَانًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنصُورًا۔ یعنی جس نے قاتل کیا جائے وہ مدد دیا جائے گا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قابو دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے (از سترجم اسی آیت میں خدا کا یہ فرمانا کہ انہ کان منصورا کہ وہ بے شک مدد دیا جائے گا کہ وہ قاتل کو قتل کرے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کے وارث (یعنی قائم آل محمدؑ) کو اس لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ قاتلان امام حسین سے انتقام لیں۔ یہ انتقام دنیا کے اندر ہے اور آخرت میں اس کے لیے عذاب دائمی ہے)

یزید کا اہلبیتؑ اہل ہمار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا

جب اسیران اہلبیتؑ اہل ہمار کو شام میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا۔ اور اہل شام کو یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اسیران بلا غار جی نہیں ہیں بلکہ ولاد حضرت پیغمبر اسلامؐ میں اہل ان اسیر مل میں فاطمہؑ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ تو لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور یزید کے خلاف لعن و لہز کی گفتگو ہونے لگی۔ یزید نے کوشش کی کہ اس کے خلاف آواز دب جائے اس پر یزید نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ابن زیاد ملعون نے قتل حسینؑ میں جلدی کی ہے خدا اس پر لعنت کرے پھر یزید نے حکم دیا کہ قرآن کے الگ الگ جزو بنا کر اہل بازار کو بیسے جائیں تاکہ

وہ لوگ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہیں اور شہادت امام حسینؑ پر تبصرہ کرنے سے باز رہیں تاکہ یزید نشانہ تشنیع نہ بنے۔ چنانچہ اسی دن سے قرآن کے تیس پارے کر دیئے گئے۔ اور اسیران اہلبیت اطہار کو یزید نے ہندو کے محل میں جگہ دی۔ بروایت روضۃ الشہداء جناب ام کلثومؑ نے درخواست کی کہ ہمیں ایک مکان کا تعین کیا جائے کہ ہم اس میں آزادانہ طور پر عزاء امام حسینؑ پڑھیں۔ چنانچہ ایک مکان برائے عزاء دی گیا۔ ہاشمی اور قرشی خواتین آئی تھیں اور امام حسینؑ کا پر سیاہ دیتی تھیں حضرت ام کلثومؑ مرثیہ پڑھتیں اور تمام عورات گریہ وزاری کرتیں۔ آپ کے مرثیہ کا فارسی ترجمہ بصورت نظم یہ ہے کہ ہے

افسوس کہ بیہونس وغنوار بماندیم
رقند عزیران وز غم خوار بماندیم
آزاد شدند از غم این دام کلانشان
مار در مہلکہ وقتہ گرفتار بماندیم
افکار شد از غم دل ایشان کہ برقند
ماناکہ کان بادل افکار بماندیم
در خاک بنقندہ دل از نابہ نہفتند
افسوس کہ در حسرت دیدار بماندیم
عیسیٰ نفسی بود طیب ہمہ دلہا
بلدشت ہمہ بادل و یار بماندیم

ان درد بھرے اشعار میں درد و غم کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ دھڑکتا ہوا ہم بغیر مونس وغنوار ہو گئے یعنی ہم عاجز و بے مددگار ہو گئے ہمارے وارث

قتل کر دیئے گئے۔ قربتدار چلے گئے۔ ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم غم نصیب ہو گئے۔ ہم مصائب اور دشواریوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ جو جام شہادت پنی چکے آزاد ہو گئے۔ وہ غم سے آزاد اور ہم نالہ کناں باقی ہیں۔ وہ خاک میں سو رہے ہیں یعنی مدفون ہیں۔ اور ان کی یاد ہمارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ہمیں حسرت دیدار باقی ہے وہ عیسیٰ نفس تھے یعنی ہماری زندگی انہی کے دم سے تھی وہ تمام دلوں کے لیے طیب تھے وہ گزر گئے اور ہم سب کے سب بادل غم والہ باقی ہیں۔ الحاصل امام زین العابدین علیہ السلام غالباً یزید کے کہنے پر یزید کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے۔ جب یزید نے دیکھا کہ اب اہلبیت اطہار کا زندان میں میری رسوائی کا سبب ہے تو اس نے حکم دیا کہ تمام اسیران کربلا کو زندان سے رہا کیا جائے اور ان کی رہائی کے بعد اس نے ایک خاص مجلس قائم کی اور ان بیکسوں کے سامنے زبان معذرت کھولی۔ اطہار زندہ کیا۔ مال و اموال ادا سبب وغیرہ فراہم کیا۔ اور اس نے ام کلثومؑ کی طرف رخ کر کے کہا اے بنت علیؑ! یہ درہم و دینار بصورت عوض خون حضرت حسینؑ ابلی ہیں اور آپ لوگ مجھ سے ماضی ہوں حضرت ام کلثومؑ نے صرف اتنا فرمایا اے بے حیا میرے بھائی کے ایک بال کی برابر یہ درہم و دینار کیوں کر ہو سکتے ہیں ساری دنیا اس کے مقابلہ میں بیچ ہے۔

مرحوم السید کتاب ہوف میں فرماتے ہیں کہ یزید نے پھر امام زین العابدین علیہ السلام سے خطاب کیا اور کہا۔ اذکرحاجتک الثلاث اتی وعدتک بقضائہن اے سید سجاد کوئی خواہش ہو تو بیان کرو میں تمہاری تین حاجتیں بر لاؤل گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری حاجت یہ ہے کہ ان تریخی وجہ سیدی و مولای واجب

کہ ہمیں ہمارے بزرگوار حسینؑ کا سر مبارک دکھا دے تاکہ ہم ان کی زیارت کر سکیں۔ اور دوسری حاجت یہ ہے کہ ہمارا سامان جو کچھ کہ تیرے لشکر نے لوٹ لیا ہے وہ واپس کر دے۔ تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو ایک ایسی دیا نمدار شخص کو مقرر کر کہ وہ اہلبیتؑ نبوت کو مدینہ پہنچا دے۔ یزید نے جواباً کہا کہ تم اپنے پدر بزرگوار کا سر ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور میں تم کو قتل نہیں کروں گا اور حرم رسالت کو کسی غیر کی سپردگی میں مدینہ نہیں بھجوں گا۔ تم اہلحرم کو لے کر جاؤ گے۔ اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اسس کا عون دینے کے لیے تیار ہوں بلکہ مال سے زیادہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرا مال لینا نہیں چاہتا۔ ہمارے مال واسباب میں مقنعہ فاطمہؑ زہراؑ تلوادہ، اور ان کا پیرا ان سے یہ چیزیں ہیں واپس دلا دی جائیں۔ تاکہ دست زہرا سے مس شدہ چیزیں نامحرم کے پاس نہ رہیں۔ پس یزید نے حکم دیا کہ یہ تمام چیزیں جو لوٹ لی گئی تھیں فوراً واپس کی جائیں۔ کیا کچھ واپس ہوا اس کا کسی معتبر کتاب میں تفصیلاً ذکر نہیں ہے البتہ کتب متاخرہ میں ہے کہ جب لوٹ کا مال واپس لایا گیا تو ایک پیرا بن خوں آلودہ تھا جو تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ یہ کہا خیر ہے آپ نے فرمایا خدا قیصا حسینؑ کہ اے یزید یہ حسینؑ مظلوم کا کرتہ ہے جو اخش بن مرہد بلحون نے حضرت کے بدن مبارک سے اتارا تھا یزید نے کہا کہ یہ بوسیدہ اور کہتہ لباس حسینؑ نے کس لیے پہنا تھا۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ بوجہ بوسیدگی لباس کوئی اس لباس کو نہیں اتارے گا۔ اور یہ چاک چاک اس لیے ہے کہ نیزہ و تلوار و تیر سے چھلنی ہو رہا ہے اس وقت جب کہ اہلبیتؑ اہلہمار نے وہ قیصا بن خوں آلودہ

دیکھی تو گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ روایت ہے کہ یہی خون آلودہ قیصا امام حسینؑ بروز عشاء آپ کی سوگوار مال فاطمہؑ زہراؑ کے زیرِ عرش اس کی اور قائمہ عرش کے پاس کھڑی ہو فریاد کریں گی خداوند! میں انصاف چاہتا ہوں۔

یزید کا اہلبیتؑ اہلہمار کو مدینہ جانے کی

اجازت دینا

ابی مخنف مقتل میں لکھتا ہے۔ قال الراوی فاعطاهم ما لا یتکثروا واخلعت علی کل واحد منهم و زاد علیہم من النشاب والجلی والانات بعوض ما اخذ منهم۔ کہ یزید نے ان کو مال کثیر اور لباس ہار و متاع عطا کئے۔ اور حکم دیا کہ شتران خوش رفقار لائے جائیں ان پر کجاہ محلیں سجائی جائیں ان پر پردہ ڈالے جائیں اور رئیس لشکر کو حکم دیا کہ پانچ سو سواران کے ہمراہ کئے جائیں اور پوری عزت و حرمت کے ساتھ اہلبیتؑ کو مدینہ لے جائیں۔ بناہر مشہور نغان بن بشیر انصاری اس حفاظتی دستہ کا قائد مقرر ہوا تھا لیکن کامل السقیفہ میں ہے کہ عمرو بن خالد قرشی رئیس قافلہ تھا۔ یزید نے نغان بن بشیر انصاری کو اس امر کی تاکید کی تھی کہ سید سجاد علی ابن الحسینؑ کو باحفاظت تمام واسائش مدینہ پہنچایا جائے۔ اور اٹھائے راہ اہلبیتؑ طاہرین میں سے کسی محدثہ کو اونٹوں کے تیز رفتاری سے تکلیف نہ پہنچے۔

شیخ مفید اپنی کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام اختلالات

کمل ہو گئے تو یزید نے حضرت سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی اور کہا
 این زیادہ نہاد کو سخت برا کہا اور دست نام دین اس پر لعنت بھیجی کہ ابن مرجانہ
 نے قتل حسینؑ میں عجلت سے کام لیا ہے۔ اگر میں ہوتا تو جو کچھ تمہارے پیروں پر
 فرماتے اس پر عمل کرتا۔ اور میں حسینؑ کو قتل نہ کرتا۔ لیکن میں کروں قدر نے ایسا
 نہ چاہا اب میری آپ سے یہ خواہش ہے کہ مدینہ پہنچ کر جو کچھ حاجت ہو مجھے
 تحریر کریں میں اُسے پورا کروں گا۔ اس وقت حضرت سید سجادؑ پر گریہ طاری ہو
 گیا۔ یزید نے اہلبیتؑ اہلدار کو رخصت کیا کہ مدینہ منورہ واپس جائیں۔

اہلبیتؑ اہلدار کی شام سے مدینہ منورہ واپسی

الشیخ محمد بن ابی طریحی کتاب منتخب فرماتے ہیں کہ فساد القاعد بعد
 وہاں بے قاعدہ تادم ویتاخر منعم تادہ۔ کہ رئیس قافلہ بشیر یا عمر بن خالد نے
 اہلبیتؑ اہلدار کے قافلہ کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ کو ح کا حکم دیا۔
 اہلبیتؑ اہلدار اس شہر شام میں کربلا سے پہنچے ہیں تو یہ حالت تھی کہ۔ ے
 شامیان بستہ بازوئے زینبؑ مکتوم را

لیکن اب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تو پردہ دار محلوں میں سوار تھے۔
 قرشی عورتوں نے روانہ کے وقت الوداع کیا۔ رئیس قافلہ نے شام سے
 براہ راست معروف راستہ سے مدینہ منورہ جانا چاہا مگر اہلبیتؑ اہلدار کی یہ خواہش
 تھی کہ کربلا ہوتے ہوئے واپسی ہو تاکہ پھر ایک مرتبہ زمیں کربلا پر سمنے والوں
 کی قبروں کو جوئے میں لیکن سادہ زیارت قبور شہیدان کربلا ہوئے اہلبیتؑ اہلدار
 نے نعمان بن بشیر انصاری سے التماس کیا کہ ہمیں کربلا کے راستہ سے مدینہ لے

چلے ہم شہیدوں کی قبروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے
 کربلا کی راہ اختیار کی۔ مرحوم السید ہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ جب اہلحرم کا
 قافلہ عراق پہنچا یعنی کوفہ پہنچا تب اہلبیتؑ نے رئیس قافلہ سے کربلا جانے کے
 لیے استدعا کی۔ قال الراوی ولما بلغوا العراق الدلیل مر بنا علی
 طریق کربلا۔ اس خبر سے اور کلام شیخ طبرسیؒ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت
 امام زین العابدینؑ مع اہلبیتؑ اہلدار شام سے اقل کوفہ پہنچے ہیں اور کوفہ سے
 مدینہ روانہ ہو گئے ہیں۔ بہر حال اہلبیتؑ اہلدار کا کربلا پہنچنے کا حال تحریر کیا
 جاتا ہے۔

رؤسوسے کربلا کہ من تو زینبؑ گنگو ہا بسز قبر برادر دارم
 رؤسوسے کربلا کہ من از شعلہ آہ شہدائے بہر مزار علی اکبر دارم

یعنی کہ سیدہ اہلبیتؑ اہلدار زینبؑ خاتون رئیس قافلہ سے کہا کہ یسویئے کربلا
 چلو تاکہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جا کر گنگو کروں کچھ شام کے حالات اسیری
 بیان کروں۔ اور ہمیں کربلا لے چل تاکہ ہم قبر علیؑ پر شمع روشن کر سکیں چنانچہ
 نعمان بن بشیر انصاری نے اہلبیتؑ اہلدار کی فرمائش پر عمل کیا اور راہ کربلا اختیار
 کی۔ سادہ جیسے منزلیں ملے ہو رہی تھیں شوق زیارت قبور شہداء بڑھتا جا رہا
 تھا۔ اہلبیتؑ اہلدار کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ یوں پر آئیں تھیں۔

قال السید فی الدعوت فلما وصلوا موضع المصراع وجدوا۔
 یعنی کہ جیسے قافلہ وارد قتلگاہ سید الشہداء ہوا۔ دیکھا کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری
 موجود ہیں اور ان کے ساتھ سادات بنی ہاشم اور آل رسولؐ بھی ہیں جو سب کے
 سب زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے تھے۔ پس اس وقت

گریہ و لکا کا شور بلند ہوا۔ مخدرات نے اپنے موہنہ پر طلا نیچہ مارے دھینا
کی منائیں بلند ہوئیں گریہ و لکا کا شور آسمان تک پہنچا سے
کربلا یا کربلا یا کربلا! باز گشتہ زینب از شام لا
ای زمین ناپچند روزان جسم پاک ماندہ بی غسل و کفن بروئے خاک
غیر لوگ نیزہ ز قمش را کہ دخت غیر زخم تیر بر حالش کہ سوخت
یعنی کہ اسے کربلا۔ اسے کربلا زینب خستہ جگر اسیری شام سے ہاکر پھر کربلا آئی
ہے اس زمین پر یعنی کربلا کی زمین پر چند روز لاش مطہر امام حسینؑ بے گور و کفن پڑی
رہی سارے زخم بھر گئے ہیں مگر لوگ نیزہ اور تبروں کے زخم تاحال نہیں بھرے
اس وقت اسقدر گریہ بلند ہوا کہ جو بھی تنگاہ میں موجود تھا رو رہا تھا۔ اس وقت
مخدرات حرم نے اونٹوں سے اپنے آپ کو قبور شہداء پر گرادیا تھا۔ اہل حرم زخم
پڑھتے تھے اور تمام لوگ سر و سینہ پیٹ رہے تھے کربلا میں مجلس عزاء امام حسینؑ
پہنچا تھی۔

بیان حال حضرت زینب خاتونِ نوحہ و مریہ حسب ذیل ہے۔

پس از تو جان بیا در چہ رنج ہا کہ کشیدم
چہ شہر ہا کہ نگشتم چہ کو چہ ہا کہ ندیدم
بسخت جانی خود اینقدر بنود گام
کہ نبی تو زندہ ز دشت بلا شام رسیدم!
بروں نمود در آندم چو شمر پیر مہنت را
بتن پر پیچہ غم جامہ ہر زمان بدیدم

زدم بچو بہ محل سداں زنان کہ سرنی
بنوک نیزہ خولی سر جوہا تو دیدم
میان کو چہ و بازار شام پیاد بر منہ
سرا ز خجالت ناخر مال بحیب کشیدم
شدم چو وارد نرم یزید بازوی بستہ
ہزار ضربہ مرگ خود از خدا طلبیدم
دلی بایں ہمہ شاد مانم لے شہ خویان
کہ نقد جان بچمان دادم و غم تو خریدم

ان اشعار میں پہلا شعر جس قدر جذبات غیرت اور یکسوئی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے
ہے عمر بھر رونے کے لیے کافی ہے۔ بیان حال شاعر کہلے کہ حضرت زینبؑ کیس
نے اپنے بھائی کی قبر سے خطاب کیا اسے بھائی حسینؑ تمہارے بعد جو میں نے رنج
اٹھاتے ہیں وہ کیا بیان کروں بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری بہن زینبؑ نے اسیری کی
حالت میں کون کون سا شہر نہیں دیکھا اور کون کون سے کوچوں سے گزر نہیں
ہوا۔ اسے بھائی ہم قیدی تھے ستمگار شہر شہر تمہیں پھراتے رہے تماشائیوں
کا ہجوم تھا اور علی کی بیٹیاں برہنہ سر تھیں۔ معلوم میں سخت جان تمہارے بغیر
کس طرح شام کی بلائی میں زندہ رہی۔

اس وقت جب کہ میں آپ کا سر خولی کے نیزہ پر دیکھتی تو محل پر اپنا سر زخمی
کرتی تھی۔ میں کو چہ و بازار میں برہنہ یا تشہیر کی گئی۔ میرا سر شرم کی وجہ سے جھکا
ہوا تھا۔ جب میں دربار یزید میں لے گئے تو ہمارے شانوں میں ریشمان بندھی
ہوئی تھی۔ اور ناخر مول میں سر جھکا ہوا تھا۔ جب میں دوبار یزید میں پہنچی تو میں نے

فلسے بار بار موت طلب کی مگر میں بے پردگی اور اسیری کی معیشت برداشت کرنے کے لیے زندہ رہی۔ لیکن میرا دل اس بات سے خوش ہے کہ اے شاہ زمیں میں نے اس دنیا میں اپنی جان تیرے غم کے لیے وقف کر دی ہے یہ بات متحقق ہے کہ اہلبیتؑ اہلدار کا قافلہ شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر یا کوئی دوسرا شخص قافلہ سالار تھا یزید نے اہلبیتؑ کی روانگی کے وقت کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا تھا کہ اہلبیتؑ کو عراق لیجائیں اور کوفہ دیکھیں غالباً ایسا اس لیے نہیں کیا گیا کہ عراق میں شیعیان علیؑ زیادہ ہیں اسانہ ہو کہ جب لوگ حضرت سید سجادؑ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو خروج وقتہ بیپانہ ہو۔ بنابرین یزید نے حکم دیا کہ اہلبیتؑ کو مدینہ لیجاؤ۔ پس نعمان ابن بشیر بغیر اذن یزید اہلبیتؑ کو کربلا لے گیا تھا۔ قال السید فی الدعوت قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدلیل مرنا علی طریق کربلا۔ مرحوم سید کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ براہ راست مدینہ پہنچے ہیں اور عراق میں آنا اس سبب سے تھا کہ یہی راستہ عراق ہوتا ہوا مدینہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ راستہ یہ نسبت دوسرے راستوں کے کم تر ہے۔

میں قافلہ جیسا کہ ذکر کیا گیا نعمان بن بشیر انصاری تھا یا کوئی اور دوسرا شخص تھا لیکن کتاب اجتماع میں شیخ طبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؑ قانون کے خطبات اور حضرت سید سجادؑ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس قافلہ جذلم بن شتر الاسدی تھا اس کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ نام شتر بن جذلم تھا۔ لیکن عام ذاکرین ان ناموں کی جگہ بشیر ابن جذلم کہتے ہیں یہ شخص شام سے لے کر مدینہ منورہ پہنچنے تک قافلہ اہلبیتؑ کے ساتھ

رہا ہے۔ اس کے خطبوں کی روشنی میں روایت ہے کہ اہلبیتؑ رسول خدا شام سے واپسی پر کوفہ آئے ہیں اور مرد مال کوفہ نے انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ حضرت سید سجادؑ کی پذیرائی کی ہے مرد و عورت کا ایک آٹھواں اہلبیت کے خیام کے نزدیک رہا اور اقامہ عزرا میں شریک رہا۔

اہلبیتؑ اہلدار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہوتا اور جناب

زینبؑ کا خطاب

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اہلدار اسیر ہو کر شام روانہ ہو گئے تو اہل کوفہ دن رات گریہ و زاری کرتے تھے ادبے چہن رہتے تھے یہاں تک کہ اسیران آل محمدؑ کی شام سے واپسی ہوئی یہ نہیں معلوم کہ کس قدر عرصہ اہلبیتؑ اہلدار اسیری کی حالت میں شام میں رہے۔ لیکن اس قدر ضرور معلوم ہے کہ اہلبیتؑ اہلدار بروز چار شنبہ ۱۶۔ دین ربيع الاول وارد شام ہوئے تھے۔ گریہ نہیں معلوم کہ کس قدر عرصہ قید رہے۔ البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ زندان کی دھوپ اور لٹ کی آؤں سے اسیران کربلا کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے تھے۔ اور چند روز اہل عمر ہندہ زوجہ یزید کی فرمائش پر اس کے محل میں رہے ہیں۔ اور پھر علیحدہ ایک مکان میں رہے تاکہ حسب دستور عزرا امام حسینؑ پر کیا کر سکیں اور پھر مدینہ کے لیے روانگی کی ہے قافلہ اہلبیتؑ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو کس مقام پر منزل یہاں کہ کوفہ پہنچ گئے ان دنوں میں ابن زیاد ملعون کوفہ میں موجود نہ تھا بصرہ یا شام چلا گیا تھا۔ اس نے پچھ ماہ کوفہ میں اور پھر ماہ بصرہ میں

حکومت کی ہے۔ جب اہل کوفہ کو خبر درود اہلبیت علی تو اہل کوفہ گھروں سے روتے ہوئے نکل آئے اس قدر مہل و زمان کوفہ جمع ہوئے کہ کوفہ کے صحرا و بیابان بھر گئے۔ اور بڑے عز و اکرام کے ساتھ اہلبیت سوار یوں سے اترے حضرت زینبؓ نے اس وقت اہل کوفہ کو سخت سرزنش کی اور ان کی بیوفائی پر ان کو شرمندہ کیا۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ قافلہ سالار جہلم بن بشیر تھا۔ مرحوم سید نے اپنی کتاب اللہوف میں نہیں قافلہ کا نام بشیر بن جہلم لکھا ہے اور یہی نام عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ بشیر بن جہلم کہتا ہے کہ جب اہلبیت اطہار کوفہ میں پہنچے ہیں تو زبان کوئی گھروں سے نکل پڑیں اور ماتم حسینؓ میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں مرد و زن نالہ و شیون کر رہے تھے۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہولاء یمکون عینا فمن قتلنا غیرہم یعنی اسے اہل کوفہ آج تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم نے اہلبیت نبوۃ کے سردار کو قتل کیا۔ جو انان ہاشمی کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت حضرت زینبؓ خاتون نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے خطبہ احتجاج کا آغاز کیا۔

حضرت زینبؓ خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں

خطبہ احتجاج

جب امیران اہلبیت اطہار شام سے رہا ہو کر حضرت واحترام دار د کوفہ ہوئے۔ تمام مرد و زن گھروں سے نکل پڑے اور عودات کوفہ کی نظریں پردہ داران حرم رسول خدا پر پڑیں تو یہاں غم امام حسین علیہ السلام میں مدونے گریہ و زاری

بلند ہوئی۔ لوگوں نے اپنے گریبان بھاڑ ڈالے اور وحینہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس وقت جناب زینبؓ خاتون نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے اس مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو خاموش ہو جاؤ۔ حدت الانفس و سکت الاجواس۔ ایسی خاموشی طاری ہوئی گویا کہ سانس عقب میں چلے گئے ہیں اور اونٹوں کے جرس اور بہمہ کی آوازیں بالکل ختم ہو گئیں ہیں آخر کو علیؓ کی دفتر میں ولی کائنات کی بیٹی کے ایک اشارے پر پورا مجمع بالکل خاموش ہو گیا سنائے کا عالم طاری ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار خلیف منبر سلونی کے لب و لہجہ میں خطبہ کا آغاز کیا۔

ثم قالت بعد حمد الله والصلوة على ابي رسول الله ما بعد يا اهل الكوفة واهل الخزي والعذر والحد والسكر الا فلا رقات العبرة ولا هدايات الزمراء فانما مثلکم کالتي نقصت غزلها من بعد قوت انکافا تتخذون ايما نكم وخذل بينكم هل فيكم الا السلف الجلف والشف والکذب وملق الاماء وغنم الاحدا ع کرمی علی ملحدوہ الا ینس ما قدم لکم انفسکم ان سخط الله علیکم۔

یعنی اے اہل کوفہ اے اہل مکروہ و غاہم پر گریہ کرتے ہو ہماری آنکھوں کے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے ہیں تمہارے ظلم و ستم نے ہمارے سینے شق کر دیئے ہیں اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے کہ جو اپنا رشتہ خود باندھتی ہے اور پھر طلاق لے لیتی ہے۔ آزاد ہو جاتی ہے تم نے رشتہ ایوان خود مستحکم کیا اور خود ہی توڑ دیا۔ اور راہ کفر اختیار کی۔ آگاہ ہو کہ تمہارے سینوں میں سوائے بغض

کچھ اور نہیں ہے۔ تمہارے سینوں میں نرمی ایسی ہے جیسے کہ کثیر کا دل نرم ہو کہ جو جلد ہی دشمن پر اتر آئی ہے یا اس گھاس کی مانند ہے کہ جو مزبلہ وغیرہ پر ہوتی ہے۔ اے کوئی تو تم نے آخرت کے لیے ایسا تشہ اختیار کیا ہے جو ہمیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں کام آئے گا۔ اب تکون علی اخی اجل واللہ فابکوا فانکم واللہ احری بالباکوا و ابکوا کثیرا واصحکوا قلیلا فقد بلیتہم بعادہا و بشارہا تو خصوصاً الہدائی تو خصوصاً یعنی کہ میرے بھائی کے قتل ہو جانے کے بعد گریہ و زاری کرتے ہو حالانکہ میرا بھائی اس کا مستحق ہے کہ اس پر گریہ و زاری کی جائے۔ زیادہ رونے کا حکم قرآن میں ہے اور کہ منسنے کی تاکید کی گئی ہے جو گناہ تم نے کیا ہے یعنی فرزند خاتم النبیین کو قتل کیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے قتیل سلیل خاتم النبوة و مہدانا الرسالة و سید شباب اہل الجنة و ملا ذخیرکم و معارف حزبکم و مقدر سلیمکم و مقدر نازل لکم و المرجع الیہ عند مقاتلتکم و نبأ حجتکم و مناد محبتکم الی الساء ما قدمتم لانفسکم ان سخط اللہ علیکم و انتقم فی العذاب خالد و من میرے برادر ذی قدر جگر گوشہ رسول، نور نظر بتول، فرزند حیدر کرار اور روشن کشتہ حجت کو تم نے قتل کر کے اپنے ہاتھ سے کھو دیا رحمت خدا تم سے دور ہوگی۔ اور دائمی عذاب تمہارے لیے مقدر ہو گیا۔ ما ما تذرون لیوم بعثکم فتعسا نعسا و نکسا لقد خاب السعی و قبت الایدی و حشرت الصفۃ و یوتہم بغضب اللہ و ضربت علیکم الذلۃ و اللسکۃ اے کو فیاں بے وقار تمہارے ہاتھ ٹھٹھل ہو جائیں۔ اور تمہاری کوششیں برباد و بے ہول ہوں تمہاری تجارتوں میں خسارہ ہو تو تم پر غضب خدا لازم ہو گیا ہے تم پر ذلت مسلط ہے۔

اتذرون و یلکم ای کبد لرسول اللہ فریتہ و ای عہد نکثتم و ای کرمیۃ لہ ابدتہ و ایۃ حرمتہ لہ ہتکم و ای دم لم سفکتہم لقد جثمت شیاء ارتکاد السموات یقطرون منه و متخشق الارض۔ اے کوئی تو تم نے جگر رسول خدا کو شق کر دیا تم نے ان کے اہلبیت کو برہنہ سرکشیر کیا۔ اور ان کی اولاد کا ناحق خون کیا نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لقد جثمت شوا ما حرقاء صلعاً و عنقا سوا و نقما طلاء الارض ملاء السماء یہ کام جو تم نے انجام دیئے ہیں یعنی کہ اولاد رسول خدا کو قتل کیا ہے احمقانہ ہیں۔ قابل لعن و لعن میں۔ تم نے اپنے گناہوں سے زمین و آسمان بھر دیئے۔ فجعتم ان تمطر السماء دما و لعذاب الاخرة و ہم لا یمنون۔ تعجب ہے کہ تم نے بسط رسول خدا کو قتل کر کے عذاب کر لیا ہے عجیب نہیں کہ آسمان سے خون برے اور تم عذاب آخرہ سے دوچار ہو۔ فلا یستحقنکم السہل فانہ غر و جل لا یحقہ البدار و لا یحشی علیہ قوت ثامرا کلا ان ربک لنا بالمرصاد۔ اے اہل کوفہ تم فخر نہ کرو و غرور نہ کرو تم کو تو خدا نے ہر ملت دی ہے کہ ابھی تم مبتلا عذاب نہیں ہوئے۔ خدا عاجز نہیں ہے جب چاہے عذاب نازل کرے اس کے بعد آپ نے اس حملہ پر خطبہ تمام کیا کہ اے کوئی تو تم آلام ہواور تم نے ایسا سنگین جرم کیا ہے کہ اپنے رسول کی اولاد کو قتل کیا اور نبی زاد یوں کو اسیر کیا۔ اے لوگو رسول خدا کو روز قیامت کیا جواب دو گے۔ اور رسول خدا دیا فرمائیں گے کہ میری اولاد کے ساتھ یہ سفاکانہ برتاؤ کیا۔ کیا یہی میری رسالت کا اجر اور اس کی مزدوری ہے کیا میں نے یہ اجر رسالت قرار دیا تھا کہ تم میری اولاد کو تیغ کرنا اور

الہرم کو اسیر کرنا جب مجھے حضرت زینب خاتون کا خطبہ تمام ہوا تو آپ نے ان لوگوں کی طرف سے رخ مبارک پھیر لیا۔ بشیر ابن جہلم نے کہا خواللہ لقد رایت جہادمی الناس وقد وضعوا یدہم فی افواہہم۔ یعنی خدا کی قسم کہ مرعہاں کو فہ آپ کی تقریر سن کر مثل ابرار ان آنسو بر سار ہے تھے اور پشت دست دانتوں پر رکھ رہے تھے جو ایک قسم کا حیرت کا مظاہرہ ہے ایک مرد بزرگ سن رسیدہ میرے نزدیک کھڑا تھا کہنے لگا۔ بائی انتہ داعی کھولکم خیولکمھول وثبأ بکم خیر الشباب ونسوانکم حیرۃ النساء ونسکم خیر النسل ولا تحزنی ولا تبزنی۔ یعنی میرے مال بپ آپ پر فدا ہوں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حق ہے تمہارے عمر رسیدہ ماہر ترین بزرگان عالم میں تمہارے جوان بہترین جوانان عالم ہیں تمہاری عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے بہتر ہیں تمہاری نسل۔ خاندان عالم ہیں برگزیدہ ہے تم لوگ ہرگز خوار و ذلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کبھی مغلوب ہو سکتے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس شخص کو دیکھا تو گریہ کرتے ہوئے پایا۔ تو آپ نے فرمایا اے پھوپھی اماں پس خطبہ تمام کیجئے۔ انت عالمۃ غیر معلۃ فہمۃ غیور فہمۃ ان البکا والحزن لا یردن ابادۃ الداعی اے پھوپھی جان خدا کا شکر ہے کہ آپ عالمۃ غیر معلۃ ہیں یعنی کہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ دانان میں کوئی آپ کا مقابل نہیں ہے آپ اس قدر دل برداشتہ نہ ہوں پس حضرت زینب خاتون نے بغیر مودام زین العابدین علیہ السلام خطبہ تمام کیا۔ بروایت ابی حنفہ اس وقت وہ مظلومہ خطبہ دے کر بیٹھ گئیں اور بھائی کی یاد میں آنسو برساتی رہیں شیخ طبری کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ ثمر نزل علیہ السلام وضرب فسطاطہ۔

وانزل نساء ودخل الفسطاط یعنی آپ کے خطبہ کے تمام ہونے پر سیدہ سنجاد اپنے مرکب سے اترے اور پھر تمام الہرم اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل خیمہ ہوئے۔ مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ یہ حضرت زینب نے خطبہ کربلا سے کو فہ پہنچے پر دیا ہے یا شام سننے والی پر جب کو فہ پہنچی ہیں تو دیا تھا۔ عبادت شیخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطبہ دوسری مرتبہ کو فہ پہنچنے پر دیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ قال خذ لم شتو الاسدی لما فی علی بن الحنین یعنی کہ خذ لم رئیس تانکہ کتاب ہے اور یہ شخص اس قافلہ کا رئیس تھا اور شام سے بحکم یزید مامور تھا کہ اہلبیت کو احترام و اسائش کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔ اور جب اہلبیت کربلا سے اسیری کی حالت میں کو فہ پہنچے ہیں تو خطبہ دینے کی اجازت و مجال نہ تھی اور آپ کے اس خطبہ کے بعد فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی اہل کو فہ سے خطاب فرمایا ہے۔

جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کو فہ

سے خطاب

مروج سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ زید بن موسیٰ نام روایت کرتا ہے کہ مجھے خبر دی میرے پدر بزرگوار نے کہ جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے کو فہ میں حضرت زینب خاتون کے خطبہ کے بعد اہل کو فہ سے خطاب کیا ہے الحمد للہ عدد الرمل والحصى وزنة العرش الی الثوری احمد داود من بہ واتوکل علیہ واشہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وان اولاد

ذبحو بشتط الفوات بغیر دخل ولا توراب یعنی حمد ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی بعد و ذرات بیابان اور سیکنی عرش تا تحت الثریٰ، اور میں ایمان رکھتی ہوں اور توکل رکھتی ہوں خدائے وعدہ لا شریک لہ پر اور شہادت دیتی ہوں کہ خدا واحد دیکھتا ہے وہی قابل عبادت ہے۔ وہی معصوم حق ہے اور اس کے رسول محمدؐ عربی نبی برحق ہیں۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اولاد رسولؐ خدا نہر قرأت کے کنا بے پیامی شہید ہوئی ہے حالانکہ نہ ان کے ذمہ کوئی مواخذہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی حرم تھا۔ پھر آپؐ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللہم انی اعوذ بک ان احتوی علیک الکذب وان اقول علیک خلاف ما تولت علی نبيک من احد العہود لو صیۃ علی بن ابی طالب المسلوب حقہ المقتول من غیر ذنب کما قتل ولده بالامس فی بیت من بیوت اللہ فیہ معشر مسلمۃ بالستہم یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تیری طرف افتراء سے کام لوں، یا دروغ کو نسبت دوں۔ یا اس کے خلاف زبان کھولوں کہ جو تو نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ پر نازل فرمایا ہے یا اس کے خلاف گفتگو کروں کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا ہے یا یہ امر پوشیدہ رکھوں کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بے جرم و نہطا قتل کیا گیا ہے۔ اور ان کا حق تنصیب کیا گیا ہے اور ان کی اولاد کو قتل کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں نے قتل کیا ہے کہ جو تیرے نبی کے کلمہ گو ہیں۔ نفساً لہ و نسماً ما د فخت عنہ ظلماً فی حیوۃ ولا عند مماتہ حق قبضۃ الیک صحمود النقیہ طیب العربیۃ معروف المناقب مشہور المذاهب یعنی ایسا مسلمان ہونے پر تفس ہے کہ

ان بزرگوں کی حیات میں آنحضرتؐ سے ظلم کو دفع کیا اور نہ ہی حیات و موت کے ہنگام ضرر و نقصان کو دفع کیا۔ حالانکہ ان بزرگوار، اطہر مطہر کو مسلمانوں نے خود طلب کیا اور وہ تمہاری طرف تشریف لائے یعنی کہ امام حسینؑ کو کوفیوں نے طلب کیا اور پھر آپؐ سے انحراف کر لیا۔ لہذا تاخذہ فیک اللہم لومة لائمہ ولا عدل عادل ہذا بتہ یا رب بالاسلام صغیراً و حمدت یا رب منا قبہ کثیراً ولم یزل ناصحاً لک و للدولک حتی قبضۃ الیک زاهداً فی الدنیا غیر علیہا راغباً فی الآخرۃ مجاہداً لک فی سبیلک رضیۃ و ہدیۃ الی صراط مستقیم ما بعد یا اہل الکوفۃ یا اہل المکر و العذر، والحیل فاننا اہل البیت ابتلانا اللہ بکم و ابتلاکم بنا فجعل بلاننا حسناً۔

اے اہل کوفہ! اے اہل مکر و فریب و دغا بدرستی کہ خداوند عالم نے ہم اہلبیتؑ نبوۃ کا امتحان لیا ہے اور ہمیں تمہارے ذریعہ سخت آزمائش میں ڈالا ہے۔ اور ہماری ابتلا کو نیکی قرار دیا ہے۔ وجعل علمہ عندنا فہمہ لدینا فنحن عیبۃ علمہ و دعا فہمہ و حکمۃ و حجتہ علی الارض فی بلادہا لعبادہ اکرمنا اللہ بکرامۃ و فضلنا نبیہ محمد صلی علیہ وسلم من خلق تفضیل خدائے قدوس کے ہم نزدیک ہیں اور خدا ہمارے قریب ہے۔ علم و علم خدا ہمارے ہی گھرنے میں ہے۔ حکمت و فہم ہمارے ہی پاس ہے خداوند عالم نے ہم کو شرف اس طرح عطا کیا ہے کہ محمدؐ عربی ہمارے جد ہیں جو کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں رکن بتدونا و کفر تمونا و را یتیم فتنا لنا حلالا و اموالنا نہبانا ما اولاد متوک و کاسب۔ تم لوگوں نے (یعنی اہل کوفہ نے)

ہماری نگذیب کی ہمیں جھٹلایا ہمیں کافر و خارجی بنالیا ہے۔ ہم کو قتل کرنا جائز سمجھا۔ ہمارے مال و مال غنیمت قرار دیا۔ ہمیں لوٹا اور اسباب کو غارت کیا گویا ان کے نزدیک ہم آل رسول نہیں ہیں۔ بلکہ ترک یا کابل ہیں۔ قتلتہمونا کما قتلتہم جدنا بالامس و سیوفکم نغظہ من دماثنا اهل البیت لحقہ۔ اے اہل کوفہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہمارے یہ علی مرتضیٰ کو تلوار سے شہید کیا قوت لذلک عیونکم و فرحت قلوبکم یعنی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور دل خوش ہو گئے۔ افترا منکم علی اللہ و مکرا مکدکم و اللہ خیر الما کریں۔ تم نے افتراء (ہتان) باندھا اور خدا کے ساتھ مکر کیا لیکن تم جانتا چاہیے کہ خدا ہر ایک مکر کو کاٹ دیتا ہے اور وہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے فلا تدعون انفسکم الی الجدل بما اصابکم من دماثنا و نالت ایدیکم من اموالنا فما اصابنا من المصائب الجلیلة والوزایا العظيمة فی کتاب من قبل ان نبواھا ان ذلک علی اللہ یسیراً۔ اے کوفہ والو خوش نہ ہو اس پر کہ تم نے ہمارا خون کیا ہے ہمارا مال غارت و برباد کیا ہے۔ ہمارے لیے یہ مصائب جو تم نے ہم پر ڈالے ہیں موجب سعادت میں اور خدا نے پہلے ہی سے مقرر فرما دیئے ہیں یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم ان پر صبر کریں۔ لکیلا تا سوا علی ما فاتکم ولا تقر حوا بما آیہم واللہ لا یحب کل مختال فخور تباً لکم فانظروا اللعنة والعذاب وکانما قد حل بکم وتواترت من السماء وفضات فیہمکم بما کنتم و یدیق بعضکم بأس بعض ثم تخلدون فی العذاب الالیم یوم القیمة بما ظلمتہمونا الا لعنة اللہ علی القوم

الظالمین۔

اے لوگو اپنے گزشتہ افعال پر شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔ اور جو کچھ تمہارے ہاتھ لگ گیا اس پر خوش ہو۔ خدا ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھا۔ تم منتظر عذاب نعمت رہو۔ اور غضب الہی کے منتظر رہو۔ بروز قیامت آتش جہنم میں دائمی طور پر رہو گے۔ اندرون آیت ید طاعتنا منکم و آیت نفوس نزعنا الی قتالنا ام بایۃ رجل مسیم الینا تبخون محاربتنا۔ وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ جلتے ہو کہ تم کیسے نیزہ ہم پر چلائے ہیں۔ اور ہمارے قتل پر راضی تھے۔ قست قلوبکم و غلظت اکبادکم وطبع علی افئدتکم و ختم علی سمعکم و بصیرکم و رسولکم الشیطان اھلکم وجعل بصرکم غشاوة وانت لا تھتدون۔ اے اہل کوفہ اب تم جو روتے ہو۔ اس کا کیا فائدہ تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ تمہاری آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ شیطان تم پر مسلط ہے۔ تباً لکم یا اهل الکوفة ای تواتر لرسول اللہ قبلکم و دخولہ لدیکم بما غدرتہم باخیہ علی بن ابی طالب جدی و نبیہ و عترة الطاہرین الاخیار فافتخروا بذلك مفتخرفعال نحن قتلنا علیا و بنی علی بسیوف ہندیۃ و دماح حظیۃ و سبینا نساء ہم سبی ترک و نطحننا ہم فاعی نطاح۔ اے اہل کوفہ کہ تم کقدر عداوت و کینہ رکھتے ہو اور تم نے اسی مکر و غور کی وجہ سے رسول خدا کے بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا۔ اور اب اولاد علی کو ہندی تلواروں سے قتل کیا اور فخر کرتے ہو۔ ان کے الحرم کو قیدی بنایا۔ ایہا القتاتل الکثکت الا ثلب افتخرت بقتل قوم زکاہم اللہ و طرہم و اذہب عنہم الرجس

فاکظم واقعہ کیا افعی ابولہ فاندہ لکل امری ما اکتسب وما قدمت یدہ
تم علی اور اولاد علی کو قتل کر کے فخر کرتے ہو تمہارے موہنہ میں خاک ہو کہ تم
نے ان کو قتل کیا کہ جن کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جو کر قوت تم نے کئے
ہیں وہ سب خدا کے علم میں ہیں۔ اور تم اپنے کیفر کو دار کو پہنچو گے اور احد تمونا
ویلکم علی ما فضلنا اللہ۔ تم پر دائے ہو کہ تم ہماری فضیلتیں دیکھ
کر ہم سے حسد کرتے ہو۔ ذیتا ان جاش دھرا بجوسا فابجوسا ما
یواری الدعاء صا۔ یعنی کیا گناہ ہے کہ اگر درجائے فضل و کرم الہی ہمارے
حق میں بوشن نہ ہوں۔ اور تمہارے لیے دریا خشک ہو جائے یعنی تمہارے
شامل حال فضل خدا نہ ہے تو جب دریا خشک ہو جاتا ہے تو دریائی چیزیں بھی
خشک ہو جاتی ہیں اور نظر آنے لگتی ہیں تمہارے گناہ تمہیں قیامت میں نظر آئیں
گے۔ ذلک فضل اللہ بیوتیہ من یشاء ومن لہ یجعل اللہ لہ نورا فالمن
راوی کہ زید بن موسیٰ تھا کہتا ہے کہ خدا کی قسم جب ان کلمات خطبہ پر جناب
فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا پہنچیں تو جو ان پر سب ڈھلے مار مار کر روئے
تھے۔ فقالوا حسبک یا بنت الطیبین فتلا حق قلوبنا والفتیحة یخرج رانہا جونا
سب لوگوں نے کہا اے پاک و پاکیزہ باپ کی بیٹی یعنی اے دختر حسین ابن علی ہمارے
دلوں کو تم نے گرا دیا۔ ہمارے سینوں میں ترب پیدا کر دی۔ اب ہم آتش حسرت
سے چل رہے ہیں جسکنت پس آپ غموش ہو گئیں۔

حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال السید فی اللہوف وخطبت ام کلثوم منت علی علیہ السلام فی ذلک
الیوم من دہر اکتھار افعہ صوتھا باللسکاء فقالت۔
یعنی کہ سید مہر موم اپنی کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ اسی روز جناب ام کلثوم حضرت
حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے درپس پردہ بلند آواز کر کے
ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا یا اهل الکوفۃ سوتہ لکم ما لکم حد لکم حسینا و
قتلتھوہ وانتھبتم اموالہ وورثتھوہ وسیتم نساہ ویکتموہ۔ اے اہل کوفہ
تمہارا بڑا حال ہو اس سبب سے کہ تم نے اپنے رسولؐ کے نواسہ کو شہید کیا ان
کمال و متاع لوٹ لیا اور غارت کیا۔ ان کی بہنوں۔ بیٹیوں اور حرم کو اسیر بنالیا۔
اور ان کی لاش مہر کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا۔ ختبائکم وکتموہ ویکتموہ
اتقدون ای دوا و صحتکم وای و نراد تحملتم وای دم سفکتہ وای
دم سفکتہ وای کویہ اصبتھو وای صبیہ سلتھو وای اے اہل کوفہ دلے ہو تم پر اور
تمہارے چہروں کو پراٹ ہو کہ تم نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر کس قدر سنگین
کام کیا ہے۔ اور کس قدر وزن گناہ اپنے دوش پر اٹھایا ہے۔ اور کس قدر پاک و
پاکیزہ خون بہایا ہے اور کس قدر عورات مخدرات کو رالایا ہے۔ اور کس قدر پردہ داروں
کے منقہ چھپے ہیں۔ قتلتہم خیر رجالات بعد النبی وتزعت الرحمة من قلوبکم الا ان
حزب اللہ هم الغالبون وحزب الشیطان هم الخاسرون۔

کے بعد اول کو فہرستیں ہیں اور پھر رئیس قافلہ ان کو ان کی خواہش کے مطابق کر بلا لے گیا ہے۔ مولف کتاب ہذا کے والد ماجد اعلیٰ الشہداء مقامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شام سے واپسی پر اہلبیت اطہار پہلے کوفہ اور پھر کوفہ سے کربلا اور بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور مولف کتاب نے بھی اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ بھی سپرد قلم اس کیلئے ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی

پیر کوفہ میں خطبہ دینا

قال الشيخ طبرسي ثم نزل وضرب فسطاط و انزل نسائه و دخل الفسطاط يعني کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام گھوڑے سے اترے اور فدام چاروں طرف گھیرے ہوئے تھے خیمہ جانے کی بجائے پہلے آپ نے محذرات اہلبیت اطہار کو باہتمام خاص سواریوں سے آٹالا۔ اور ان کو خیمہ میں لے گئے بعد ازاں آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اس وقت ایک اڑدھام مرد مال کوفہ تھا اور ایک سید سجاد کی زیارت کے لیے بیٹھیں تھیں۔ اور نوہ وزاری کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ قال جناب بن خروزمی زین العابدین علیہ السلام انی الناس و اوصی الیہم ان اسکتوا و هو قاتل۔ جہلم کہتا ہے کہ حضرت سید سجاد خیمہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ چنانچہ تمام مرد مال کوفہ اور عورتیں سب خاموش ہو گئے حضرت نے کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا محمد بنہ و فقی عیدہ صلی علی نبیہ۔ بعد از حمد و ثنا الہی درود و سلام

پیر رسالت پندہی فرمایا۔ ایہا الناس من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا علی بن الحسین اے اہل کوفہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں حسین شہید کربلا کا بیٹا ہوں علی میرا نام ہے۔ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ حسین کون تھے انا ابن ابی بکر بشط العنات من غیر حل ولا ثراب۔ وہ حسین کہ جنہیں نہ فرات کے کنارے قتل کیا گیا حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا انا ابن من انتہک حریمہ و سلب نعیمہ و انتہب مالہ و سبی عیالہ اے مسلمانوں میرا پدر مسلمان تھا بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ ہے میرے پدر کو لوگوں نے مسلمان بھی نہ سمجھا حالانکہ وہ اصل اسلام تھے۔ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی اور بعد قتل ان کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا لباس بعد شہادت جسم سے اتار لیا گیا انا ابن من قتل صبرا نکفی بذلک فخر۔ اے لوگو میرے پدر بزرگوار کو بے حرمتی کیا ہے اور یہ چیز ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ اے مونین صبر کے ساتھ قتل کرنے کو آنحضرت نے منع فرمایا ہے انسان تو انسان حیوان کو بھی صبر کے ساتھ قتل کرنا منع ہے اور میرے ساتھ قتل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حیوان کو گھیرے میں لے کر اسقہ اس پر سنگ باری کی جائے کہ وہ ترب ترب کر مر جائے اس طرح مارنا گناہ ہے بلکہ حکم ہے کہ اگر جانور کو زخم کر دو تو پہلے اسے سیراب کر لو۔ پیا سازنج نہ کرو۔ میرے پدر بزرگوار پر ابن سعد کی فوج کا ہر سپاہی حملہ کر رہا تھا۔ کوئی تلوار، کوئی تیر، کوئی نیزہ، کوئی سنگ باری کر رہا تھا۔ ایہا الناس انشد کہ ما لله هل تعلمون انکم کبتم الابی و خذ عثمہ۔ اے اہل کوفہ تمہیں خدا کی قسم ہے آگہی حاصل کرو کہ کوفہ والوں نے کس قدر خطوط و صحیح کر میرے پدر عالیقدر کو بلایا تھا۔

اور پھر ان لوگوں نے کرو دغا کی۔ مہطتوہ من انفسکم العهد والميثاق والبعث وقاتلتوہ وخذلقوہ۔ یعنی کہ کوفیوں نے میرے بابا کے ساتھ عہد و میثاق کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور بیعت سے انحراف کیا۔ اور میرے پدر بزرگوار کو ہلا کر قتل کیا۔ فتبا لکم ما قدمتم لافسکم وسوء ما یکم بایۃ عین تنظرون الی رسول اللہ اذ یقول لکم قتلتم عترتی و انتھکتھم حرمتمی فلستم من امتی پس ولئے ہو تم پر کہ تم نے اپنے لیے خود عذاب بہت کیا ہے روز قیامت تم رسول خدا کو کیا موزہ نہ دکھاؤ گے۔ جب رسول خدا تم کو دیکھیں گے اور فرمائیں گے کہ تم نے میری عزت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ان کی حرمت اور تقدیس نہ جانی۔ ان کو قتل کیا۔ میری عزت کی مخدرات کو اسیر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت اہل کوفہ میں گریہ و زاری کا ایک شور برپا ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ افسوس ہم پر کہ ہم ہلاکت میں پڑ گئے۔ جب امام زین العابدین نے لوگوں کو روکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ رحم اللہ اموہ قبل نصیحتی وحفظ وصیتی فی اللہ وفی رسول اللہ وفی اہلبیتہ فان لنا فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی خدا نے تعالیٰ رحمت کرے اور اس شخص کے گناہوں سے درگزر کرے کہ جو میری نصیحت کو سننے میری نصیحت کو حفظ کرے اور اس پر عمل کرے اور حسب فرمان رسول خدا ہمیں دوست رکھے۔ فقالوا یا جامعہم نحن یا بن رسول اللہ سامعون مطیعون۔ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول خدا ہم نے آپ کا خطبہ سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ہم اس کی اطاعت کریں گے آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ ہم آپ کی بیعت نہیں توڑیں گے۔ ہم آپ کی بیعت پر باقی رہیں گے۔ اور ہم آپ کے دشمنوں سے جنگ اور آپ کے دوستوں سے

سلج رکھیں گے۔ سیدم حرم کتاب اللہوت میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول خدا ہمیں حکم کریں۔ لتاخذن یزید وبنوہ ممن ظلمتک و ظلمتہا۔ یعنی کہ ہم یزید کو پکڑیں گے۔ اور آپ کے دشمنوں کو قتل و ہلاک کریں گے۔ ہمیں آپ حکم فرمائیں تو ہم طلب خون کریں گے جو کہ بلا میں بہایا گیا ہے۔ فقال علی بن الحسین ہیما ت ہیما ت ایہا العذراء المکرة حیل بینکم و بین شہوات انفسکم اتزیدون ان تاخذوا الی کما ایہا اباعی من قبل۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا افسوس افسوس یہ سب ظاہری و خیالی باتیں ہیں اے اہل کوفہ تم لوگ ہمیشہ اپنی خواہشات کے تابع رہے ہو۔ ہمارے حق میں تمہارا کیا خیال ہے کیا تم وہی کام کرنا چاہتے ہو جو اباء و اجداد نے کیا ہے۔ کلا و دب الوافضات الی متی فان الجراح لما یندمل من قتل ابی ہاشم و اہل بیتہ معہ۔ یعنی حاشا و کلام یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے میرے دل میں ناسور پڑے گا۔ ہمارے تیس جوانان ہاشمی نہ تیغ ہو گئے ہیں و لہ بینتی شکل رسول اللہ و شکل ابی وقعی ابی وجدی بین مہا قی و مرا سقا بین حنا جری و حلقی و غصصہ تجری فی فراش صدای۔ اے لوگو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے ابھی مصیبت رسول خدا فراموش نہیں کی ہے۔ مصیبت پدر و برادران مانگیزی ہے۔ کتاب لہوف میں ہے کہ رضینا منکم راسا برأس۔ یعنی کہ ہم تم سے سرسرا سنی ہیں بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے۔

قتیل بشط النہر نقسی فدائہ جزاء الذی اوداہ نار جہنم
فلا تغر حوا باہل کوفہ بالذی اصاب حسینا کان ذلک اعظما

میری جان اس مظلوم پر قربان کہ جسے نہر قزاق پر تشنہ لب شہید کیا۔ اس کی جزاکہ حسینؑ کو قتل کیا نارہم ہے۔ لیکن اسے اہل کوفہ تم میرے پدر بزرگوار کو قتل کئے فرحت و خوش نہیں دیکھو گے جانا چاہیے کہ یہ مصیبت عظیم ترین مصیبت سے دامصیتاہ حضرت سید سجاد واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا خطبہ تمام شد۔

تحقیقات اس باب سے میں کیا جاہرا بن عبداللہ انصاریؑ

روز اربعین دار کربلا ہوئے ہیں اور کیا امام زین العابدینؑ

علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟

سید مہم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں لما رجع نساء الحسين وعياله من الشام وبلغوا العراق قالوا للدليل مدينا على طريق كربلاء فوصلوا الى موضع الصرع فوجدوا جابرا بن عبد الله انصاري رحمة الله عليه جابرا بن عبد الله انصاري فرماتے ہیں کہ جب اولاد رسول خدا نے شام سے رہا ہونے کے بعد مدینہ جانے کے لیے مراجعت فرمائی اور منزلیں طے کرتے ہوئے عساق پہنچے یعنی کہ کوفہ وارد ہوئے تو رئیس قافلہ سے کہا کہ ہمیں پہلے کربلا لے چلو تاکہ ہم شہید دل کو الوداع کہہ سکیں۔ رئیس قافلہ۔ اہلبیت اطہار کو لے کر وارد کربلا ہوا۔ جیسے ہی قافلہ کربلا پہنچا اور مقتل امام حسینؑ پر نظر پڑی حضرت سید سجاد علیہ السلام اور تمام مختبرات اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور پارہنہ مقتل میں قدم

رکھا۔ دیکھا کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی قبر کے سرہانے جابر بن عبد اللہ انصاری کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور ان کے ہمراہ آل رسولؐ میں سے کچھ لوگ ہیں جو مدینہ سے بغرض زیارت قبر سید الشہداء آئے ہیں۔ شیخ طریحی نے بھی کتاب منتخب میں اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن یہ تصریح نہیں کی کہ جابر بن عبد اللہ انصاری اہلبیت اطہار بروز چہلم امام مظلوم یعنی ۲۰ صفر ۶۱ھ کو کربلا پہنچے ہیں۔ وہ صفر ۶۱ھ ہجری تھا یا بعدء حالانکہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری ۶۱ھ والے ماہ صفر میں وارد کربلا ہوئے ہیں اور مشرف با زیارت قبر امام حسینؑ ہوئے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ میں جیسے ہی خبر قتل امام حسینؑ پہنچی ہے تو جابر بن عبد اللہ عازم سفر کربلا ہوئے ہیں۔ اہلبیت اطہار کا ماہ صفر ۶۱ھ کو وارد کربلا ہونا خلاف واقعہ ہے کیونکہ کوفہ سے اسیری کی حالت میں روانہ ہو کر شام پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے پھر مدت اسیری کم سے کم ہوتی ہے عرصہ درکار ہے اور اسی طرح مراجعت از شام اور پھر کوفہ میں قیام اور پھر کربلا پہنچنا یہ تمام امور اس واقعہ کی تائید نہیں کرتے کہ اہلبیت اطہار ربائی کے بعد بروز چہلم ۶۱ھ وارد کربلا ہوئے ہیں۔ پس حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری در ۶۱ھ بیسویں ماہ صفر زیارت چہلم آئے ہیں اور اثنائے راہ میں جب کوفہ وارد ہوئے اور قدسے وہاں قیام کیا۔ اور اس وقت کے بعض لوگ بھی زیارت قبر امامؑ کے لیے آئے ہیں حسن اتفاق کہ ان دنوں میں سے کی روز جب کہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری مشغول زیارت قبور شہداء تھے کہ حضرت حجت حق امام زین العابدینؑ علیہ السلام اور پردہ والی قضا مقامتے ہوئے کربلا آئے ہیں اور جناب جابرؑ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اتوی یہ ہے کہ شہادت لام حسینؑ کے دوسرے سال یعنی ۶۲ھ ماہ صفر کی بیسویں کو دوسرے چہلم کے موقع

پر یہ ملاقات بہم ہوئی ہے جیسا کہ عطیہ عوفی کی روایت میں ہے کہ کتاب
بشارت المصطفیٰ الشیعۃ الرضیٰ کہ جو محمد بن ابی القاسم طبری کی تالیفات میں سے
ایک تالیف ہے اعش سے روایت ہے اور اعش نے عطیہ عوفی سے
نقل کیا ہے کہ عطیہ کہتا ہے کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ علیہ
کے ہمراہ بقصد زیارت حضرت ابا عبد اللہ الحسین اپنے گھر سے نکلا۔ فلما
واردنا حکر بلا۔ کہ ہم جیسے ہی کو بلا پہنچے دیکھا کہ اولاً جابر نے نہر فرات
میں غسل کیا۔ آپ کے پاس دو کپڑے تھے ایک ازار اور ایک ردا تھی جس
طرح حاجی لوگ منی میں احرام کے وقت لباس پہنتے ہیں یعنی جامئہ احرام
کی طرح دو لباس تھے۔ چونکہ میرے آقا حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کو
علم تھا کہ زیارت قبر حضرت سید الشہداء زیارت کعبۃ اللہ سے افضل ہے
اللہم ارزقنا۔ کہ خداوند عالم ہمیں زیارت قبرا م حسین کرنا نصیب کرے۔ پس
عطیہ کہتے ہیں کہ آپ نے وہ لباس زیب تن کیا اور خوشبو لگائی اور برہنہ
پاؤں پر قبر مطہر پر آئے اور قبر مبارک پر اپنے آپ کو گرا دیا۔ یعنی کہ مضبوط نہ ہو سکا اور
قبر پر گہرے پڑے بوسہ دیا۔ اور کلمات زیارت اولائے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے
کہ من زار الحسین بکوبلا کمین زار اللہ فی عرشہ۔ یعنی کہ جس نے
کر بلا میں زیارت قبرا م حسین کی اس نے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت عرش پر کی۔
اس حدیث کا واضح سامع یہ ہے کہ مزار سید الشہداء بمثل عرش ہے۔
اور امام کی معرفت و زیارت گویا اللہ کی معرفت و زیارت ہے۔ جابر بن عبد اللہ
انصاری جب قبرا م حسین پر پہنچے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قبر پر گرے اور
غش کر گئے۔ عطیہ کہتا ہے کہ میں نے آپ پر پانی چھڑکا۔ آپ ہوش میں آئے

پھر آپ نے تین مرتبہ یا حسین یا حسین کہا۔ لیکن قبر سے کوئی جواب نہ آیا
تو جابر نے کہا کہ حبیب لا یحب حبیب۔ یعنی کہ دوست۔ دوست کو
جواب نہ دے۔ معذرت کی اور پھر کہا وانی لک بال جواب قد شحطت
اد داجلک علی الشا جلد فوق بین ذلک و داسک اے آقا و مولیٰ میں آپ سے کس طرح
جواب کی توقع کروں آپ کی گردن سے مبارک قطع ہو چکا ہے میں نے تو آپ
کی قبر مبارک کی زیارت کرنی یہ عجب زیارت ہے۔ پھر عرض کیا۔ اشہد انک
ابن خیر النہدین و ابن سید المرسلین و ابن خلیفۃ التقوی۔ یعنی کہ میں گوایں
دیتا ہوں کہ آپ سید الانبیاء کے فرزند ہیں۔ آپ سید المرسلین کے فرزند ہیں۔ آپ
خلیفہ برحق کے نور نظر ہیں آپ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا کے نور نگاہ ہیں۔ پھر آخر
میں آپ نے فرمایا کہ اشہد انک مصیبت علی ما مضی علیہ اخولک یعنی بن ذکویا
عطیہ کہتا ہے کہ جب جابر بن عبد اللہ انصاری نے یہ کلمات اولائے توان کی نظر
قبر مطہر کا طواف کرنے لگی ایسا محسوس ہوا تھا کہ جیسے کوئی کسی گمشدہ چیز کو تلاش
کرتا ہے۔ ہم حال بصرا حول القبور۔ گویا جانتے تھے کہ قبور شہداء رگتے شہیدان
قبر مطہر کے ارد گرد ہے۔ اور مقد علی اکبر۔ امام حسین کی قبر منورہ کے درمیان ہے۔
پس آپ نے ان سب پر درود و سلام بھیجا۔ پھر جب آپ زیارت سے فارغ
ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اب مجھے کوئی پلو ہم نے کونہ کی راہ اختیار کی اور راستہ
میں جابر نے مجھے محبت محمد و آل محمد کی وصیت کی۔ اور آل محمد کی فیصلت کی عادت
راستہ بھر سنا تے رہے یہاں تک کہ ہم کو نہ پہنچ گئے۔ مولف کہتے ہیں کہ اس
روایت میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ جابر نے دران زیارت حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام سے ملاقات کی ہو۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روزاربعین۔

وارد کر بلا ہونا اور اہلیت اہلکار کا ملنا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کا قبر حضرت سید الشہداء و سائر قیوم شہداء
روز اربعین (چہلم) ۱۱۳۸ھ (سال شہادت امام حسین) وار ذکر بلا معنی ہونا صحیح ہے
اور اس تاریخ و سن ۱۱۳۸ھ میں حضرت سید سجاد کا کربلا میں ہونا عمل اشکال ہے
اور امام زین العابدین علیہ السلام سے کربلا میں ملاقات کرنا صحیح ہے مگر مذکورہ تاریخ و
سنہ میں ملاقات واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ حضرت جابر حبیب دوسری مرتبہ زیارت
کائنات کو کتاب مصباح الزائرین پایا جاتا ہے۔ عن کتاب مصباح الزائر۔

مستفیضاً عن عطاء و قال گنت مع جابر بن عبد الله انصارى يوم العشرين
شهر صفر فلما وصلنا الغاصرية اغتسل - عطا کہتا ہے کہ میں جابر بن عبد اللہ
انصاری کے ساتھ زیارت حضرت خاس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے لیے گیا۔ کہ
ہم ماہ صفر ۱۰ھ کی بیسیویں تاریخ کو غاصریہ پہنچے اور ہم نے غسل کیا سپاک دیا کپڑہ
لیاس پہنا۔ اور ہمارے پیاس خوشبو تھی وہ اپنے کپڑوں میں لگائی۔ ہم سردیاری بہت
مقتل پہنچے اور قبر مطہر امام حسین کے نزدیک پہنچے جایز بنے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور
عشق کھا کر گر پڑے۔ چشم بصیرت سے دیکھا تو امام حسین کے جسم مبارک کو ٹکڑے
ٹکڑے پایا۔ قبر امام حسین پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے اور ان کے جذبات غم کو شاعر نے
اسی طرح ادا کیا ہے

ای حسین اے کشتہ شمشیر عشق ای حسین اے بستہ زنجیر عشق

ای حسین اے سماع دعوات
السلام اے نور چشم مصطفیٰ
السلام ائی لولہ دریائی عشق
دہ جواب جابر اے حقِ قدیر
چون توانی داد جابر را جواب
تیغ کیں یریدہ حلق پاک تو
حیف از این حسیک از زبان بہتر است
آن لبانت کز عطش پشمر در بود

شیرازستان ایمان خورده بود

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری کے جذبات کی منظر کشی کا حق شاعر نے ادا کر دیا کہ آپ نے خطاب فرمایا اے حسینؑ اے مقتول تیغ عشق - یعنی کلام حسینؑ دریا ئے عشق الہی میں اس قدر غوطہ زن تھے کہ گلوے مبارک پر خنجر تھا لگے لبوں پر یاد خدا تھی - اسی کو فنا فی اللہ ہونا کہتے ہیں اور یہ عشق کا وہ آخری درجہ ہے کہ جو کسی کو نصیب نہ ہوا - اور اے حسینؑ آپ ہماری دعاؤں کو سننے والے ہیں اور آپ حاجتوں کو بر لانے والے ہیں (بتلانے سے یہ مراد ہے کہ اگر ارادہ حسینؑ شامل دعا ہو جائے وہ کبھی رد نہیں ہوتی خدا پر واجب ہے کہ دعا مستجاب کرے) اے حسینؑ تم نوہم صدفے ہو - اے حسینؑ تمہارا سر پاک پس گردن سے جدا کیا گیا - آپ کا جسم مبارک زیر خاک اور سر مبارک دمشق میں ہے اے حسینؑ، اے کرم گستر جابر کو جواب دیکھ تیغ ظلم سے آپ کا سر بریدہ تن سے جدا کیا گیا - اور تیرا تن صد چاک چاک بغیر سر ہے - افسوس کہ تیرا جسم مبارک سمنان و خنجر سے پارہ پارہ ہے اور تیرے لب پیالہ کی

دیسے پڑمرد ہو گئے اور تو نے پستان ایمان سے دودھ پیاتے یعنی کہ ایمان تجھ سے زندہ ہے اے حسینؑ اللہ کے نزدیک مقرب و برگزیدہ ہے تو اللہ و رسول کا پیار ہے۔

اہلبیتؑ اطہار کا دار و کربلائی معلیٰ ہونا۔

حضرت جابرؓ بھی مشغول گریہ و بکا تھے کہ بروایت مرحوم سید۔ مندرجہ کتاب منتخب کہ اہلبیتؑ اطہار کا تافلہ شام سے کربلا وارد ہوا۔ دیکھا کہ زینبؓ غم رسیدہ قبر برادر پر موجود ہے۔

اے زآندم کہ ز دل نالہ برادر چورہ
بر سر قبر حسینؓ زینبؓ مفسر اند
گفت ای جان برادر زندہ گریہ مجال
تا گویم کہ مرا ہے تو چہ بر سر آمد

یعنی اس وقت دل سے ایک نالہ پر سوز نکلا کہ جسم دیکھا کہ زینبؓ بیکس بھائی کی قبر پر موجود ہے۔ زبان حال سے آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اگر گریہ و زاری سے فرصت ملتی تو میان کرتی کہ تمہارے بغیر زینبؓ پر کیا گزر گئی۔ اے بھیار زینبؓ قید ہو کر دربار ابن زیاد میں گئی و بار بار زید ملعون میں گئی۔ زندان شام میں رہی۔ قید خانہ میں سکیٹہ کو روٹی اور آب پھر تمہاری قبر پر گریہ کناں ہوں۔ اس وقت غاضبہ و کربلا کی صحرائین عورتیں جمع ہو گئیں۔ اور زینبؓ خاتون کے ساتھ گریہ و بکا میں شریک ہوئیں۔ اور سب کا یہ توجہ تھا کہ ہا حسینؓ تمہیں شہر ملعون نے خنجر سے ذبح کیا۔ سرتن سے جدا کیا۔ اس وقت ام کلثومؓ قبر حضرت عباسؓ علیہ السلام پر اتر آئی اسی قبر حضرت علیؓ اکبرؓ پر رو رہی تھی غرض کہ یہ ایک بی بی اپنے اپنے وارث کو یاد کر

کہ توجہ پڑھ رہی تھی۔ میں دن تک اہلبیتؑ اطہار کربلا میں مقیم رہے۔ چوتھے روز مدینہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اس وقت حضرت زینبؓ قبر مبارک سے خطاب فرمایا

برخیز تار و دم برادر کہ خواہرت
تنہا بسوی روضہ رحمنان نمیرود

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ اور زیارت اربعین

شیعہ علماء اعلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زیارت اربعین کے مؤسس یعنی بنیاد ڈالنے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ ہیں اور شیعیان علیؓ مرتضیٰ اس عمل میں آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اس عمل کے بہت زیادہ فضائل ادبے شمار ثواب بیان فرمایا ہے سید نے کتاب الاقتال میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علامہ المؤمن خمس، ماکہ مومن کی علامتیں پانچ ہیں یعنی مومن ان پانچ چیزوں سے پہچانا جاتا ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) نماز کیا دن رکعت پڑھنا۔

(۲) زیارت اربعین پڑھنا۔

(۳) انگشتی دہنے ہاتھ میں پہننا۔

(۴) تقصیر الجبین یعنی پیشانی پر ناک ملنا۔

(۵) نمازیں بسم اللہ یا اوزین پڑھنا۔

ان پانچوں علامتوں میں زیارت بھی شامل ہے پس زیارت اربعین پڑھنا علامت ایمان ہے روز اربعین کے بارے میں اکثر علماء اعلام فرماتے ہیں کہ اہلبیت اطہار قید شام سے رہا ہونے کے بعد اس روز وار دکر بلا ہوئے ہیں اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس روز اہلبیت طاہرین وارد مدینہ ہوئے ہیں۔

علامہ مجلسی نے اپنی ایک کتاب زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ روز اربعین۔

زیارت امام حسین علیہ السلام کا جو کہ زیارت اربعین کے نام سے مشہور و معروف ہے پڑھنا موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اس روز امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلبیت اطہار شام سے کربلا پہنچے ہیں۔ اور سربراہ شہداء ان کے اجسام سے ملحق کیا ہے بنا بریں یہ زیارت بہت زیادہ رکھتی ہے اور اس کے پڑھنے کا زہد ثواب ہے۔ علامہ مجلسی یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد کا روز اربعین (یعنی بیس صفر سالہ) کو وار دکر بلا ہونا بعید ہے یعنی ممکن نہیں ہے اس کی بہت وجوہات ہیں اور یہ کہنا کہ بیس صفر سالہ ہی کو مدینہ وار دہوئے ہیں یہ بات اور بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ مسافت طویلانی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ روز اربعین سالہ امام زین العابدین علیہ السلام شاید با عجزا مات کربلا تشریف لائے ہیں اور سربراہ شہداء مدینہ کے ساتھ ملحق کئے ہیں اس کے بعد علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا با عجزا مات وار دکر بلا ہونے پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری بلکہ با عجزا مات تشریف لانا بعض روایات کے منافی ہے جو میری نگاہ سے گزری ہے۔

الی اخر ما قال رحمۃ اللہ علیہ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری مکرر دفعہ زیارت امام حسین کے لیے کربلا آئے ہیں۔ روز اربعین بھی اور اس موقع پر آپ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ کو امام حسین کا پر سہ دیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کا زیارت قبر امام حسین بروز اربعین کہ ۲۰ صفر حق ہے اور ملاقات عام بھی حق ہے۔

روایت دیگر روز اربعین جابر ابن عبد اللہ انصاری

کے وار دکر بلا ہونے پر

صاحب مخزن البکا تحریر کرتے ہیں کہ اردبیلی آخوند ملا احمد اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے خزانہ میں ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں یہ خبر آب زر سے تحریر تھی جس کا مضمون یہ کہ نبی کریم کی کتاب ہے کہ میں حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری کے ساتھ کربلا میں ملحق روانہ ہوا تاکہ زیارت قبر امام حسین سے مشرف ہوں۔ ہم اذیسویں ماہ صفر کی شب کو کربلا سے ایک منزل کے فاصلہ پر پہنچے۔ میری زوجہ فدیجہ نامی میرے ہمراہ تھی۔ میں وہاں اس کے لیے خیمہ نصب کیا۔ اور میں خود حضرت جابر کے ہمراہ رہا۔ اور ہم ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جابر نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم وار دکر بلا ملحق ہوں گے۔ اور آقائے مظلوم کی قبر مبارک کی زیارت کریں گے مراسم عزا بجالائیں گے۔ ابھی ہماری گفتگو ہو رہی تھی کہ خیمہ سے کہ جس میں میری زوجہ تھی رہنے اور وحینا کی آواز بلند ہوئی۔ میں خیمہ میں گیا میں نے دیکھا کہ میری زوجہ مقنعہ سر سے

اتارے ہوئے وحشیانہ، دامظلوبہ کہہ رہی ہے اور بڑی بے چینی سے رو رہی ہے۔ میں نے اس سے سید گریہ و حالت زار پوچھی تو اس نے کہا اے بیچی بیٹھ جاؤ میں بیان کرتی ہوں یہی کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا۔ زوجہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بھی میں سو گئی تھی کہ خواب میں حضرت خاتونِ جنت بی بی فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ وہ تشریف لائی ہیں سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں بال پریشان ہیں۔ چار ہزار سو رانِ جنت ساتھ ہیں کہ بی بی سیدہ وار و کربلا ہوئیں اور آپ کی نظر قمرام حسین پر پڑی۔ آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا اے میرے نورِ نظر۔ اے شہیدِ ظلم و ستم اے حسینؑ غریب تیری بہن زینبؑ وام کلثومؑ اور نیچے اور اہلِ محرم کہاں ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اے فرزندِ تیرا سر بریدہ کہاں ہے۔ آپ کے اس درد بھرے کلام سے تمام سو رانِ جنت رونے لگیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان حوروں میں ایک بزدل خور بھی ہے جس کا نام طیبہ ہے۔ اس سے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ اے میرے پذیرِ بزرگوار کی قبر پر جلدی جا اور ان سے کہو کہ فاطمہ اس شب قبر حسینؑ پر آئی ہے یہ شب شبِ اربعین ہے صبح کو روزِ اربعین ہے۔ ان سے کہنا کہ بابا جان آپ کی بیٹی آپ کی منتظر ہے کہ آپ تشریف لائیں اور روزِ اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔ اور ایک دوسری خوریہ کو آپ نے نجف بھیجا اور وہی پیغامِ شہادہ نجف کو دیا کہ آئے کربلا، کہ ہم روزِ اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔

یا اسد الرحمن یا شہنہ النجف جزاء وصیرا لل حسین قتیل
ای خفتہ دُر نجف شہ مروان بیابا بہر عزای نور و چشمان خود بیا
یعنی کہ اے شاہِ نجف کربلا آئیے کہ حسینؑ غریب کی عزاء برپا کریں۔ اور ایک تیسری خوریہ کو امام حسنؑ کی قبر پر بھیجا کہ انہیں کربلا لے آئے۔ جب یہ بزرگوار نبیؐ اور علیؑ

اور حسنؑ مقبلاً صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین تشریف لے آئے۔ تو سیدہ عالم نے قبر حسینؑ پر برہن کئے اور گریہ و زاری فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہ مبرکرو۔ علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ اے بنتِ رسول خدا مبرک کے ساتھ گریہ کرو۔ لیکن سیدہ عالم روتے روتے بے ہوش ہو گئیں امام حسنؑ مقبلاً علیہ السلام آپ کو ہوش میں لائے وہ موندہ کہتی ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ لاتعداد مرد و زن جمع ہو گئے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حوریں نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ چونکہ یہ شب شبِ اربعین ہے لہذا یہ سب کے سب بفرخِ زیارت جمع ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب چہرہ دل پر خاک لے ہوئے تھے۔ گریہ و زاری کر رہے تھے اے شیعو اس شب اور اس روز تم بھی جہاں بھی ہو مولیٰ کو بطرف کربلا سلام کرو۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام عیدت یا بن رسول اللہ زینبؑ وام کلثومؑ پر بھی سلام بھیجو۔ پس روزِ اربعین ۲۰ صفر کی تاریخ ہے۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب زیارتِ اربعین

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری اول زائرین یعنی آپ نے بعد شہادتِ امام حسینؑ مدینہ سے کربلا آکر زیارت کربلا کی ہے اور شرفِ زیارت مامل کیا ہے۔ روزِ شہادتِ امام حسینؑ علیہ السلام سے لے کر حضرت جابرؓ کے مشرف بہ زیارت ہونے سے پہلے پہلے بہت سے حضرات نے زیارت کی ہے چنانچہ شیخ جعفر مرہوم کتاب خصال میں فرماتے ہیں کہ اول من زارہ بعد الشہادۃ هو اللہ العلیٰ العظیم۔ کہ بعد شہادت سب سے پہلے خداوند تعالیٰ

نے اپنے عبد خاص حسین فرزند رسولؐ کی زیارت کی۔ اور یہ زیارت میں اس بنا پر ہے کہ خداوند عالم بسیط محض ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے پس خدا ہی چونکہ اول ہے اور وہی آخر ہے پس زیارت کی ابتداء بھی خدا سے ہے اور اختتام بھی خدا پر ہے۔ بعدہ ثم زارہ رسول اللہؐ۔ کہ پھر رسول خداؐ نے زیارت کی۔ پھر علیؑ و فاطمہؑ اور امام حسینؑ نے زیارت کی۔ پھر ان فرشتوں نے زیارت کی کہ جو استغاثہ امام حسینؑ پر نفرت کرنے آئے تھے مگر امام مظلوم نے ان کو اجازت جہاد نہیں دی پس وہ فرشتے بعد شہادت امام حسینؑ سب سے پہلے زیارت قبر مطہر کے لیے آئے۔ پھر ذوالجناح نے زیارت کی کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو ذوالجناح نے خیمہ میں اہلبیتؑ کو خبر کی اور پھر مقتل میں داخل آیا اور دیکھا کہ سر امام حسینؑ بدن اطہر سے جدا ہو چکا ہے زیارت کی اور طواف کرنے لگا۔ جنات نے بھی زیارت امام حسینؑ کی ہے۔ ان کے نوے و مرتبہ کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور روز عاشوراء محرم جب منادی نے کہا قتل الحسینؑ بکربلاء تو اہلحرم جناب زینبؑ خاتون کے ہمراہ متقل آئے اور زیارت امام حسینؑ علیہ السلام کی اور جناب زینبؑ آداب زیارت بجا لائیں اور اول اپنے نانا کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ صلی علیک ملیک السماء و هذا حسینک مودل بالذی ما دمقطع الا عصباء مسلوب العمامۃ والرداء۔ نانا آپ کی نماز جنازہ تو ملا نہ کہ نے بھی پڑھی۔ لیکن کربلاء میں جلتی ہوئی خاک پر خاک و خون میں غلطان بے گور و کنی لاش حسینؑ پڑی ہے۔ یہ بیکس حسینؑ کی زیارت کرنے آئی ہے حسینؑ خاک و خون میں غلطان میں۔ اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں لوگ غلام اور ردا لوث کرے گئے ہیں اور زائرین کو یعنی کہ ہم بیکس بے وارثوں کو لشکر عمر ابن سعدؓ نے تازیانے مارا کہ زیارت سے روکا ہے۔ بہر حال اولاد

جناب آدمؑ میں دور شہر سے زیارت کے لیے کربلاء وارد ہوئے طالوں میں جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ گئے سبقت لے گئے۔ گویا رسم زیارت جناب جابرؓ نے قائم کی ہے۔ اسے شیعوں میں جگہ بھی ہو دور ہوں یا نزدیکی۔ کربلاء کی طرف رخ کر کے زیارت سید الشہداء علیہ السلام پڑھا کر و تاکہ تمہارا شمار زائران امام حسینؑ علیہ السلام میں ہو۔

شیحان علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہر دور میں زیارت کے لیے کربلاء معلیٰ ملتے رہے ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن بنی امیہ اور بنی عباس دونوں نے اہلبیتؑ اہلدار پر ظلم کئے۔ بنی امیہ نے خالوادہؑ رسالتک کو تباہ و برباد کیا امام حسینؑ اور ان کے عزیز و انصار کو قتل کیا اہلحرم کو اسیر کیا سیدہ سجادہؑ امام عصر کو طوق و زنجیر پہنائی تو بنی عباس نے بھی کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔ بنی عباس میں متوکل ملعون نے قبر امام حسینؑ علیہ السلام کا نشان مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مزار اقدس پر مل چلے۔ مگر حیوان امام کی حرمت جانتے تھے قبر پر اگر ٹھہر جاتے خواہ کتنا ہی ان کو مارا پیٹا جاتا مگر وہ ایک قدم بھی اگے نہیں بڑھتے تھے متوکل نے تہر سے پانی قبر مبارک کی طرف جاری کیا مگر قبر مبارک بیچ میں اور پانی چاروں طرف احاطہ کئے ہوئے تھا۔ قبر محفوظ رہی۔ بنی امیہ اور بنی عباس دونوں ہی آل رسولؐ کے دشمن رہے۔ بنی امیہ نے تیغ کے ذریعہ ان کو مٹایا اور بنی عباس نے قبور مبارک کے نشان مٹا کر ان کو ختم کرنا چاہا۔ مگر آل رسولؐ نور خدا میں اور نور خدا ہوئے دین یعنی انسانی کوششوں سے نہیں بجھ سکتا۔ جس چراغ کو خدا روشن کرے وہ کب بجھ سکتا ہے زیارت قبر حسینؑ زندہ باد۔ کربلاء پائندہ باد۔

حکایت ابراہیم دیرج

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم دیرج کتبہ ہے کہ متوکل نے مجھے حکم دیا کہ کچھ غلاموں اور خادموں کو ہمراہ لے جا کر قبر حسین ابن علیؑ کی طرف کرو اور زمین بیلوں سے جوت کر زراعت کرو۔ اور ایک نامہ جعفر بن عمار کو لکھا کہ میں ابراہیم دیرج کو کر بلا بھیج رہا ہوں کہ وہ قبر حسین ابن علیؑ پر پہل چلائے۔ جعفر بن عمار کر بلا کی بستی میں قاضی تھا۔ اس کو جب نامہ ملا تو اس نے میرے لیے زراعتی انتظام کو دیا۔ ابراہیم دیرج کتبہ ہے کہ میں نے کر بلا پہنچ کر قبر امام حسین علیہ السلام کو کھودوں۔ چنانچہ میں نے مزدوروں کے ساتھ قبر امام حسینؑ کو کھودا تو اس قبر میں کچھ نہ ملا۔ یعنی جسد امام حسینؑ وہاں نہیں تھا بلکہ قرض خالی تھی وہ کہتا ہے کہ میں قاضی جعفر بن عمار کے پاس گیا اس کے استفسار پر سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ قبر زیادہ گہری کھودو۔ میں واپس آیا اور بہت زیادہ گہری زمین کھودی مگر لاش مبارک نہیں ملی۔ قاضی جعفر نے متوکل کو خط لکھا اور واقعہ سے مطلع کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ قبر مظہر پر پانی رواں کیا گیا مگر پانی قبر مبارک کے چاروں طرف طواف کرنے لگا اور قبر محفوظ رہی۔ ابو علی غامی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے تنہائی میں سوال کیا کہ کر بلا پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ حقیقت حال سے مطلع کرو کہ تم نے وہاں کیا کیا اور کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے ایک غامی غلام کے ہمراہ قبر مبارک پر پہنچا۔ قبر کو تسکا فتنہ کیا۔ ایک تازہ یوریا (پٹائی) دیکھا کہ وہ قبر میں پڑا تھا۔ اور جسد مبارک یعنی جسم امام حسینؑ اس جڑائی پر رکھا

تھا ایسا معلوم ہوا تھا کہ آپ سورہے ہیں خواتمہ وجدت راحة المسک۔ بخدا مشک سے بھی بہتر خوشبو اگر ہی تھی۔ میں نے صرف اس بوریئے اور جسد مبارک پر نظر ڈالی اچانک تھ نہیں لگایا۔ قبر کو بند کیا اور اس کے بعد حضرت کی قبر کے ارد گرد ہل چلانے شروع کئے۔ ہر چند کوشش کی مگر بیل قبر مبارک سے پاس جا کر ٹھہر جاتے اور پھر آگے نہیں بڑھتے تھے حتیٰ کہ میں نے ان کو بہت زور و کوب کیا مگر بیل ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ میں غلاموں سے کہا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا ورنہ متوکل ہمیں قتل کر دے گا کتاب امالی میں مرقوم ہے کہ ابی عبد اللہ با قضا فی کہتا ہے کہ عبد اللہ بن یحییٰ خاقان نے کہ میں ہارون معری کے جو متوکل کے سرداروں اور امیروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کا گاشتر بنوں۔ ہارون معری کا بدن گورا تھا مگر اس کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ نہایت سیاہ تھا۔ اور ہمہ وقت اس کے موہنہ سے بدبو آتی تھی اور سیپ ٹیکتی تھی۔ جب میں اس کا مقرب ہو گیا تو میں نے سوال کیا کہ تمہارے جسم کے بعض حصہ بالکل سیاہ اور موہنہ سے بدبو آتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ پھر میں نے اس کے سامنے عہد کیا کہ میں اس واقعہ کو پوشیدہ رکھوں گا۔ تو اس نے مزید کہا کہ متوکل نے ابراہیم دیرج کے ہمراہ بھیجا تھا کہ کر بلا جا کر قبر امام حسینؑ علیہ السلام کو تسکا فتنہ کروں۔ اور اس میں پانی بھر دوں جب میں نے چاہا کہ کر بلا روانہ ہوں تو میں نے شب میں خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا فرماتے ہیں کہ اے ابو عبد اللہ۔ ابراہیم دیرج کے ہمراہ قبر حسین پر نہ جانا۔ اور جس کام کے لیے تجھے مقرر کیا ہے اس پر عمل نہ کرنا جب صبح ہوتی اور مجھے اپنے ساتھ لیجانے کے لیے ابراہیم دیرج نے لا لہجہ وغیرہ دیا تو میں کر بلا جانے کے لیے تیار ہو گیا اور کر بلا پہنچ کر قبر امام حسینؑ کو تسکا فتنہ کیا

اور چلا کہ متوکل کی فرمائش پورا کر دوں۔ کہ رات ہو گئی میرے پھر حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے تجھ سے نہ کیا تھا کہ قبر حسین کو غارت نہ کرنا۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا یہ فرما کر آنحضرت نے ایک طابخ موہنہ پر مارا۔ اور تھوک دیا۔ اس رات سے اب تک چہرہ سیاہ رہے اور بدبو آتی ہے اور پیپ آتی ہے۔ اسی کتاب امالی میں یہ بھی مسطور ہے کہ فضل بن محمد بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ کہ کہا میں ابراہیم دیرج کے پڑوس میں رہتا تھا ابراہیم دیرج برمن موت مبتلا ہوا تو میں اس کی عیادت کو گیا اس وقت اس کے پاس ایک طبیب بیٹھا تھا میں نے دیرج سے سوال کیا کہ کیا حال ہے اور تم کو کیا ہو گیا ہے۔ ابراہیم دیرج نے بوجہ موجودگی طبیب اس وقت کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں طبیب نکلا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے متوکل نے حکم دیا کہ کر بلا جا کر قرام حسین علیہ السلام کو گناہ کر دوں۔ جسد مطہر کو باہر نکالوں اور قبر میں پانی چھڑ دوں۔ اور قبر پر ہل چلا دوں تاکہ نشان قبر مبارک مٹ جائے۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں کر بلا گیا اور بہت سے غلام اور خادم اور بیلچہ وغیرہ لے گیا کہ قبر مبارک کو کھودوں اور متوکل کی فرمائش پر عمل کروں۔ میں کر بلا پہنچا تو رات ہو گئی تھی لیکن میں نے مزدوروں سے کام لیا اور ان کو قبر کھودنے پر مامور کیا اور کہا کہ اس کے بعد ہل چلا دوں۔ اور ختم دانی کریں۔ میں چونکہ سفر کی وجہ سے تھکا ہوا تھا کہ رات کو مینہ آگئی۔ ناگاہ میرے کان میں شور و غل کی آواز آئی۔ غلاموں نے مجھے جگا دیا میں نے ان سے کہا اے تمہیں کیا ہو گیا۔ انہوں نے کہا ایک ایسا امر عجیب ظاہر ہوا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا واقعہ عجیب و غریب نہ ہوگا۔ غلام کہتے ہیں کہ ایک گروہ قرام حسین علیہ السلام اور کنان متوکل کے درمیان ظاہر ہوا اور لوگ ہمیں قبر مبارک کے پاس

جانے نے منع کرتے ہیں روکتے ہیں اور تیرماتے ہیں۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ ایک گروہ فی الواقع موجود ہے میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو۔ میرے غلاموں میں سے جس نے بھی تیران کی طرف پھینکا وہ تیر پلٹ کر غلام کے آگیا۔ اور وہیں وہ غلام بد انجام مر گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے دہشت طاری ہو گئی اور بخار ہو گیا جواب تک باقی ہے۔ میں نے اس وقت قبر مبارک سے تمام اسباب غارت گری اٹھالیا۔ اور اپنا قتل ہونا اور متوکل کے حکم کی مخالفت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے کہا کہ اب تم متوکل کے شر سے بالکل محفوظ ہو۔ کیونکہ کل شب با عانت منقصر۔ متوکل مارا گیا اور فی اللہ ہو گیا ہے۔ دیرج نے کہا کہ میں اپنے بدن میں ایک ایسی حالت پاتا ہوں کہ زندگی کی امید نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابراہیم دیرج حاصل جہنم ہو گیا ہے۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ وہ گروہ کہ جو قرام حسین اور کارکنان متوکل کے درمیان ظاہر ہوا از قسم اجنہ تھا۔ یا ملائکہ تھے کہ جو تیرام حسین کی مخالفت کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اجنہ ہوں کیونکہ زعفرجن کا تصرف کے لیے استغاثہ امام حسین پر آٹا ثابت ہے مگر امام حسین علیہ السلام نے نصرت کرنے سے روک دیا۔ اب زعفرجن نے اپنی فوج بھیج دی کہ جاؤ اور حفاظت قرام مظلوم کرو۔ یا ملائکہ کہ جو نصرت کے لیے نازل ہوئے تھے مگر امام حسین نے ان کو بھی اجازت جہاد نہ دی پس بعد ملائکہ حفاظت قبر مطہر کے لیے آئے ہیں۔

زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ

کربلا جانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ متوکل ملعون نے اپنے غلاموں کو کربلا روانہ کیا کہ وہ قبر مطہر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو شکافہ کر کے نہر علقمہ سے پانی کاٹ کر محو کر دیں۔ اور کس کو زیارت قبر مزار کے لیے نہ جانے دیں یہ خبر زید مجنون کو بھی ہو گئی کہ متوکل قبر امام حسینؑ کے نشان کو مٹانا چاہتا ہے۔ زید مجنون دراصل صاحب عقل و فراست تھے ان کا دیوانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن حقوق آل محمدؑ کی اشاعت اس طرح کرتے تھے۔ کہ لوگ ان پر دیوانگی کا شبہ کرتے تھے۔ زید مجنون ان دنوں مسر میں تھے۔ وہاں سے بعزم زیارت قبر امام حسینؑ علیہ السلام عازم سفر کربلا معلیٰ ہوئے۔ اور بعد طے منازل کو قہ پہنچے تو وہاں بہلول دانا کو دیکھا۔ زید مجنون بھی عقل و بصیرت رکھتے تھے جسم بصیرت سے دیکھ کر بہلول کو پہچان لیا اور بہلول نے کہا کہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ تم نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ زید نے کہا کہ ارطاح کو آپس میں ربط و محبت ہے عالم ارطاح میں جو لوگ ایک دوسرے سے دوستی کر چکے ہیں وہ دنیا میں بھی کسی نہ کسی عنوان پہچان لیتے ہیں۔ بہلول نے سوال کیا کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو۔ تمہارے پاس نہ زادواہ ہے اور نہ مرکب زید مجنون نے سن کر کہا کہ مجھے اس امر کی خبر ملی کہ متوکل شقی قبر امام حسینؑ کا نشان مٹانا چاہتا ہے اور اس نے اس کام کے لیے اپنے غلام کربلا بھیجے ہیں مجھے اس خبر نے انتہائی بے چین کر دیا ہے۔

۴ گھر میں لگتا نہیں صحرا میں گھر آتا ہے دل

آخر کا محبت حسینؑ میں عازم سفر ہوا اور یہاں تم سے ملاقات ہو گئی بہلول نے کہا اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں دونوں کو قہ سے روانہ ہوئے اور وارد کربلا ہوئے جب مقتل میں پہنچے دیکھا کہ قبر امام حسینؑ کے چاروں طرف پانی بھرا ہوا ہے مگر قبر امام حسینؑ علیہ السلام بالکل محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی اس خیال سے پانی پانی ہو گیا کہ حسینؑ شہ لب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پانی طواف کرنے لگا۔ اور حائر کے اندر ایک بوند تک نہیں گئی۔ اور قبر مبارک اس پانی میں بلند نظر آتی تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے اس طرح قبر مطہر کے گردا گرد پانی تھا جب زید مجنون اور بہلول نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا تو کہنے لگے۔ یَزِيدُ وَنَ بَطْنُ نُوْرٍ اَللّٰہِ بِاَفْوَ اِھِمْ وَاِیَّابِی اللّٰہُ اَلَا اَنْ تَبْتَخَّرَ نُوْرًا وَاَوْ کَرِکَ اَنْکَا فَرِوْنَ ۔ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے مومنہ سے بھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ ماننا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر ہی کے رہے۔ اگرچہ کفار پر گراں گذرے۔ پس زید مجنون اور بہلول دانا کے یقین میں اور بھی زیادہ پختگی پیدا ہو گئی۔ اور متوکل کا غلام کہ جو قبر امام حسینؑ کو مٹانے کے لیے کو نشان تھا اس کی نظر زید مجنون اور بہلول پر پڑی اس نے دریافت کیا اسے شیخ کہاں سے آئے ہو۔ زید مجنون نے کہا کہ مصر سے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس لیے کہ متوکل کا حکم ہے کہ جو شخص قبر حسینؑ کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور مجھے اس درد نے یہاں پہنچایا ہے کہ متوکل قبر فرزند رسولؐ خدا مٹانا چاہتا ہے۔ پس وہ غلام زید کے قدموں پر گر پڑا کیونکہ وہ نشان قبر مٹانے سے عاجز ہو گیا تھا۔

اور کہنے لگا کہ مدلوں سے قبر مبارک کو شانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس وقت زید مجنوں نے یہ اشعار پڑھے۔

تالله ان كانت امية قد انتت قتل ابن بنت نبيها مظلوماً
فلقد اتاه بنو امية بمثل هذا العمرك قبره مهده ومكا
اسفوا ان لا يكونوا شادكوا في قتله فليبتقوه ربيماً
یعنی کہ اگر بنی امیہ نے اولاد فاطمہؑ کو بے گناہ قتل کیا تو اولاد عباسؑ نے باوجودیکہ پدری قربت ہونے کے اولاد فاطمہؑ کی قبروں کو شانے کی کوشش کی ہیں۔ وہ غلام بولا کہ اے شیخ آپ کی برکت سے میں نے ہدایت پائی اور میں اپنے گزشتہ کئے پر پچھتا رہا ہوں اور توبہ کرتا ہوں متوکلؑ خواجہ مجھے قتل کرادے یا لگ میں جلا دے میں اس سے سارا حال ضرور بیان کروں گا چنانچہ وہ مردوں متوکلؑ کے پاس گیا اور سارے واقعات کہلات و معجزات اس سے بیان کیا متوکلؑ ملعون غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کے پیروں میں ریمان باندھ کر بازاروں میں کھینچا گیا۔ اور پھر اس کو سولی پر لٹکایا گیا جب زید مجنوں کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو زید مجنوں سامرہ (سُمرین راسے) گئے اور اس لاش کو اٹھالائے غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا۔ اور میں دن تک اس کی قبر پر تلاوت قرآن مجید کی۔ جب میسران ہوا تو بہت زیادہ مدائے گریہ و بکا سنی اور بہت مرد و عورت دیکھے کہ جو بال پریشان کئے ہوئے تھے چہروں پر سیاہی ملے جنک کے ساتھ ساتھ ہیں زید کو یہ خیال ہوا کہ شاید متوکلؑ مر گیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک کنیز جو اس کو بہت عزیز جمعی مر گئی اور اس کا جنازہ اس دھوم سے اٹھایا گیا کہ زید نے یہ سن کر بلاد کی طرف رخ

کیا اور کہا واسرہ تہا نعش مبارک حسینؑ تین دن تک بغیر گور و کفن پڑی رہی۔ اور اس کنیز کو اسقدر اقسام سے دفن کیا گیا ہے پس زید مجنوں نے کربلا کی طرف رخ کر کے فریاد کی واسرہ تہا فرزند رسولؐ کی نعش مبارک تین دن تک بے گور و کفن خاک و غولی میں غلطان پڑ رہی۔ اور اس کنیز جثہ کے مرنے پر اسقدر اہتمام دفن اور اسقدر گریہ و بکا۔ پس زید مجنوں نے اس بارے میں اشعار نظم کئے۔ اور ایک غلام کے ذریعہ متوکلؑ کو بھیجے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ایحوت بالطف قبر الحسين ویم قبر بنی الذانیة
عد الزمان بهم قد يعود ویاتی بدولتهم ثانیة
اللعن الله اهل الفساد ومن یا من الدنیة الفانیة

ماحصل یہ ہے کہ قیر فرزند فاطمہؑ زہراؑ تو مثالی بائے اور اس کنیز زانیہ کی قبر بنائی گئی اور اہل فساد پر لعنت بھیجی۔ جب یہ اشعار متوکلؑ کی نظر سے گزرے تو بہت غصناک ہوا۔ اور زید مجنوں کو بلا کر بہت ڈرایا دھمکیا۔ زید نے اس کو بہت نصیحتیں کیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا متوکلؑ نے زید سے کہا کہ تم ابو تراب کی مدح کرتے ہو اس نے کہا کہ ابو تراب کی مدح تو رسولؐ خدا نے کی ہے اور ابو ترابؑ کی مدح قرآن کو تا ہے۔ لیکن متوکلؑ نے زید کو زندان میں بھیج دیا جب رات ہوئی تو اس ملعون نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کے سر پر کھڑا ہے۔ اور متوکلؑ کو لات مار کر کہا اٹھ اور زید کو قید سے رہا کر ورنہ میں تجھے ابھی قتل کر دوں گا۔ پس وہ شقی خواب سے بیدار ہوا اور زید کو زندان سے بلایا اور خلعت و انعام دے کر کہا کہ جو تمہاری حاجت ہے کہ تو مجھے اجازت دے کہ

قبر امام حسین پر عمارت بنادوں اور توان کے زائرین زیارت سے منع نہ کر۔
موقوف نہ کیا اچھا میں نے اجازت دی پس پس زید خوشحال اور نہایت مسرور
ساواں باہر آئے اور شہر میں ندا کرتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ وہ زیارت قبر
امام حسین کو جائے وہ امان میں ہے۔

زید مجنوں کے تاثرات کو شاعر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے

بر مشام میرے غم ہر لحظہ بولے کر بلا

درو لم ماند است یاراں آرزوی کر بلا

تشتہ آب فرات لے اہل ہملت بد

تا بگیرم در بقل قبر شہید کر بلا

یعنی کہ میرے غم میں ہر لحظہ بولے کر بلا آتی ہے یعنی میرا دماغ خوشبو لے کر بلا
سے بے ہوا اور اے دوستو میرے دل میں آرزوی زیارت کر بلا ہے۔ میں تشنہ
آب فرات ہوں لے اہل مجھے اتنی ہملت دے کہ میں قبر مطہر امام حسین علیہ السلام
کو اپنی آغوش میں سکوں۔ پس اگر اے شیعوں تمہارے دل میں جذبہ زیارت
روحہ امام حسین علیہ السلام ہے تو انشاء اللہ زیارت نصیب ہوگی ورنہ بعد مردن
روح بکر بلا پرواز کرے گی۔ اس آرزو میں سید الشہداء کو سلام کرو والسلام علی البدن
السیب۔

اہلبیتؑ اہل ہمار کی وطن کو بازگشت

قال السيد في اللصوف ثم انفصلوا من كربلاء إلى المدينة الخ
یعنی سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ شام سے اہلبیتؑ اہل ہمار وار و کر بلا علی

ہوئے اور پھر چند روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ بازگشت کی۔ لیکن اہلبیت
اہل ہمار کا یہ عالم تھا کہ جب مدینہ جانے کا تصور کرتے کبھی دربار ابن زیاد ملعون میں
جانایا داتا اور کبھی دربار یزید ملعون میں جانے کا تصور پیش نظر ہوتا اور خجالت محسوس
ہوتی کہ وطن میں کیوں کر موبہ نہ دکھلائیں گے۔ زبان مدینہ سوال کریں گی کہ زینبؑ،
یہ شانوں میں رس کے نشان کیسے ہیں۔ زینبؑ تم حسینؑ کو کر بلا چھوڑ کر آئی ہو۔
تو میں کیا جواب دوں گی۔ یہ تصور ساتھ ساتھ ہمسفر تھا جیسے مدینہ نزدیک ہو
رہا تھا زینبؑ قاتون کا انتظار پر مہارہا تھا کہ مدینہ کے آثار نظر آنے لگے اس
وقت جناب ام کلثومؑ نے اپنے جد نامدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
اپنی اسیری و بربادی کو اس طرح ظاہر کیا کہ مدینہ سے خطاب کیا ہے

مدینۃ جدنا لا تقبلینا

فبالحسرات والاحزان جئنا

الاخیر رسول اللہ ع

بانا قد فجعنا فی انحنانا

وانما جئنا بالطف صرعی

بلاد اس وقد ذبحوا البنینا

یعنی اے ہمارے جد نامدار، رسول مختار، صاحب لو لاک کے مدینہ آج ہم

بیکسوں اور غم زدوں پر یہ احساس کر کہ ہمیں اندر آنے کو قبول نہ کر۔ کہ ہم یہاں

حسرت و یاس کے ساتھ آئے ہیں۔ مقام انصاف ہے کہ ہمیں مدینہ میں داخل

ہونا کیوں گوارا ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ جب مدینہ سے نکلے میں تو سارا کینہ ہمارے

ساتھ اٹھا ہوا بنی ہاشم، فلک اہلبیت کے چاند رستائے تھے اور آج جب

کہ ہم مدینہ واپس آئے ہیں تو داسر تانہ اکثر ہے نہ قاسم ہیں اور نہ عباس ہیں۔

اے مدینہ رسول اللہؐ اپنے صاحب کو خبر کر دو۔ کہ یا رسول اللہؐ آپ کی بیٹیاں

بحالت زار واپس آئی ہیں سائے نانا کے شہر ہمارے نانا کو خبر کر دو کہ زینبؑ ام کلثومؑ

بھائی کو خاک کر بلا میں سلا کر آئی ہیں۔ کربلا آیا دھو گئی اور مدینہ تاراج ہو گیا نہ فرات کے کنارے ہمارے ساتھ جو ان مائے گئے۔ ان کے سر بدنوں سے جدا کر دیئے گئے اور ہماری اولاد کو ذبح کر ڈالا۔ اب سوائے بیمار و ناتوان سید سجاد کوئی اہل بقی نہیں ہے۔

جناب زینب نے بزبان حال یہ مرتبہ پڑھا ہے

ای مدینہ خلم از تو قبوم منما
خلم از بہر خد از تو رسول منما
این نگوی تو کہ زینب ز کجایا می
با حسین رفتی و تنہا تو چرامی
از من زار پرستی کہ غلی اکبر کو
قاسم و حضرت عباس و علی اصغر کو

یعنی کہ مدینہ میں شرمندہ ہوں تو مجھے قبول نہ کر اور بہر قدلی مجھے رسول خدا کے پاس مت آنے دے اے مدینہ یہ نہ کہنا کہ زینب تو کہاں سے آئی ہے تو بغیر بھائی کے حسین کو چھوڑ کر آئی ہے

خروجنا منک بالاہلین جبنا
جبنا لا رجال ولا بنینا

یعنی کہ وقت کو خراج ہمارا اور اہل خانہ ہمارے ساتھ مدینہ سے نکلا ہے اور آج میں مدینہ میں آئی ہوں تو نہ ہمارے بھائی میں اور نہ اولاد ہے ہمیں یہی خجالت کاٹی ہے کہ اٹھارہ بھائیوں والی بہن۔ کیسی شہزادی تھی اور آج بیکسی کے عالم میں تنہا آئی ہے

و مولینا الحسین لنا انیس!

رجعلنا والحسین بہ رعیتنا!

بایراد رفتہ بے برادر آدم

تاج بر سر رفتہ بودم خاک بر سر کدم

اے مدینہ۔ میں بھائیوں کو لے کر گئی تھی۔ اور اب بھائیوں کو کھو کر آئی ہوں مدینہ سے نکلتے ہوئے زینب کے سر تاج فخر و عزت تھا اور اب واپسی پر خاک پڑتی ہے۔ اب ہم رو تے پیٹے اور نوہ کمال آئے ہیں۔ داحیناہ و احیناہ۔

بساط سخن۔ در فتح مکہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سفر سے وطن کی طرف بازگشت موجب فرحت و سرور ہوتی ہے۔ اور یہ نظرت کا اہل فیصلہ ہے کہ مسافر اپنے وطن پہنچ کر خوشی محسوس کرتا ہے

جاء وطن از ملک سلیمان خوشتر

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے بحکم خدا ہجرت کی۔ آنحضرت کی نبوت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت زور وں پر تھی۔ بنی ہاشم کا بائیکاٹ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں ان اسباب مخالفانہ کی بنا پر آنحضرت نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ مدینہ میں وہاں کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہر طرح کی آسائش مہیا ہو گئی۔ مگر پھر بھی آنحضرت کو وطن یعنی مکہ کی

یاد ناگزیر تھی۔ وطن کی یاد ہر لمحہ وقت تازہ تھی دسویں ماہ رمضان ۳۱ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ ﷺ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ فتح مکہ کی آرزو کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ عشاء کے وقت مراد الفہران میں لشکر سلام اترا۔ اور آنحضرت نے ایک ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے حکم دیا کہ آگ روشن کریں۔

اس شب ابوسفیان، بدیل بن ورقاء و حکیم بن جزام ایک ایک بیٹھ ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ ابوسفیان نے کہا اے دوستو دل چاہتا ہے کہ صحرا میں گھوم پھر کے فرصت و سرور حاصل کریں۔

یس یہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ کہ سرپشت مراد الفہران پہنچے کہ جہاں لشکر اسلام فروکش تھا اور آگ روشن تھی ابوسفیان کی کی نظر اس طرف گئی دیکھا کہ جگہ بجگہ آگ روشن ہے اس نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ قوم خزاعہ کا لشکر معلوم ہوتا ہے ابوسفیان نے کہا کہ قوم خزاعہ تو ذلیل تر اور کمزور تر ہے اس کے پاس آتنا عظیم لشکر کہاں سے آسکتا ہے یہ لوگ اپنی جگہ واپس آگئے اتفاق کی بات جناب عباس بن عبد المطلب اپنے لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہو گئی۔ عباس اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف لے آئے ابوسفیان اس وقت خالی ہاتھ تھا۔ از قسم اسلحہ وغیرہ کچھ پاس نہ تھا۔ لیکن وہ اس وقت جناب عباس بن عبد المطلب کی پناہ میں تھا۔ اسی کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقع کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف بڑھے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مگر جناب عباس نے کہا کہ اس کو میں نے اپنی امان میں لیا ہے۔ اور ابوسفیان

کو قتل نہ ہونے دیا۔ جناب عباس بن عبد المطلب اور ابوسفیان دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدمت آنحضرت میں پہنچے تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آگئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ موقع اچھا ہے ابوسفیان کو میں قتل کر دوں۔ عباس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے عباس اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ صبح کو اپنے ہمراہ لے کر آنا، میں نے شب بھر کے لیے اس کو مہلت دی ہے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی جناب عباس بن عبد المطلب۔ اس کو لے کر حاضر خدمت رسول خدا ہوئے۔ آنحضرت نے اس سے فرمایا اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسلام لانے کا وقت نہیں آیا۔ کہ حضرت عمر آگئے عباس نے کہا کہ جلدی سے مسلمان ہو جاوے عمر تجھے قتل کر دے گا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھر آکر اپنی زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا اور کہا اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدًا رسول اللہ اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ اس نے اسلام لانے سے پہلے آنحضرت کو کافی صدقات پہنچائے تھے۔ مگر چونکہ وہ خود پیغمبر خدا مالین کے لیے رحمت ہے۔ آنحضرت نے درگزر فرمایا۔ اور جان ابوسفیان کو جاوا من قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا من دخل دار ابوسفیان فهو امن۔ یعنی کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کے امان ہے۔ اور آنحضرت نے اس کو خلعت دیا۔ کتاب کنز الزکریٰ میں ہے کہ ابوسفیان وہی خلعت پہن کر مکہ آیا ہے۔ اور ابوسفیان کے بعد وہ خلعت عید کے موقع پر اس کے فرزند معاویہ نے پہنا تھا تاکہ دوسرے مسلمانوں پر فخر کرے علاوہ ازیں وہ خلعت بہت قیمتی تھا۔ اور پھر معاویہ کے بعد یہی خلعت بزرگوار بنی ملّا اور اس ملعون نے وہ خلعت اس روز پہنا کہ حبیب آل رسول قیدی ہو کر

دربار یزید میں پہنچے ہیں اور سرمدیہ امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا اور یزید نے سر مطہر کے ساتھ خوب دستی سے جسارت کر رہا تھا۔ و احمیتناہ کہ فرزند رسولؐ خدا کے سر مطہر کے ساتھ یہ بے ادبی اور حسینؑ کے نانا کا عطا کردہ خلعت اس قابل کہ دربار میں پہن کر فخر کرے۔

آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ)

تشریف آوری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد ہزار کا شکر جزا لے کر عازم مکہ معظمہ ہوئے اور منزل مراد الظہران میں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا اور عباس ابن عبد المطلب کے خوف سے ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عباس آج کی شب تم اس کو مہمان رکھو۔ آب و طعام سے نوازو۔ جناب عباس اس کو اپنے خیمہ میں لے گئے اور رات بھر شرکت اسلام کا تذکرہ کرتے رہے صبح ہوئی تو غلغلہ اذان سے فضاء لشکر گونج گئی۔ ابوسفیان نے عباس سے دریافت کیا کہ اے برادر یہ کیسا شور و غل ہے۔ عباس نے کہا کہ جب ہم نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں تو پہلے اذان کہتے ہیں اس اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرتے ہیں اور پھر آنحضرتؐ کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی عبادت کا فریضہ ادا کرتے ہیں نماز سے پہلے ہم وضو بھی کرتے ہیں۔ جب ابوسفیان نے آنحضرتؐ کا یہ جلال و شکوہ دیکھا تو خندہ پیشانی کے ساتھ عباسؓ نے کہا کہ میں نے کسی بادشاہ، قیصر و کسریٰ میں ایسا جاہ و جلال نہیں دیکھا کہ جیسا میرے بھتیجے محمدؐ میں

ہے اور اے ابوسفیان تو نے اسی کچھ نہیں دیکھا ہے غرض کہ ابوسفیان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکہ جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ آنحضرتؐ نے اس کو اجازت دی کہ مکہ جاسکتا ہے۔ جب ابوسفیان نے مکہ کا رخ کیا تو عباسؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا ایسا نہ ہو کہ ابوسفیان مکہ پہنچ کر مفاد اسلام کے خلاف کوئی تدبیر کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے عقب میں آدمی بھیجے جائیں۔

جہاں بھی ابوسفیان اس کا تعاقب کیا جائے۔ عباسؓ خود اس کے عقب میں روانہ ہوئے۔ اور اس کو جالیا۔ اور اس سے فرمایا ابوسفیان جیسے ہی ابوسفیان نے دیکھا تو قدرے اُسے بدگمانی ہوئی اور کہنے لگا کہ اے اہلبیت نبوت تم نبی ہاشمؐ کو غدر کرتے ہو۔ عباسؓ نے کہا کہ ہم بنی ہاشمؐ نہ مکہ کرتے ہیں اور نہ غدر کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم ذرا توقف کرو جب تک کہ لشکر اسلام اسلحہ لیں ہو۔ تم دیکھتے کہ مشرکین آباد ہیں کہ لشکر اسلام کو تکلیف پہنچائیں۔ آنحضرتؐ جب مکہ دیں گے تو یہاں سے روانہ بطرف مکہ ہوں گے اور اے ابوسفیان تم ہمارے ساتھ رہے گے۔ پس سب سے پہلے جو ابوسفیان تک پہنچا وہ خالد بن ولیدؓ تھا جو ایک ہزار فوجی دستہ کا سالار تھا۔ اس کی فوج کے دو علم تھے۔ ایک علم عباس بن مرداس کے پاس اور دوسرا کسی اور شخص کے پاس تھا جب ابوسفیان کی نظر اس لشکر پر پڑی وہ کانپنے لگا۔ عباسؓ نے دریافت کیا ابوسفیان کیوں کانپ رہے ہو۔ آخر کیا بات ہے۔ کہ یہ خالد بن ولیدؓ ہے اور یہ جماعت قبیلہ بنی سلیم سے ہے۔ اور جب خالد اس کے پاس سے گزرا تو اس کے لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔ پھر اسی طرح زبیر بن العوامؓ پانچ سو جوانان عرب کے ساتھ، ابو غفارؓ تین ہزار جوانوں کے ساتھ۔ بنو کعب پانچ سو سواروں کے ساتھ،

ابوسفیان کے پاس سے گزرے اور سب نے میں میں مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ ابو سفیان کی ہاتھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بعد قیدلہ مزینہ کہ اس کے ایک ہزار جوان تھے، قوم ہبنیہ، بنو لیت، بنو حمزہ، بنو سہم، قبیلہ اشجع کے لوگ تھے جو سب کے سب اسلحہ سے آراستہ تھے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نفس نفیس کی سواری نکلی۔ اسلحہ سے سجے ہوئے انصار و یار ساتھ ساتھ تھے۔ اور لشکر اسلام کا علم۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دست فتح شمیم میں تھا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر غصیا پر سوار تھے۔ اور سایہ علم خدا کرارا آنحضرت کے سر مبارک پر سایہ فگن تھا۔ الحاصل آنحضرت اس جہاد و جلال لشکری و عظمت بنو قی، و مہولت حیدری کے ساتھ داخل مکہ ہوئے۔ اور اس طرح فاتحانہ انداز میں اپنے وطن مآلوف دکنہ معظمہ داخل ہوئے۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور خداوند عالم نے اٹھ سال پھر وطن مآلوف داخل کیا۔ آنحضرت نے کباؤہ شتر غصیا پر سجدہ شکر ادا کیا مسلمانوں نے نعرہ بکیر ادا کیا۔ لیکن آنحضرت پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ علیؑ کی جان آپ پر قربان۔ گریہ کس لیے طاری ہوا ہے یہ وقت سرور ہے نہ کہ وقت گریہ فرمایا اے علیؑ اس وقت مجھے مکہ سے ہجرت کرنا یاد آگیا۔ اور اب میں بازگشت دیکھ رہا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس شان و شوکت کے ساتھ مراجعت کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو روئے اللہ آپ اپنے وطن تشریف لائے تو اس شان و شوکت کے ساتھ اور آپ کی بیٹیاں زینبؓ و ام کلثومؓ شام کی قید سے رہا ہو کہ مدینہ واپس آئی ہیں تو اس شان سے کہ بیویوں کے شانوں پر رس کے نشان تھے۔ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اور وحیدناہ کی مدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت

یہ حالت تھی

آج قبر مصطفیٰ پر ایک هجوم علم ہے
اگلی زینبؓ مدینہ میں پاکرام ہے

اسیران اہلبیت اطہار کا شام سے رہائی کے بعد

مدینہ پہنچنا

جب اسیران اہلبیت اطہار شام سے رہا ہو کر مدینہ پہنچے تو فضاء مدینہ گریہ و زاری کی مداؤں سے گونج رہی تھی اہل جناب ام کلثومؓ کی زبان پر یہ توجہ تھا
مدینہ جب نہ لا تقبلینا
فبا لحسرات والاذان جثنا

اے ہمارے نانکے شہر اے ہمارے وطن مآلوف۔ ہم تو حسینؑ کی لاکھا کھاک سلا کر آئے ہیں۔ یہاں سے گئے ہیں تو مجھے یاد ہو گا کہ ہماری کیا شان تھی اور اب ہم کینہ موئے یہاں آئے ہیں۔ اے مدینہ ہم مدینہ میں رہنے کے لائق نہیں رہے۔ بنی ہاشم جب عباس کو دریافت کریں گے تو ہم کیا جواب دیں گے اور گرائی کو ہم کیوں کر موہنے دکھائیں گے۔ فاطمہ صغریٰؓ، حسینؑ کی ایک بیٹی جو مدینہ میں رہ گئی تھی جب سوال کرے گی کہ بھیا علیؑ کہاں ہیں تو زینبؓ کیا جواب دے گی۔ غرض کہ قافلہ اسیران اہلبیت اطہار۔ یصد آہ و بکا قریب شہر مدینہ پہنچا۔ اور شہر کے آثار دیکھنے اس وقت قریب مدینہ سید سجاد علیہ السلام اپنی سواری سے اترے اور حکم دیا کہ اس جگہ خیمہ نصب کئے جائیں۔ خیمہ نصب ہوئے اور مخدرات اپنی

ساری سے آئیں اور داخل خیمہ ہوئیں۔ حضرت سید سجادؑ نے بشیر ابن جذلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خدا تر ہے باپ پر رحمت کرے وہ اشعار کہتا تھا کیا تجھے بھی اشعار انشاء کرنا آتا ہے اس نے کہا اے مولیٰ و آقا میں بھی شاعر ہوں آپ نے فرمایا اچھا شہر میں جاؤ اور ہمارے آنے کی خبر کرو۔ بشیر گھڑے پر سوار ہوا شال عزرا کے میں ڈالے ہوئے، سر پہنہ کئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اور باوازلہ نگریاں کنان کیلے

یا اہل یثرب لا مقام لکم قتل الحسین وادعی ملار
حسین را در غری سربیدند تن پاکش بخاک و خون کشیدند
الجسم منہ بکربلا مصرع دارا اس منہ علی القتاد ویدار

سمنش در کربلا عسیران قتادہ
سرش بر نیزہ ہائی کیں نہادہ

یعنی کہ اے اہل مدینہ اب مدینہ ہنسنے کے قابل نہیں رہا۔ حسین قتل کر دیئے گئے خون حسین بہہ گیا اور لاش مبارک خاک و خون میں غلطان پڑی ہوئی۔ اور آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جب اہل مدینہ نے یہ خبر محنت اثر سنی۔ تو عورت و مرد و بچے گھروں سے نکل پڑے و احیناہ کی آوازیں بلند ہو گئیں لوگوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو بشیر نے کہا اے لوگو

جلوی کرو کربلائی لوگ آگئے ہیں۔ و هذا اعلیٰ بن الحسین مع عمامۃ و اخوۃ
قد خلوا بسا حکم۔ کہ یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ چھو بھیلوں۔ اور ہینوں
سمیت تمہارے شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور مجھے امام زین العابدین نے
بھیجا ہے کہ قتل امام حسین کی سفاکی پہنچاؤں۔ سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں

کہ ہمارا جو انصاء اور ہنی ہاشم سب روتے ہوئے گھروں سے نکل پڑے۔
فما بقیت فی المدینۃ محمداً ولا محجۃ الا برون من حد و دھن مکشوفہ
شعور دھن محمستہ و جودھن صنادبات خد و دھن یدعون بالویل والنشور
کہ مدینہ میں ایک زن مخدرہ بھی ایسی نہ تھی کہ جو گھر سے باہر نہ نکل آئی۔ بشیر کہتا ہے
کہ میں نے ایک جوان عورت کو دیکھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور سوال کیا اے
مرد کیا چیز ہے کہ جو ہیں سنا رہا ہے اور ہمارے غم کو تازہ کر دیا ہے۔ کیا تو نیزہ مرگ
سلطان حجاز لایا ہے۔ تو نے ہمارے دل زخمی کر دیئے بشیر ابن جذلم نے کہا
کہ میں بشیر ابن جذلم ہوں اور امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ خبر
قتل امام حسینؑ دول اور امام زین العابدین نبی علیہ السلام مدینہ کے نزدیک نکالیں بگہ
فروش میں پس جیسے ہی یہ سنا تمام مرد و زن نے مدینہ کے دروازہ کا رخ کیا۔ اور
ہا۔ حسینؑ ہا۔ حسینؑ کہتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں امام زین العابدین تشریف فرما
تھے۔ زنان مدینہ جناب زینبؑ کی قدمت میں روتی ہوئی آس اور احوال کربلا پوچھا۔
زینبؑ بیکس حالات بیان کرتی رہیں اور عورتوں میں کہرام برپا ہوتا رہا کیونکہ عورت
گرہ در گرہ آ رہی تھیں۔ اور فاطمہ دختر امام حسینؑ نے جب یہ سنا کہ کربلا کا قافلہ مدینہ
پہنچ گیا ہے تو اپنے ام نعمان اور جناب ام سلمہؑ کو بلایا ہے
جدہ بیا کہ کوکب بختم سہامدہ
ایام و مل گشتہ ہجران سہامدہ

کہ اے نانی اماں جلدی آئے کہ میرے سخت نے یاد ہی کی جن کی یاد تریا کرتی تھی
وہ آگئے ہیں۔ کینزول کو حکم دیا کہ مکان کا دروازہ کھول دے یہ بانی کا چھو کاؤ کے او
مکان کو صاف کرے۔ فرش پھلایا جائے کسی عالم تصور میں علی اکبر کی آمد کا خیال کرتی

افراد و خیزان وہ اپنے گھر سے نکل کر استقبال کرے۔ لیکن وہاں تو عالم ہی دوسرا تھا بشیر کہتا ہے کہ جب مردوزن مدینہ اسیران کو بلا کے استقبال کے لیے مدینہ دروازہ مدینہ پر پہنچے دیکھا کہ ایک طفل کھڑا ہوا اور رہا ہے۔ اس نے بشیر سے کہا کہ قدار یہ بتلا کہ عباس بن علی بھی آئے ہیں بشیر نے سوال کیا اے صاحبزادہ تم کس کے فرزند ہو۔ اس نے کہا کہ میں عباس کا فرزند ہوں اگر وہ آئے ہیں تو میں باس ناخو بہن کر استقبال کروں گا۔ بشیر کہتا ہے کہ جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ جاؤ سیاہ باس پہن کر آؤ عباس قتل ہو گئے۔ غرض کہ اہل مدینہ جمع ہو گئے تو حضرت سید سجاد نے حکم دیا کہ کرسی بچھائی جائے۔ آپ اپنے خیمہ سے باہر آئے سادہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر آہ۔ جگر پر قابو نہیں، پھر بھی فرمایا اے لوگوں سنو میں تمہیں داستان کر بلا سناتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حمد و ثنائے الہی ادا کی اپنے جد رسول خدا پر درود و سلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اہلبیت پیغمبر کی مصیبتیں عظیم ہیں ان کا امتحان عظیم ہے سنو کہ ہم پر کربلا کو فہ اور شام میں کیا کچھ نہ کر گیا بیدار حسین شہید ہو گئے۔ چچا، بھائی۔ سب مارے گئے۔ مدینہ گئی کہ چھوٹی زینب اور الحکم اسیر ہوئے اور سب اسیر ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے وارد ہوا ہے کہ اس مجمع میں موہان بن صفہ موجود تھے عرض کیا اے فرزند شہید کربلا جب تمہارے پدر بزرگوار نے سفر عراق اختیار کیا ہے تو میں اس وقت میں طبل تھا اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ درتہ میں حسین بن علی کے ہمراہ ہو کر شہید ہوتا۔ اب میری اور اس سائے مجمع کی یہ التماس ہے کہ آپ اور اہلبیت داخل شہر ہوں اور جہن گھروں میں قتل لگے ہوئے تھے پھر آباد ہوں۔ پس اسیران کربلا نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کا

عزم کیا۔ اس وقت چاروں طرف لوگ روتے پیٹتے چل رہے تھے اور درمیان میں اسیران کربلا تھے گویا بحر شہادت حسین سوگواروں کا یہ پہلا جلوس عزا تھا۔ اور ان کا یہ نوم تمہارے حسینا و احسینا و احسینا: شہیدا و شہیدا و شہیدا اھلما انھک مقتولا بکتہ ملائکہ۔ الالہ من السماء

حسینا و احسینا و احسینا

تمام مردوزن ہا حسین کہہ رہے تھے سر و حسینہ پیٹ رہے تھے کہ یہ قافلہ مسجد نبوی پہنچا الحکم و اقل روزہ رسول خدا ہوئے اور حضرت زینب علیا حرم رسول خدا کے نزدیک پہنچیں۔ اور قبر رسول پر گر دیا اور عرض کیا اے خداوند قتلوا لک الحسین۔ اے رسول خدا تمہارا فرزند حسین قتل ہو گیا۔

الایا احدنا قتلوا حسینا ولہ یروع اجناب اللہ فینا

لقد همتکوا النساء و حملوها علی الاقطاب قہراً جمیعنا

پس حضرت زینب خاتون کے اس نوم سے حرم رسول خدا میں کھرام پرپا ہو گیا۔

جناب زینب خاتون نے عرض کیا یا جده الیک المشتکی مداریت ہا لکشا من

اللشام۔ اے نانا جان آپ کی امت نے آپ کے بعد ہمیں نشانہ ظلم و ستم بنایا۔

ہمیں اسیر کر کے شام لے گئے۔ ہمیں تازیانے مارے گئے۔ اے نانا جان اب

زینب بھائیوں کو کھوکھیاں آئی ہے لا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

وارد ہوا ہے کہ پھر حضرت زینب اپنی ماں کی قبر پر گئیں۔ جیسے ہی ماں کی قبر پر نظر

پڑی۔ غش کھا کر گر پڑیں اور بعد اٹھیں اور فرمایا کہ ماں جان میں کربلا سے ایک

نشانی لائی ہوں وہ حسین کا خون بھرا کرتہ ہے۔ اور پھر کلمہ نے نوم پڑھا کہ

اے ماں جان میرا سلام قبول ہو۔ ماں ذرا قبر سے نکل کر دیکھو کہ آپ کی بیٹیوں

شانوں میں رس کے نشان ہیں۔

صاحب محزون ابکا لکھتے ہیں کہ اسی آئنا میں عورت ہی شور ماتم بلند ہوا۔
دیکھا کہ ام المؤمنین ام سلمہ زودین رسول خدا خون آلودہ شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے
اور ان کے ہمراہ دختر امام حسین فاطمہ صغریٰ آئیں۔ جب ان کی نظریں زینب دلم لکھنوم
پر پڑیں، ہا حسنین کہا اور بے ہوش ہو گئیں خصوصاً دختر امام حسین پر عجب انظراب
طاری تھا۔ کبھی بابا کی یاد کبھی بھتیجا علی اکبر کو یاد کر کے نوم کرتی تھی۔

حضرت سید سجاد سے محمد حنیفہ ابن علی مرتضیٰ علی

ملاقات

کتاب محزون ابکا میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو بغیر ابن جندب نے اسیران کر بلا کا
آہ خبر دی کہ اہلبیت اطہار شام کے زندان سے رہا کر مدینہ آگئے ہیں اور شہر سے
کچھ فاصلہ پر امام زین العابدین علیہ السلام خیمہ زن ہیں اس خبر کے سنتے ہی نبی ہاشم
کے مرد و زن میں شور ماتم مچا ہو گیا یہ خبر جناب محمد حنیفہ پسر امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
کے گوش نہ ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اب جب کہ باہر
نکلے دیکھا کہ تمام مرد و زن مدینہ مردوں پر خاک ڈالے ہوئے ہیں۔ آہ و زاری کر رہے
ہیں شور مچا رہے دیکھا کہ سارا مدینہ سوگوار معلوم ہوتا ہے روئے رسول خدا پر ادا اسی ہے
تبر فاطمہ جنت البقیع میں زینب کی سیکھی پر رو رہی ہے۔ سیاہ علم کیے لیے ہوئے
ہیں۔ آپ گھوڑے سے بے تابانہ اترے سید سجاد علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ
عم نامدار محمد حنیفہ آکر ہے میں۔ بیمار کر بلا بھی خود اپنے خیمہ سے باہر نکلے کہ ان کا

استقبال کریں۔ دیکھا کہ محمد حنیفہ غش میں پڑے ہوئے ہیں آپ ان کے سر ملنے
پہنچے اور ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ محمد حنیفہ نے آنکھیں کھولیں یتیم بھتیجے کو
دیکھا۔ حسینی کی تصویر نگاہوں میں بھر گئی۔ آہ سرد دل سے کھینچی اور فرمایا یا بنی،
میرے بھائی حسینی کہاں ہیں۔ میرے سر کا تاج کہاں ہے آہ میں بے حسین ہو گیا
اور زندہ ہوں۔ سجاد میری بہن زینب کہاں ہیں۔ سید سجاد پر سکتہ کا عالم طاری
ہو گیا کیسے فرمائیں۔ کہ حسین مائے گئے۔ ایک دوپہر ہی سارا گھر تباہ ہو گیا۔

بھائی بھتیجے، چچا انصار و اقربا سب قتل ہو گئے زینب اسیر ہو گئی۔ اسے چچا کس
طرح عزن کر دے گئے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں پاؤں میں بیڑیاں
تھیں۔ اور پھر بھی زینب اور سب مخدلات کا سر کھلا تھا اور ہم اسیر ہو کر ابن زیاد
ملعون کے دربار میں گئے اور دربار یزید میں اہل محرم کھڑے رہے۔ یہ بھی روایت میں ہے
کہ جناب محمد حنیفہ نے سید سجاد کی گردن میں یا ہن ڈالیں۔ تو آپ نے فرمایا چچا جان
گردن میں طوق گرانبار کی وجہ سے زخم پڑ گیا ہے۔ بعد ازاں آپ اپنی بہنوں کے پاس
گئے۔ جیسے آپ کی نگاہ زینب تفتیدہ جگر پر پڑی۔ آپ پہچان نہ سکے کہ یہ زینب
ہیں۔ صرف اتنا کہا انت اختی، کیا تو ہی میری بہن زینب زبان حال سے آتنا
کہا ہے

اگر تو زینبی پس کو حسینت

اگر تو زینبی کو نور عینت

حضرت زینب نے فرمایا ہے

حسین را در غریبی سر بریدند

تن پاکش بجاک دغول کشیدند

مختصر یہ ہے کہ جناب محمد حنفیہ اس واقعہ کے بعد تین دن تک گھر میں رہے اور باہر نہیں نکلے تین دن گزرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور صبح کی طرف چلے گئے اس وقت تک کے لیے کہ جناب مختار نے خروج کیا۔ اللعنة الله على القوم الظالمين۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا نعمان قافلہ سالار

کو رخصت کرنا

صاحب مخزن البکا تحریر فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کہ جو شام سے روانگی کے وقت سے قافلہ سالار تھا اور اس نے اہلبیت اطہار کو بغیر کسی زحمت و اذیت مدینہ پہنچایا چنانچہ تین دن تک مدینہ میں مجالس عزاء امام حسینؑ منعقد ہوتی رہیں اور نو روز ماتم برپا رہا۔ لیکن اہلبیت اطہار نے نوشبانہ روز صف عزاء امام حسینؑ پہنچائی اور شہیدان کو پر گریہ و بکا ہوتا رہا کہ نعمان قافلہ سالار حضرت سید سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اذن مراجعت طلب کیا۔ بروایت اخبار الدول جب قافلہ سالار نے اذن رخصت طلب کیا۔ تو حضرت سید سجاد علیہ السلام نے اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ خاتون سے فرمایا کہ نعمان قافلہ سالار اب واپس جانا چاہتا ہے اس کو رخصت کریں اور اس کو اس کی زحمت سفر پر بطور شکریہ کچھ احسان بھی کریں فصول المہمہ لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ سے بیٹا سجاد اب ہمارے پاس نہ مال و زر ہے نہ زبردیں دو عدد دست بند دو عدد بازو بند اور مخلاں پادریں حضرت زینبؑ خاتون نے یہ تمام چیزیں ایک کینز کو دیں کہ وہ قافلہ سالار کو ہماری طرف سے بطور استحقاق پیش کرے۔ اور اس سے

عذر کرے کہ اگر اس سے زائد کچھ ہوتا تو ہم ضرور دیتے۔ بروایت فصول قافلہ سالار نے وہ زیورات قبول کئے بکہ عرض کیا کہ میری طرف سے مخدرات اہلبیت سے کہو کہ میں نے خوشنودی خدا و رسول کے لیے آپ لوگوں کی خدمت کی ہے البتہ میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ میدان حشر میں آپ میری سفارش کریں پس نعمان اہلبیت اطہار سے رخصت ہوا۔

مدینہ میں صف عزاء امام حسینؑ علیہ السلام

اسیران آل محمد نے مدینہ پہنچ کر بروایت تین دن تک صف عزاء امام حسینؑ پہنچائی اور عورات مدینہ جوق در جوق پر سرہ دینے آتی رہیں۔ مردان مدینہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس پر سرہ دینے آتے اور کربلا کے حالات سنتے تھے۔ پوری فضا فضا مدینہ سو گوار تھی۔ بعد اسیران آل محمد اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ویران گھر آباد ہوئے مگر شہید ہونے والوں کی یاد تڑپاتی رہی۔

علامہ مجلسیؒ بحار جلد میں رقمطراز ہیں کہ واھدی للکلیۃ جو نالتسعین بہا علی ماتم الحسین۔ ایک روز کسی نے حضرت امام حسینؑ کے مکان میں آپ کی زوجہ ام یاسر کے لیے مرغ بریان بھیجا۔ جناب ام ارباب نے فرمایا کہ نائی عرس۔ یعنی کہ نہ گھر خوشی کا گھر نہیں ہے نہ غانہ عروسی ہے۔ غانہ بیہا حب ہے یعنی اس گھر کا مالک کربلا میں مقتول میں سو رہا ہے آپ نے بریان مرغ قبول نہیں کیا۔ وہ مرغ بریان چلا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آسمان پر چلا گیا یا زمین میں قریب قریب چھ سات سال تک اہلبیت اطہار کے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا۔ اور عمدہ غذا نہیں

تحقیق دربارهٔ دفن سربریدہ امام حسین علیہ السلام

اہل غیرہ میں دفن سربریدہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض محققین کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے چند روز سر مطہر امام حسینؑ مدد وازہ پر اویزان رکھا بعد حکم دیا کہ اسے خزانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ وہ خزانہ بنی امیہ تھا یہاں تک کہ سلیمان عبدالملک کے زمانہ آیا اور اس زمانہ تک سر مطہر خزانہ میں رہا نہ سر مبارک کی مانگی میں فرق آیا اور نہ خوشبو و رنگ میں فرق آیا۔ ہنوز سر مطہر معطر خوشبو خیز تھا۔

سلیمان عبدالملک نے حکم دیا کہ سر مطہر امام حسینؑ کو ایک چھوٹے صندوق میں رکھا جائے چنانچہ سر مطہر صندوق میں رکھا گیا۔ پاکیزہ خوشبو اس پر لگائی گئی اس پر ڈالا گیا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جب زمانہ عثمان عبدالعزیز آیا اور وہ سر مطہر کے حالات سے باخبر ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ جگہ کہ جہاں سر مطہر دفن ہے کھودی جائے۔ چنانچہ قبر سے صندوق نکالا گیا دیکھا کہ سر مطہر اسی طرح ہے کوئی تغیر نہیں ہوا ہے کہ اس نے وہ سر مبارک کربلا بھیجا۔ اور وہاں دفن کیا گیا۔

منصور بن جہور سے روایت ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے خزانہ میں گیا دیکھا کہ سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے اور خوشبو سے مہک رہا ہے۔ رنگ خضاب ریش مبارک نمایاں ہے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ کپڑا لاؤ تاکہ سر مبارک کو دفن کر دوں۔ چنانچہ اس نے قمیص کفن دے کر سر مبارک کو کپڑے کے نزدیک بجانب شرقی دفن

لکائی ٹھنڈ پانی اس قدر دیا کرتے تھے کہ پانی میں انک لمبات تھے اور پھر پانی پھینک دیتے تھے حضرت سید سجاد علیہ السلام ہمہ وقت امام حسینؑ کو یاد کر کے روتے تھے۔ فرماتے تھے یا اباہ و اسفاہ لقتلک۔ کبھی فرماتے کہ ہائے بابتوں میرا سا شہید کیا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک آزاد غلام نے عرض کیا مولیٰ کب تک رہنے گا۔ آپ کا حزن و اندوہ پڑھتا جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے غلام یعقوب پیغمبر کے بارہ فرزند تھے ایک ان میں سے نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ آپ اس قدر روئے کہ حزن و ملال کا اثر آپ کی میتائی پر پڑا۔ میں کیونکر نہ روؤں میرے سامنے میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ اور اٹھارہ ہاشمی جوان کہ جن کا مثل و نظیر نہ تھا پھر میں قتل کر دیئے گئے۔ معصومہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا کے چند سال بعد میں حضرت سید سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ سجادہ عبادت پر ہیں اور سر مبارک سجود میں ہے لیکن آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے میں کبھی بدل دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول! ایسا کیوں ہے آپ نے عبا کا ماسن بٹایا دیکھا کہ آپ کی پینڈیاں زخمی ہیں اور ان پر زخمیروں کے نشان ابھی تک باقی ہیں۔ اور زخموں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے امام زین العابدین علیہ السلام پر یہی کیا منہصر ہے بلکہ تمام اہلبیتؑ اہل ہار سن بستہ تھے زیارت ناحیہ میں وارد ہوا ہے وایدیم مغلولۃ علی الاعناق۔ کلان کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حبیب مختار علیہ الرحمۃ نے عمر بن سعد اور حوطلہ بن کاہل اسدی ملعون کے سر امام زین العابدین علیہ السلام کی تندر کئے ہیں تب اہلبیتؑ اہل ہار نے سوگ اٹھایا ہے۔ عورات نے بالوں میں لگی کی ہے۔

کیا۔ اہل مصر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شہر ماحانی میں مشہد اڑاس کے نام سے ایک جگہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہاں سر مبارک امام حسین علیہ السلام دفن ہے اور مخصوص شب ہمارے مکتبہ میں لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔ بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ یزید کے سامنے سر امام حسینؑ فشت میں رکھا ہوا تھا اور وہ ملعون شراب پیئے میں مصروف تھا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مطہر کو لے گئے اس طرح سر مبارک دربار سے غائب ہو گیا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سر امام حسینؑ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک دفن کیا گیا ہے اور شیعوں حضرات کا عقیدہ و عمل اس بات پر ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام کو بعد طواف قبر امیر المومنین علیہ السلام حضرت امام حسینؑ کے یدان مبارک سے ملحق کر کے کربلا میں دفن کیا گیا۔ یہ ہی حق بات ہے علامہ مجلسی کتاب بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے سر مطہر امام حسینؑ وارد مدینہ کیا گیا چاروں طرف شور مچا دیکھا کہ یہاں اس وقت اہل مدینہ نے یہ آواز سنی کہ دوسرے بریدہ تھے اور دونوں سر امام حسینؑ کھلاتے تھے کہ ان شخصوں پر ضربت لگی یعنی قتل ہوئے اور ان کے قتل سے حکومت یزید بظاہر مستحکم ہوئی۔ ثم اخذ بیداء قضیبا فجعل ینکت وجہہ ویقتل پس مروان ملعون نے اس سر منور پر چوب دستی ماری۔ اور کہا کہ شکست پائی اور کہا کہ یزید نے بھی ایسا ظلم نہیں کیا تھا۔ اس وقت میں حاکم مدینہ عمرو سعید تھا وہ منبر پر گیا اور اس نے لوگوں سے کہا کچھ خبر ہے کہ امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے اور آج اہل و عیال امام حسینؑ واپس آئے ہیں اور لوگوں نے سر امام حسینؑ دیکھا دیکھا تو گریہ و زاری کا شور مچا دیا۔ اس نے کہا کہ کاش یہ سر مبارک مروان ملعون کو نہ ملتا اور اس کی بے حرمتی نہ ہوتی پہلے سے پاس یہ سر مبارک ہوتا تو میں اس کو

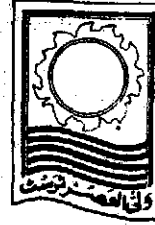
قبرستان یقین میں حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کے نزد دفن کرنا۔ الإلعنة الله على القوم الظالمین۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ شکر ہے کہ کتاب مستطاب ریاض القدس السنی بحوالہ الانس پایہ تکمیل کو پہنچ کر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی علمتس ہوں کہ کہ مومنین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد سورہ فاتحہ سے توازیں۔

ترجمہ تمام شد

این سعادت یز و باز نیست

تا نہ بخشند خدا نے بخشندہ



فہرست کتب دولت العصر پبلشرز رتہ متہ ضلع جنگ برائے ۱۰-۱۸۰۹ء بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فہرست کتب کا ترجمہ	در حالات امام زمانہ علیہ السلام	نایاب و نثرانی کتب کے جدید ایڈیشن
مفتاح الحجۃ و مداریکہ کے جدید ایڈیشن از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	امام المہدی بن المہدی الطہور از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	تذکرہ الشہداء فی تاریخ امیر المؤمنین از سید مرتضیٰ سارہرزی اعلیٰ الشریعہ - ۱۰۰ روپے
انوار النورۃ و جامعہ کرامت کے جدید ایڈیشن از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	جزیرہ خضر از نایب خبار - ۱۰۰ روپے	الشہداء المسلمون فی تاریخ المعصوم از سید مرتضیٰ سارہرزی اعلیٰ الشریعہ - ۱۰۰ روپے
انوار الزہراء علیہ السلام از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	طول عمر امام زمانہ از علی اکبر مدنی پور - ۱۰۰ روپے	فتح عظیم از سید ولاد حدیثی فوقی بکری - ۱۰۰ روپے
علی فی القہر از سید صادق حسینی شہرانی - ۱۰۰ روپے	مصلحت غیبی از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	صحیفہ العابدین از سید ولاد حدیثی بکری - ۱۰۰ روپے
پرہیز موع از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	ملاقات بہ امام زمانہ از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	علوم کاظمیہ از سید ولاد حدیثی فوقی بکری - ۱۰۰ روپے
رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	المہدی الموعود المنتظر از جعفری محمد علی - ۱۰۰ روپے	تسخیر رضویہ از سید ولاد حدیثی فوقی بکری - ۱۰۰ روپے
عزاداری از دیدہ مرحمت از علی غفرانی - ۱۰۰ روپے	مہدی موعود از علی محمد علی پور - ۱۰۰ روپے	در مقصود از سید ولاد حدیثی بکری - ۱۰۰ روپے
تاریخ محمد و ولایت حسین از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	مہدی فی القرآن از سید مرتضیٰ سارہرزی - ۱۰۰ روپے	تذکرہ المعصومین از سید علی نقی جعفری - ۱۰۰ روپے
معالی السبطین از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	دعائے تدبیر زیارت ناحیہ از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	فہرست کتب کے ترجمے
نفس المہوم از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	صحیفۃ المسدیه از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	ولایت و علم امام از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے
ریاض القدس از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	تسخیر و طالع برار کامل از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	حضرت فاطمہ الزہراء و ولادت شہادت از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے
ہیج المحرآن از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	عالم افواج عجیب از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے	ہیج الدعوات / العود القویۃ از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے

مجموعہ زندگانی چہارہ معصوم علیہ السلام از آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے

ایمراہ الشہداء و ولادت دوم، آقا فیض شریانی - ۱۰۰ روپے

اسٹاکس : شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور